بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

احسن تقویم

ڈاکٹر زہرا بتول
ایسوسی ایٹ پروفیسر آئی بی ٹی علما یونیورسٹی
اسسٹنٹ پروفیسر انڈس یونیورسٹی
اسسٹنٹ پروفیسر عثمان انسٹیٹوٹ آف ٹیکنالوجی کراچی
ایسوسی ایٹ ٹیچر جامعہ کراچی لیکچرار آغا خان ایجوکیشنل یونیورسٹی کراچی

Fazlee
BOOK

کتاب:	احسن تقویم
مصنفہ:	ڈاکٹر زہرا بتول
اشاعت دوم:	2026ء
پیشکش:	فضلی بک، اردو بازار کراچی۔
صفحات:	353
ملنے کا پتہ:	فضلی بک، اردو بازار، کراچی۔
فون نمبر:	021-32633887
	03362633887

انتساب

انسان کامل حضرت محمد مصطفیٰ کے نام

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بنی نوع انسانیت

نے قرآن کریم پڑھا اور

سیکھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دین اسلام کو

نہایت آسان اور سہل انداز سے پیش

کیا قرآن کریم اور کل احادیث نبوی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا موضوع بھی انسان ہے

آدمی سے انسانیت کی معراج تک کا

سفر کن کٹھنائیوں سے ہو کر گزرتا ہے

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات اپنی امت

کو سیکھائی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے

آسانی پیدا کرو اور سختی نہ کرو خوش کرو

نفرت نہ دلاؤ۔

پیش لفظ

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ۔(سورہ التین ۔ ۴)

ترجمہ ۔ بے شک ہم نے انسان کو احسن تقویم یعنی بہترین صورت پر پیدا کیا ہے۔

انسان اس کائنات میں اللہ کی تخلیق کا شاہکار عظیم ہے ،انسان کی تخلیق پر اللہ کا فخر اور انسان کو کائنات میں پائی جانے والی دیگر مخلوقات پر فضیلت یقیناً اپنے اندر کئی معانی رکھتی ہے انسان کے وجود خاکی میں اللہ نے اپنی روح پھونکی اور انسان کو اللہ نے اپنی نیابت اور خلافت کے لئے چنتے ہوئے کل کائنات اس کے لئے مسخر فرمادی اور اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ تمھیں ہم نے اپنی عبادت اور بندگی کے لئے پیدا کیا ہے اللہ تعالی نے انسان کو بے شمار اختیارات سے نوازتے ہوئے قوانین قدرت بھی اس پر آشکار فرمادئے۔

دنیا کے پہلے فرد حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ نے کل کائنات کے تمام علوم یعنی علم اسما عطا فرمائے اسی مناسبت سے آدم کی اولاد بھی اپنے باپ کی وراثت کی اولین حق دار ٹھہرتے ہوئے بے شمار علوم وفنون اور حکمتوں سے نوازی گئی۔ اللہ تعالی نے انسان کو غور و فکر ،ارادے یقین اور علم الاسما سے مشرف فرمایا اور اس کی روح میں بے شمار صلاحیتوں کو پوشیدہ اور مستور فرمادیا۔

روح کا ہر تقاضا اللہ کی ذات کے لئے ہے کیونکہ روح اللہ کی ذات سے قریب ہے جس پر اللہ کی محبت کی نظر ہے۔ مقام حیرت یہ ہے کہ انسان پیدائش سے لے کر موت تک ہر لمحہ اپنے ساتھ بسر کرتا ہے لیکن اس کے باوجود وہ اپنی بے شمار صلاحیتوں اور خصوصیات سے ناواقف ہی رہتا ہے۔

زیرِ نظر کتاب اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ کے لکھنے کا اصل مقصد خود شناسی سے خدا شناسی تک کا سفر طے کرنا ہے کیونکہ دنیا کے ہر علم کی اصل بنیاد اور اساس خود شناسی پر ہے اس اعتبار سے ہر انسان کے لئے خود شناسی کی ضرورت اور اہمیت سب سے زیادہ ہے اگر انسان اپنے شعور سے بے خبر رہتا ہے تو اس کے نتیجے میں وہ اپنی شعوری ساخت اور اپنے وجود کے احوال سے بھی بے خبر رہ جاتا ہے خود شناسی اور اپنی معرفت کے ذریعے انسان اپنے تمام ممکنہ مسائل کو احسن طریقے سے حل کر سکتا ہے صرف یہ بلکہ انسان جس قدر اپنی خودی سے واقف ہوتا جاتا ہے اس پر اسی قدر دنیاوی اور غیبی علوم کھلتے چلے جاتے ہیں۔ کائنات کا یہ ایک بنیادی اصول ہے کہ انسان جیسے جیسے اپنے آپ سے واقفیت حاصل کرتا ہے اسی اعتبار سے انسان کا علم اور اس کے مقدار اور معیار میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ جو انسان جتنا زیادہ خود شناس ہو گا اس میں اسی قدر جہان شناسی بھی ہو گی۔

اللہ تعالیٰ انسان کو اسی چیز سے آزماتا ہے جو اسے بے حد عزیز ہوتی ہے تاکہ اس چیز کے ملنے کی تڑپ انسان کو اللہ سے ملوا دے تاریخ کے ہر دور اور دنیا کی ہر تہذیب میں ہمیشہ سے یہ ایک اساسی اور بنیادی سوال رہا ہے کہ انسان اپنے آپ کو کس طرح سے پہچان سکتا ہے؟

خود انسان اپنی خود شناسی کی مقدار جتنا ہی دنیا شناس ہوتا ہے۔

یعنی۔ دنیا کیا ہے؟ جیسے ہر سوال کا جواب انسان کیا ہے؟ سے سمجھا جا سکتا ہے۔

تصور انا یا تصور خودی (میں کا ادراک)

انسانی شعور کو ایک سادہ سلیٹ سے تشبیہ دی جاتی ہے اور اس سلیٹ پر سب سے پہلے لفظ میں لکھا جاتا ہے، اہل علم اس **میں** کو ایک بیج سے تشبیہ دیتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ اس بیج کے پھلنے پھولنے سے علم کا ایک جنگل تشکیل پاتا ہے تاہم علم کے اس جنگل سے انسان اسی قدر واقفیت حاصل کر سکتا ہے جس قدر وہ اپنی میں، انا یا خودی سے واقف ہو گا۔

زیرِ نظر کتاب اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ کا یہ دوسرا ترمیم و اضافہ شدہ مجموعہ ہے۔

پہلی کتاب 2009ء میں چھپی۔ جسے میری توقعات سے بڑھ کر لوگوں نے پسند کیا اور

میری حوصلہ افزائی کی پھر میں اپنی دیگر تصانیف اور تالیفات پر کام کرتی رہی اور میں نے کبھی پلٹ کر سوچا بھی نہیں کے اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ، کو میں کبھی revisit بھی کروں گی لیکن پھر 26 فروری 2022ء کو اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ، پر دوبارہ کام شروع کیا جو 27 دسمبر 2022ء کو مکمل ہوا، اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ اللہ کی حمد و ثنا کی یک مخلصانہ کوشش ہے۔

اللہ تعالیٰ کا رشاد ہے میں اسی عمل کو قبول کرتا ہوں جو خالص میرے لئے کیا گیا ہو۔

اللہ تعالیٰ اس کوشش کو محبت سے قبول فرمائیں۔ آمین۔

ڈاکٹر زہرا بتول

ایسوسی ایٹ پروفیسر جامعہ کراچی

ایسوی ایٹ پروفیسر آئی بی ٹی علما یونیورسٹی

اسسٹنٹ پروفیسر انڈس یونیورسٹی کراچی

ایسوسی ایٹ پروفیسر عثمان انسٹیٹوٹ آف ٹیکنالوجی

لیکچرار آغا خان ایجوکیشنل سروسز پاکستان

فہرست مضامین:

باب(۱):

انسان کیاہے؟

وجودِانسانی کی تخلیق دوعناصر سے مل کر ہوئی ہے۔

۱۔انسان کاخاکی وجود جسے اللہ نے مٹی سے تخلیق کیاہے۔

۲۔انسان کاروحانی وجود یعنی انسان کے خاکی وجود میں اللہ نے اپنی روح پھونک دی اور انسان جیتاجاگتاہو گیا۔

حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!اللہ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو تخلیق کیاتو ابلیس نے ان کے ارد گرد گھوم کر انھیں اچھی طرح سے دیکھااور یہ جان لیاکے انسان کاجسم اندر سے کھوکھلا ہے لہٰذا اس کااپنے آپ پر قابوپانامشکل ہے۔ (بخاری)

انسان کے خاکی وجود کوزمین یعنی پستی سے جبکہ اس کے روحانی وجود کو آسمان کی بلندیوں سے نسبت ہے لہٰذا مرنے کے بعدانسان کاخاکی وجود دنیامیں ہی رہ جاتاہے اور مٹی میں مل کر مٹی ہوجاتا ہے جبکہ اس کی روح آسمانوں میں پرواز کر جاتی ہے انسان اپنی پیدائش سے لے کرمرنے تک ہمہ وقت علم وعمل میں مصروف رہتاہے اگر چہ علم وعمل کایہ سلسلہ ناختم ہونے والاہے جس کاتسلسل تاعمر جاری وساری رہتاہے بعض اوقات یہ سیکھنے کاعمل غیر محسوس طور پراس کی زندگی ور معمولات کاحصہ ہوتے ہیں تاہم علم انسان کے اندر ارادہ پیدا کر تاہے جوبلا آخر عمل کی صورت میں سامنے آتاہے۔

انسان کی تعریف

'انس۔ عربی زبان کالفظ ہے،لغت میں انس سے مراد بشر کے ہیں۔

ابن فارس کے مطابق انس کے بنیادی معنی ظاہر ہونے کے ہیں اس کے بر عکس 'جن' کے معنی پوشیدہ کے ہیں اسی طرح سے انس کے ایک معنی دیکھنے اور محسوس کرنے کے بھی ہیں۔ ا ؎

قرآن کریم میں انسان کے لئے 'بشر' کا لفظ بھی آیا ہے تاہم عمومی حیثیت میں انسان اور بشر مترادف معنوں میں استعمال ہوتے ہیں اس جنس کے سب سے پہلے فرد کا تعارف خود قرآن نے آدم کے نام سے کروایا، بنی نوع انسانیت پر یہ اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہے کے اس نے خود ہی آدم کا تعارف کرواتے ہوئے انھیں نا ختم ہونے والے سوالات کی کٹھنائیوں سے بچایا

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ۔ ۲ ؎

ترجمہ۔ جب تیرے پروردگار نے فرشتوں سے کہا میں گارے سے ایک بشر پیدا کرنے والا ہوں۔

ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ ۔ ۳ ؎

ترجمہ۔ پھر اس نے انسان کو ٹھیک کیا اور اس میں اپنی روح پھونک دی۔

جدید سائنسی تحقیق کے مطابق ایک مکمل انسان ۲۶ اعناصر اور مرکبات سے مل کر بنتا ہے یعنی جتنے بھی عناصر مل کر کسی مادہ کی تشکیل و تخلیق میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں وہ تمام اجزائے ترکیبی انسانی تخلیق میں بھی کارفرما ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق ؑ اس حوالے سے فرماتے ہیں!

مٹی میں جتنے عناصر موجود ہیں وہی تمام عناصر انسانی جسم میں بھی کم و بیش پائے جاتے ہیں۔

آدم کے لغوی معنی بھورا، مٹیالا، گندمی، سب انسانوں کا باپ، پہلا آدمی جس سے نسل انسانی کا سلسلہ شروع ہو۔

آدم کی تخلیق سے پہلے کائنات میں موجود لاکھوں مخلوقات میں ایک ممتاز مخلوق جن بھی موجود تھی جب جنات نے زمین پر فساد برپا کیا تو اللہ تعالیٰ نے ایک نئی مخلوق بنائی اور اس نئی مخلوق کے پہلے فرد

کا نام آدم بتایا گیا۔

حضرت آدم علیہ السلام کو ابو البشر، اولین انسان و پیغمبر، خلیفۃ الارض، آج کی دنیا کے تمام لوگوں کے باپ، مسجودملائکہ اور مقلب بہ صفی اللہ بھی کہاجاتا ہے۔ لفظ آدم خاص حضرت آدم کے لئے منسوب ہو کر اسم معرفہ کے طور پر استعمال کیاجاتا ہے مگر بعض اوقات مورث اعلیٰ کے طور پر بھی اور نسل انسانی کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے یہ سریانی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی مٹیالے رنگ کے ہیں۔

امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں آدم کو آدم س لئے کہا گیا سے عقل و فہم دے کر تمام مخلوقات پر فضیلت دی گئی۔[۴]

آدم کے معنی فضیلت کے کیونکہ آدم میں مختلف عناصر اور متفرق قوی لا کھے گئے۔

ادمۃ کے معنی قرابت، موافقت، محبت، مودت اور مل جل کر رہنے کی صلاحیت ہے۔[۵]

ابن ورید کے مطابق یہ لفظ ادمۃ' سے نکلا ہے، جس کے معنی گندمی کے ہیں۔

امام راغب اصفہانی کے نزدیک ادمۃ کے معنی ملانے جلانے کے ہیں بعض علماء کے نزدیک آدم کا لفظ 'ادیم' سے نکلا ہے جس کے معنی سطح زمین کے ہے، عبرانی زبان میں آدم کا لفظ انسان اور بنی نوع انسان کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ آدم کا لفظ جدامجد اور نوع انسانی دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں آدم کا لفظ ۲۵ مرتبہ آیا ہے اور حضرت آدم کا قصہ قرآن کریم کی ۹ سورتوں پر محیط ہے آدم اور حوا کو بلاشر کت غیرے جنت کے ایک بڑے اور عظیم الشان رقبے پر اختیارات حاصل تھے جنت ایک ایسا مقام ہے کے جس کے رقبے کا تعین انسانی عقل سے ماوراء ہے یعنی اس کی حدود لامتناہی ہے جس میں بے شمار نعمتیں اور طویل و عریض باغات کا ایک نا ختم ہونے والا سلسلہ بھی ہے اس میں طرح طرح کے خوبصورت اور تناور درخت جو مختلف پھولوں اور میووں سے لدے ہوئے ہیں اور جس میں خوش الحان پرندے اللہ کی عظمتوں کے گیت گاتے پھرتے ہیں پانی کی خوبصورت آبشاریں اور نہریں جس میں دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا پانی ہر

وقت رواں دواں ہے یہ دل آویز جنت آدم اور حوا کے لئے آراستہ کی گئی لیکن اللہ تعالی نے اس کے ساتھ ساتھ ایک حکم بھی صادر فرما دیا!

وَقُلْنَا يَآ اٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْـهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۔٦

ترجمہ۔ہم نے حکم دیا اے آدم تو اور تیری بیوی دونوں جنت میں رہو اور اس میں سے جہاں سے بھی چاہو بافراغت کھاؤ لیکن اس درخت کے پاس نہ جانا ورنہ تم ظالموں میں ہو جاؤ گے۔

قرآن کریم نے اس مخصوص درخت کا نام نہیں لیا لیکن شیطان کے بہکاوے میں آ کر آدم اور حوا نے اس درخت کا پھل کھا لیا، آدم اور حوا سے ناچاہتے ہوئے یا بھول سے حکم خداوندی کی نافرمانی ہو گئی لہذا جنت کی فضاؤں نے اس نافرمانی کے جرم میں آدم اور حوا کو مسترد کر دیا اور جس جنت کے وہ دونوں بلا شرکت غیرے مالک تھے وہ جنت ان سے چھین لی گئی اور انھیں زمین پر بھیج دیا گیا، جنت کی آزاد فضا زمان و مکان کی حد بندیوں سے آزاد اور ماورا تھی جبکہ دنیا میں زمان و مکان کی قید اور پابندیاں ہیں تو معلوم یہ ہوا کے آدم اور حوا کو ان کی نافرمانی کی سزا میں زمان و مکان کی قید میں مقید کر دیا گیا اس حوالے سے رومی کہتے ہیں روحانی زندگی کو مصفی اور محفوظ رکھنے کے لئے مسلسل احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے آدم کو دیکھو ذرا سی لغزش کی(گندم کھا کر جنت سے نکلنے کا مطلب یہ ہے کے کچھ لوگ ممنوع رزق اور روٹیوں کی خاطر روحانی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں) اور جنت سے نکال دئے جاتے ہیں آپ مزید کہتے ہیں راہ خدا پر چلنا کوئی آسان کام نہیں یہ انتہائی درجے کی مضبوط قوت ارادی، مستقل مزاجی بہادر اور شجاع لوگوں کا کام ہے، جو بلند مقاصد کے حصول کے لئے مشکلات کا مردانہ وار مقابلہ کرتے ہیں جبکہ سست عناصر شیر خدا نہیں بنتے ہیں۔

بقول اقبال! لوگ آساں سمجھتے ہیں مسلماں ہونا۔ ۷

مقام انسانیت کی وضاحت میں رومی کہتے ہیں تمام تصوف عالیہ کا لب لباب یہ ہے کے خدا انسان کے اندر موجود ہے لیکن انسان کی بے بصری نے اس کو محجوب کر رکھا ہے خدا کو خارج میں ڈھونڈنے

کی ضرورت نہیں اگر انسان اپنی خودی کی لامتناہی ممکنات اور اس کی لامحدود قوتوں سے آگاہ ہو جائے تو اس جہان میں بھی کوئی محتاجی محسوس نہ ہو۔

ایک مقام پر آپ نفس اور جسم کی وضاحت کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں انسان کی صورت اور ساخت تو جسمانی ہے لیکن اس کی ماہیت روحانی ہے۔ انسان دو عالمین میں بیک وقت زندگی گزارتا ہے ۔۱۔عالم مادی۔۲۔عالم روحانی۔

عالم روحانی زمان و مکان کی قید سے آزاد اور ماوراء ہے آپ کہتے ہیں جس طرح سے انسان عمر کی ایک منزل سے دوسری منزل تک آتے آتے بدل جاتا ہے یہاں تک کہ اس کی غذا بھی بدل جاتی ہے یعنی (بچہ دودھ پیتا ہے لیکن بتدریج ٹھوس غذا پر آجاتا ہے) بالکل اسی طرح سے اس کی عقلی اور روحانی ترقی بھی بتدریج ہوتی ہے جبکہ روحانی ترقی کے ہر درجے میں اس کی غذا کو لازمی بدل جانا چاہئے۔۸؎

انسان کو اس دنیا میں ایک مرکزی حیثیت حاصل ہے اور اس کو دیگر مخلوقات پر شرف اور فوقیت بھی حاصل ہے انسان مکلف ہے اس کے حواس دیگر دو مخلوقات یعنی فرشتوں اور جنات کے مقابلے میں کمزور ہیں دیگر مخلوقات کی طرح انسان کی بھی جسمانی خدوخال، اعضاء اور شکل وصورت ہے۔جیسے انسان کی مخروطی آنکھیں، کھڑی ناک اور گول یا کتابی چہرہ ہوتا ہے عام طور پر قد پانچ یا چھ فٹ تک دراز ہوتا ہے انسان مرکب لہروں کا مجموعہ ہے لہٰذا اس کے جسم میں دہری برقی رو دوڑتی ہے اس کو غذا کی ضرورت ہوتی ہے اور اس کی غذا کا انحصار اناج، پھول، پتے، گوشت اور پانی پر ہے یہی نہیں بلکہ وہ ایک گھنٹے میں اندازاً تین میل کی مسافت بھی طے کر سکتا ہے۔

ھبوط آدم

ھبوط آدم سے متعلق ارشاد خداوندی ہے!

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِىَ اٰدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا۔۹؎

ترجمہ۔ ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی اور ان کو زمین اور دریاؤں میں سواری دی اور پاکیزہ رزق عطا کیا اور اپنی کئی مخلوقات پر اسے فضیلت دی۔

انسان کو اللہ تعالی نے اس روئے زمین پر اہم ذمہ داریوں کے ساتھ بھیجا ہے۔

قرآن کریم میں جہاں حضرت آدم کو روئے زمین پر اتارنے کا ذکر کیا گیا ہے وہاں لفظ 'ھبوط' کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے 'ھبوط' کو بعض لوگوں نے Fall (اترنے) سے بھی تعبیر کیا ہے

امام راغب اصفہانی نے اس کے معنی مجبوراً اترنے کے لکھے ہیں یعنی ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف تبدیلی جبکہ دوسری حالت پہلی حالت کے مقابلے میں کچھ کم ہو۔ ۱۰؎

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

وَ قُلْنَا اهْبِطُوْا ۔ ۱۱؎

ترجمہ۔ ہم نے کہا! سب نیچے اترو۔

اس آیت کی تفسیر میں ڈاکٹر حمید اللہ کہتے ہیں اترنے کا لفظ بعض مغربی مصنفین نے Fall کے نام سے کیا ہے کیونکہ انھوں نے بائبل اور تورات کی روشنی میں اس کو دیکھا اور یہ سمجھا کہ اللہ تعالی نے حضرت آدم اور حوا کو گویا سزا کے طور پر جنت سے نکالا لیکن قرآن کریم کے مطالعے سے ہمیں حضرت آدم اور حوا کے حوالے سے کہیں بھی سزا کا تصور نظر نہیں آتا اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ تخلیق آدم سے قبل ہی اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا!

وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ۔ ۱۲؎

ترجمہ۔ میں زمین میں اپنا ایک نائب پیدا کرنے والا ہوں۔

حضرت آدم کی پیدائش سے قبل ہی زمین پر ان کی خلافت یعنی خلیفہ فی الارض کے منصب کی نشاندھی اور فیصلے کا تعین ہو چکا تھا پھر اللہ تعالی نے فرمایا! اهْبِطُوْا ۔ ترجمہ۔ اترو۔

یہاں ڈاکٹر حمید اللہ کہتے ہیں جب انسان کسی جگہ کا سفر اختیار کرتا ہے اور اس کی منزل آجاتی ہے تو اس کو اترنا ہی ہوتا ہے جیسے کہ ہم کراچی سے مکہ اترے قرآن کریم میں کئی مقامات پر 'ھبوط' کا

لفظ کسی ذمہ داری کوانجام دینے کے لئے استعمال کیا گیا ہے اس کو ہم چارج دینے کے سیاق میں بھی استعمال کر سکتے ہیں حضرت نوح کے لئے قرآن کریم میں ارشاد ہوا!

قِيْلَ يَا نُـوْحُ اهْبِطْ بِسَلَامٍ مِّنَّا وَبَـرَكَاتٍ عَلَيْكَ وَعَلٰى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ۚ وَاُمَمٌ سَنُـمَتِّعُهُمْ ثُـمَّ يَمَسُّهُـمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْـمٌ۔۱۳؎

ترجمہ۔ ہم نے حکم دیا ئے نوح ہماری طرف سے سلامتی کے ساتھ اور ان برکتوں کے ساتھ اترو، جو تجھ پر اور تیرے ساتھ والے لوگوں پر ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم بنی اسرائیل کو ہدایت دی!

اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُـمْ ۔۱۴؎

ترجمہ۔ کسی شہر میں جا کے اترو تو وہاں تمھیں وہ چیزیں ملیں گی جو تم مانگتے ہو۔

ھبوط کو ہم کسی جرم یا سزا کے سیاق میں نہیں بلکہ اس کو حضرت آدم کی تکریم و رذمہ داریوں کے ساتھ تشریف آوری سے موسوم کریں گے کیو نکہ قرآن کریم میں ایسا کوئی تصور سرے سے موجو دہی نہیں جس کے نتیجے میں انسان کے وجود کو جرم یا سزا کا مرتکب جانا جائے۔

دنیا میں انسان کو بھیجے جانے کے پیچھے عظیم مقاصد ہیں۔

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی!

اَفَحَسِبْتُـمْ اَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ۔۱۵؎

ترجمہ۔ کیا تمھارا یہ گمان ہے کہ ہم نے تمھیں یونہی بے کار پیدا کیا ہے؟ اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے؟

اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْـرَكَ سُدًى۔۱۶؎

ترجمہ۔ کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ اسے یونہی بے کار چھوڑ دیا جائے گا؟

اَمْ حَسِبَ الَّـذِيْنَ اجْتَـرَحُوا السَّيِّئَاتِ اَنْ نَّجْعَلَـهُـمْ كَالَّـذِيْنَ اٰمَنُـوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۙ سَوَاۤءً مَّحْيَاهُـمْ وَمَمَاتُهُـمْ ۚ سَاۤءَ مَا يَحْكُمُوْنَ۔۱۷؎

ترجمہ ۔ کیاجولو گ برے کام کرتے ہیں ان کا یہ گمان ہے کے ہم ان کو ان لو گوں کی مثل کر دیں گے جو ایمان لائے ہیں اور انھوں نے نیک کام کئے ان کا مرنا اور جینا برابر ہو جائے گا ؟
یہ بہت برا فیصلہ ہے جو وہ کر رہے ہیں ۔
لَا يُسْاَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَ هُمْ يُسْاَلُوْنَ ۔۱۸؎

ترجمہ ۔ اللہ جو کرتا ہے اس سے متعلق سوال نہیں کیاجائے گا لیکن لو گوں سے سوال کیاجائے گا ۔

خلیفہ فی الارض

ابن فارس کے مطابق !لفظ خلیفہ کے تین بنیادی معنی ہیں۔
۱۔ ایک چیز کا دوسری چیز کے بعد آنا اور اس کی جگہ لے لینا۔
۲۔ آگے کی ضد یعنی پیچھے۔
۳۔ تغیرو تبدل خلفۃ ان پتوں کو بھی کہتے ہیں جو کے پت جھڑ کے بعد درخت پر نکلیں ایک دوسرے کے بعد آنے اور ان کی جانشینی کے لئے بھی خلفۃ استعمال کیاجاتا ہے جیسے کے قرآن کریم میں ہے
ترجمہ ۔وَ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا
ترجمہ ۔ اللہ وہ ہے جس نے رات اور دن کو اس طرح سے بنایا کے ایک کے بعد دوسرا آتا ہے۔
۱۹؎ اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!
وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ؕ قَالُوْۤا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَ یَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَ نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَ نُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۔۲۰؎

ترجمہ ۔ جب تیرے پروردگار نے فرشتوں سے کہا میں زمین میں اپنا ایک خلیفہ پیدا کرنے والا ہوں ، فرشتوں نے کہا کیا تو زمین میں ایسے شخص کو نائب بنانا چاہتا ہے جو فساد پھیلائے اور خون بہائے حالانکہ ہم تیری حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرتے اور تیری پاکی بیان کرتے ہیں ، فرمایا میں جو کچھ جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے ۔

اس آیت میں موجود لفظ 'خلیفہ' کا ترجمہ نائب یا قائم مقام کے کیا جاتا ہے جو ایک غلط ترجمہ ہے کیونکہ قرآن کریم میں حضرت آدم کو کہیں بھی خلیفۃ اللہ (اللہ کا خلیفہ) نہیں کہا گیا بلکہ انھیں خلیفۃ فی الارض کہا گیا یعنی اللہ کی زمین پر خلافت کی ذمہ داری ادا کرنے والا خلیفۃ کی جمع ہے خلفاء یا خلائف ہے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر گئے تو انھوں نے اپنے بھائی ہارون سے کہا
وَقَالَ مُوْسٰی لِاَخِیْهِ هَارُوْنَ اخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ ۔ ۲۱ ۔
ترجمہ۔ میری غیر موجودگی میں میری قوم کے جانشین بنو۔
قابل غور نکتہ ہے کہ کوئی شخص کسی کی موجودگی میں خلیفہ نہیں بن سکتا بلکہ اس کی عدم موجودگی میں خواہ وہ زندہ ہو یا مر چکا ہو خلافت کی ذمہ داری نبھا سکتا ہے اس کی جانشینی یا اس کی جگہ لے سکتا ہے انگریزی زبان میں اس کے لئے Successor کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے ذات باری تعالیٰ ہر جگہ اور ہمہ وقت موجود ہے اور کسی اعتبار سے بھی اس کی غیر موجودگی ثابت نہیں لہٰذا یہ تصور ہی سراسر باطل ہے کیونکہ جو خود بہ نفس نفیس موجود ہو گا پھر اس کے خلیفہ کے کیا معنی؟ حضرت ابو بکر صدیق ؓ خلیفۃ اللہ نہیں بلکہ خلیفۃ الرسول تھے یعنی رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد انھوں نے ان ﷺ کی جانشینی کے فرائض ادا کئے بیعت خلافت کے بعد کسی نے آپ کو خلیفۃ اللہ کہہ کر پکارا تو آپ نے کہا میں خلیفۃ اللہ نہیں بلکہ میں خلیفۃ الرسول ﷺ ہوں۔ ۲۲ ۔
لہٰذا یہ بات طے ہو گئی کہ انسان اس دنیا میں اللہ کی جانشینی کے لئے نہیں بلکہ اللہ کے قائم کردہ قاعدے قوانین کے مطابق زندگی بسر کرنے اور ان قوانین کو اللہ کی زمین پر نافذ کرنے کے لئے آیا ہے اگر آدم علیہ السلام کو خلیفۃ فی الارض کہا گیا ہے تو وہ صرف اسی لئے کہا گیا کہ وہ دنیا میں اپنے سے پہلی مخلوق کی جانشینی کی ذمہ داری نبھانے آئے ہیں۔
اب جہاں تک نیابت کا تعلق ہے تو اس کے معنی اختیارات کو تفویض کرنا یعنی Power Delegate کرنا کائنات کا کل اختیار و اقتدار صرف اور صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے اور دنیا میں کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں جس کو خدائی اختیارات یعنی

Divine Rights حاصل ہوں لہٰذا یہ بات طے ہو گئی کے چاہے انسان اس دنیا اور کائنات میں ترقی کے کتنے ہی منازل طے کیوں نہ کر لے لیکن اس کو کسی بھی مقام پر قوانین الٰہی کے اختیارات تفویض نہیں کئے گئے ہیں۔ اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ ۔ ۲۳؎

ترجمہ۔ جب تیرے پروردگار نے فرشتوں سے کہا میں گارے (طین) سے ایک بشر پیدا کرنے والا ہوں۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ ۲۴؎

ترجمہ۔ تو (فرشتوں) نے کہا کیا آپ زمین میں ایسوں کو بسائیں گے جو اس میں فساد اور خونریزی کریں گے؟ حالانکہ ہم آپ کی تعریف کے ساتھ تسبیح و تقدیس بھی کرتے ہیں فرمایا جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَی الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۔ ۲۵؎

ترجمہ۔ (اللہ) نے آدم کو تمام نام بتادئے پھر ان چیزوں کو فرشتوں پر پیش کر کے فرمایا مجھے ان چیزوں کے نام تو بتاؤ؟ اگر تم اپنے دعوی میں سچے ہو؟

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ۔ ۲۶؎

ترجمہ۔ (فرشتے) بولے آپ پاک ہیں ہمیں اس سے زیادہ کچھ علم نہیں، جتنا آپ نے ہمیں سکھا دیا کچھ شک نہیں کے آپ ہی جاننے والے اور حکمت والے ہیں۔

قَالَ یٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ

تَكْتُمُوْنَ ۔۲۷؎

ترجمہ۔(اللہ) نے فرمایااے آدم انھیں ان چیزوں کے نام بتاؤ،جب آدم نے انھیں ان چیزوں کے نام بتائے تو (اللہ) نے فرمایا کیامیں نے تم سے نہیں کہاتھامیں آسمان اور زمین میں چھپی باتیں جانتاہوں اور وہ بھی جانتاہوں جو تم ظاہر کرتے ہو اور وہ بھی جانتاہوں جو تم چھپاتے ہو۔

اس نظریے کے تجزیے میں شیخ شمس الدین عظیمی فرماتے ہیں !اللہ تعالی کی عظمت و ربوبیت اور خالقیت کے اظہار کے لئے ضروری تھاکے کوئی مخلوق ایسی ہو جو حکمت کا ئنات کے رموز سے واقف ہو اور واقفیت کے لئے لازم تھاکے مخلوق ان صفات کی حامل ہو جو کائنات کی تخلیق میں کام کر رہی ہیں ،اس مقصد کے لئے اللہ نے انسان کو اپنی صفات پر تخلیق کیااور اسے ان صفات کا علم عطا کر کے خلافت اور نیابت سے سرفراز کیا۔۲۸؎

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیَ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۔۲۹؎

ترجمہ۔بے شک ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا ہے۔

اسی حوالے سے ایک حدیث نبوی ﷺ ہے حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی کی صورت کو برا مت کہو کیونکہ ابن آدم کو اللہ تعالی نے اپنی صورت پر پیدا فرمایا۔

حضرت ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں ،رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!اللہ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا ہے۔۳۰؎

مندرجہ بالا احادیث نبوی ﷺ کے تناظر میں اللہ نے انسان کو اپنے ہی پرتو پر پیدا کیا ہے اور تمام انسان بھی خرد(Intellect) خوش گفتار Power of Speach) اور آزاد رضا (Free Will) کے حامل ہیں تاہم یہ صفات صرف انسانوں کو ہی ودیعت کی گئی ہیں کسی اور مخلوق کو نہیں کیونکہ انسان تخلیقی ہستی ہے جبکہ ارتقاء اس کا فطری تقاضہ۔

اقبال کہتے ہیں جب انسان اپنے گردو پیش کی قوتوں میں کشش محسوس کرتا ہے تو وہ ان کو اپنی ضروریات کے مطابق ڈھالنے کی قوت بھی رکھتا ہے جب وہ قوتیں اس کے لئے سدراہ بن جاتی ہیں تو وہ اپنے باطن کی گہرائی میں ایک بہت وسیع دنیا تعمیر کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے جس میں وہ لا محدود مسرت اور روحانی فیضان محسوس کرتا ہے اس کا مقدر بہت کٹھن او روجود بہت کمزور بالکل گلاب کی پنکھڑی کی مانند ہے اس کے باوجود کوئی بھی حقیقت اتنی طاقتور، اتنی ولولہ خیز اور اتنی خوبصورت نہیں جتنی انسان کی روح چنانچہ اس کے انسان ہونے کی گہرائی میں (جیسا کے قرآن نے تصور دیا) یک تخلیقی حرکت اور ایک ابھرتی ہوئی روح ہے جو ارتقاء کے عمل میں ایک کیفیت سے دوسری کیفیت کی جانب پرواز کرتی ہے اور انسان کے لئے مقسوم ہے کے وہ کائنات کے ارتقاء میں اپنی تقدیر کی تشکیل بلکہ کائنات کی تکمیل و ترقی میں اپنا کردار ادا کرے اس کے ساتھ ساتھ وہ کائناتی قوتوں کے ساتھ مطابقت پیدا کرتے ہوئے انھیں اپنا مطیع و فرمانبردار بھی بنائے جس کے نتیجے میں اللہ بندے کا مددگار بن جائے گا بشرطیکہ انسان اپنے اندر اس کی ابتداء کی جراءت پیدا کر سکے۔۳۱؎

بقول اقبال!

خودی کی جلوتوں میں مصطفائی　　خودی کی خلوتوں میں کبریائی
زمین و آسمان و کرسی و عرش　　خودی کی زد میں ہے ساری خدائی۔۳۲؎

انسان کی پیدائش کے طریقے

قرآن کریم میں انسان کی پیدائش کی چار طریقے مذکور ہیں۔

۱۔پہلا طریقہ

آدم کو اللہ تعالی نے مٹی سے پیدا کیا اس کا مٹی کا ایک پتلا بنایا اور اس میں اللہ نے اپنی روح پھونک دی۔ ارشاد خداوندی ہے!

ثُـمَّ سَوَّاهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ۔ ۳۳؎

ترجمہ۔ پھراس نے انسان کوٹھیک کیااوراس میں اپنی روح پھونک دی۔

۲۔دوسراطریقہ

آدم کے وجود سے حوا کا پیدا کیاجانا۔ارشادخداوندی ہے!

يَآ اَيُّـهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّـذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْـهَا زَوْجَهَاوَبَثَّ مِنْـهُمَارِجَالًاكَثِيْـرًاوَّنِسَآءً ۔۳۴؎

ترجمہ۔لوگواپنے رب سے ڈرو جس نے تم کوایک جان(آدم) سے پیدا کیااوراسی جان سے اس کا جوڑا(حوا کو)بنایااوران دونوں سے بہت سے مرداورعورتیں پھیلائیں۔

۳۔تیسراطریقہ

حضرت عیسیٰ کی بغیرباپ کی پیدائش۔ارشادخداوندی ہے!

وَمَرْيَـمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِىَ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا ۔۳۵؎

ترجمہ۔عمران کی بیٹی مریم جس نے اپنی پاک دامنی کی حفاظت کی تھی، سوہم نے اس کے چاک گریبان میں اپنے پاس سے روح پھونک دی۔

وَالَّتِىَ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْـهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنَاهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعَالَمِيْنَ ۔۳۶؎

ترجمہ۔(مریم) کویاد کرو جس نے اپنی عزت کی حفاظت کی اورہم نے اس میں اپنی روح پھونک دی اوراس کواوراس کے بیٹے کوتمام عالمین کے لئے نشانی بنادیاہے۔

۴۔چوتھاطریقہ

عام انسانوں کی پیدائش کاطریقہ جس میں والدین ہوتے ہیں پھران کی اولادیں وغیرہ۔

ارشادخداوندی ہے!

يَآ اَيُّـهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّـذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْـهَا

زَوْجَهَاوَبَثَّ مِنْـهُمَارِجَالًاكَثِيْـرًاوَّنِسَآءً ۔۳۷؎

ترجمہ۔ان دونوں(آدم وحوا)سے بہت سے مرد و عورت دنیامیں پھیلا دئے گئے۔

ایک تحقیق کے مطابق دنیامیں ہر سیکنڈ میں(۴)بچے پیدا ہوتے ہیں اور ہر منٹ میں تقریباً (۲۵۰ سے ۲۴۰)تک بچوں کی پیدائش عمل میں آتی ہے اسی طرح سے ہر گزرنے والے گھنٹے میں تقریباً(360,000)بچے دنیامیں آتے ہیں۔ایکولوجی گلوبل کے مطابق ایک سال میں تقریباً (۱۳۰)ملین بچے دنیامیں پیدا ہوتے ہیں۔

مٹی سے انسان کی تخلیق

انسان کی تخلیق میں بنیادی عنصر مٹی ہے اللہ نے تمام انسانوں کی تخلیق مٹی سے فرمائی ہے۔

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۔۳۸؎

ترجمہ۔ہم نے انسان کو سڑی ہوئی مٹی کے سوکھے گارے سے بنایا۔

اِذْقَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَآئِكَـةِ اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَـرًا مِّنْ طِيْنٍ ۔۳۹؎

ترجمہ۔(ہم نے)فرشتوں سے کہامیں مٹی سے ایک انسان بنانے والا ہوں۔

يَآ اَيُّـهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُـمْ فِیْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُـمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ۔۴۰؎

ترجمہ۔ہم نے تمھیں مٹی سے پیدا کیااور پھر نطفے سے۔

انسان کی تخلیق میں مٹی بحیثیت غالب عنصر کے موجود ہے اور قرآن کریم نے خود مختلف مقامات پر اس کی نشاندہی فرمائی ہے۔

۱۔تراب:

تراب سے مراد خاک ہے۔اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

اٰدَمَ خَلَقَه مِنْ تُرَابٍ ۔۴۱؎

ترجمہ۔(انسان) کو ہم نے مٹی (تراب) سے بنایا۔

۲۔طین:

طین مٹی اور پانی سے تیار کیا ہوا گارا۔اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ۔۴۲

ترجمہ۔انسان کی پیدائش کو مٹی (طین) سے شروع کیا۔

۳۔طین لازب:

طین لازب۔لیس دار گارا کافی دیر پڑے رہنے سے مٹی میں جو لیس پیدا ہوتا ہے۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

اِنَّا خَلَقْنَاهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ۔۴۳

ترجمہ۔بے شک ہم نے انسان کو لیس دار مٹی (طین لازب) سے بنایا۔

۴۔حماٍ مسنون:

حماً مسنون وہ لیس دار گارا جس میں بدبو پیدا ہو جائے عربی زبان میں حماٍ اس سیاہ کیچڑ کو کہتے ہیں جس کے اندر بدبو پیدا ہو جائے۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۔۴۴

ترجمہ۔میں، بدبودار مٹی کے سوکھے ہوئے گارے (حماً مسنون) سے ایک بشر پیدا کر رہا ہوں۔

۵۔صلصالٍ من حماٍ مسنون کالفخار:

صلصالٍ من حماٍ مسنون کالفخار وہ سڑا ہوا گارا جو سوکھنے لے بعد پکی ہوئی مٹی کے ٹھیکرے جیسا ہو جائے۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۔۴۵؎

ترجمہ ۔انسان کو(ہم نے) ٹھیکری جیسے سوکھےاور سڑے ہوئے گارے سے بنایا۔

بشر:

بشر ۔ مٹی سے تخلیق شدہ انسان جس میں اللہ نے اپنی روح پھونک دی۔

حضرت امام جعفر صادق ؑ فرماتے ہیں انسانی جسم میں وہ تمام اجزااور عناصر پائے جاتے ہیں جو کے مٹی میں موجود ہیں اگرچہ ان عناصر کی انسانی جسم میں مقداروں کا فرق ممکن ہے سائنسدانوں نے تحقیق سے یہ ثابت کیاہے کے مٹی میں کل عناصر کی تعداد (102) سے زائد ہے، امام جعفر صادق ؑ نے مزید فرمایاکے انسانی جسم میں چار عناصر سب سے زیادہ ہیں، آٹھ عناصر کم اور آٹھ عناصر بہت معمولی مقدار میں پائے جاتے ہیں۔

سائنسدانوں نے اپنی تحقیق سے یہ ثابت کیاہے کے وہ چار عناصر جو انسانی جسم میں سب سے زیادہ ہیں وہ یہ ہیں۔

۱۔آکسیجن ۲۔کاربن ڈائی آکسائیڈ۔ ۳۔ہائیڈروجن ۔۴نائٹروجن۔

وہ آٹھ عناصر جو انسانی جسم میں کم ہیں۔

۱۔میگنیشئیم ۔۲۔ سوڈیم ۳۔پوٹاشیئم۔ ۴۔ کیلشئیم ۵۔فاسفورس ۶۔کلورین۔

۷۔سلفر ۸۔آئرن۔

وہ آٹھ عناصر جو انسانی جسم میں بہت معمولی مقدار میں پائے جاتے ہیں۔

۱۔مولیڈیم ۲۔ سیلینئیم ۳۔فلورین۔ ۴۔کوبالٹ۔ ۵۔میگنیز ۶۔تانبا۔

۷۔آیوڈین ۸۔زنک۔

مندرجہ بالاعناصر کی انسانی جسم میں شناخت اور مقدار کا تعین کوئی ایک دو دن کا کام نہیں بلکہ اس کام کا سہرا فرانسسی اور آسٹرین سائنسدانوں کے سر ہے جنھوں نے اس کام کا آغاز اٹھارہویں صدی عیسوی میں پوسٹ مارٹم کے ذریعے کیاپوسٹ مارٹم کی راہ میں بھی کئی مذہبی

رو کاوٹیں حائل تھیں جبکہ مشرقی ممالک میں تو ایک عرصے تک اس کا کوئی رواج نہ تھا دوسری جانب یورپین ممالک میں آرتھوڈکسی کیتھولکی اور پروٹسٹنٹ فرقے بھی پوسٹ مارٹم کے سخت مخالف تھے

حضرت امام جعفر صادقؑ نے صدیوں پہلے انسانی جسم میں ان اجزا کی مقدار کا درست تعین فرما دیا تھا تاہم سائنسدان برسوں کی تحقیق کے بعد اس نتیجے پر پہنچے۔

اب دنیا میں پایا جانے والا کوئی بھی انسان جس کا تعلق کسی بھی رنگ و نسل، ملک اور قوم سے ہو چاہے وہ سفید فام ہو یا سیاہ فام قدرت نے اس کے جسم میں عناصر کی مقدار اسی طرح سے قائم فرمائی ہے جو کے اوپر بیان کئے جا چکے۔

انسانی مزاج یعنی (افتاد طبع)

دنیا کا ہر انسان مختلف طبیعت اور مزاج کا مالک ہوتا ہے کچھ لوگوں کے مزاج میں نرمی، تحمل، احساس ذمہ داری، صلح جوئی، نفاست پسندی، ایمانداری دیانت داری، سچائی، عہد وفا کی پاسداری، وقت کی پابندی، پاکی، گفتگو کے بہترین آداب، بہترین اخلاق اور نہایت منکسر المزاجی پائی جاتی ہے تاہم اس کے برعکس کچھ لوگ نہایت درشت مزاج، جلدباز، منتقم المزاج، جھگڑالو، بے ترتیب، بداخلاق، جھوٹے، بدعہد، چالاک و مکار، بے ایمان، ناپاک اور وقت کو دونوں ہاتھوں سے ضائع کرنے والے نہایت غیر ذمہ دار ہوتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! لوگ معدنیات کی طرح مختلف مزاج کے ہوتے ہیں۔ ۴۶

حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی فرماتے ہیں دنیا کے کسی بھی خطے میں جو بھی دھات (یا معدنیات) پائی جاتی ہے اس کا بنیادی عنصر مٹی ہے بس مٹی اپنی شکل و صورت بدلتی رہتی ہے کہیں انسان، جانور، پرندے، پودے، درخت، جنگل، پہاڑ، بیابان، اور صحرا کی شکل میں جلوہ گر ہوتے ہیں تو کہیں مختلف ایجادات جیسے برتن، صراحی، مٹکے، گملے، اونچی عمارتوں، گنبد، محراب، منبر، مسجد، مندر، چرچ، بلند مینار، ریل گاڑی، جہاز، سائیکل، ٹھیلہ، ترازو، کرسی اور دروازے کی شکل میں۔

تکریم انسانیت

انسان کے اندر کام کرنے والی روح نہ تو مرد ہوتی ہے اور نہ ہی عورت، روح اللہ کا امر اور اس کی کی مرضی ہے جو مرد اور عورت دونوں کے ہی خاکی وجود میں کام کر رہی ہے

اللہ تعالی فرماتے ہیں کے جب ہم نے آدم کو پیدا کیا تو ہم نے اس کے خاکی وجود میں اپنی روح پھونک دی چنانچہ یہ بات طے شدہ ہے کے مرد ہو یا عورت ان دونوں کہ خاکی وجود میں کام کرنے والی روح دراصل اللہ کا اذن اور اس کی مرضی ہے اور بجا طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کے روحانی اعتبار سے ان دونوں میں ایک جیسی صلاحیتیں کام کر رہی ہیں لہذا عبادت اور ریاضت سے دونوں ہی اللہ کا قرب اور دوستی کو حاصل کر سکتے ہیں تاہم دنیا کی ہر عورت میں 60,000 روحانی صلاحیتیں کام کر رہی ہیں وہ اپنی ان صلاحیتوں کو جان کر اور انھیں استعمال کر کے آسمانی دنیا میں داخل ہو سکتی ہے پھر سائنسی توجیہ کے مطابق ہر انسان کے دماغ میں اندازاً دو کھرب خلیات کام کرتے ہیں۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّـةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ۔ ۱۲۴

ترجمہ۔ جو کوئی بھی نیک اعمال ادا کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو تو ایسے ہی لوگ جنت میں داخل کئے جائیں گے اور ان پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

اللہ تعالی نے عورت کو تخلیق کیا اور معاشرے میں موجود اس کا ہر روپ اللہ تعالی کی صفت خالقیت کا ایک عکس ہے بندہ اس عکس سے حقیقت کی جانب سفر کرتا ہے لیکن یہاں اہم سوال یہ ہے کے کیا عورت اپنے اندر چھپی ہوئی اس انوکھی دنیا اور بے پناہ صلاحیتوں سے واقف ہے؟ اس کا جواب میرے مشاہدے کے مطابق !ناہونے کے برابر ہے کیونکہ اللہ کو شناخت کرنے کے

لئے ضروری ہے کے پہلے انسان اپنے آپ کو شناخت کرے یعنی خود شناسی سے خدا شناسی کا سفر کوئی آسان سفر نہیں جس میں بہت کٹھنائیاں ہیں اور اس کی انتہا بھی نہیں ہے۔

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ۔ ۴۸

ترجمہ ۔ ہم تو تمھاری رگ جان سے قریب تر ہیں ۔

وَفِيَ اَنْفُسِكُمْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۔ ۴۹

ترجمہ ۔ ہم تو تمھارے اندر ہیں کیا تم نہیں دیکھتے ہو۔

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ۔ ۵۰

ترجمہ ۔ جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں پوچھیں تو آپ فرمادیں کے میں بہت قریب ہوں جب وہ مجھے پکارتے ہیں تو میں ان کی پکار کا جواب دیتا ہوں انھیں بھی چاہئے کے وہ (میرا جواب سن کر) مجھے جواب دیں اور یقین رکھیں کے یہی ان کی رشد وہدایت کا باعث ہے۔

وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۔ ۵۱

ترجمہ ۔ تم جہاں کہیں بھی ہوتے ہو وہ تمھارے ساتھ ہوتا ہے اور جو کام بھی تم کرتے ہو اسے وہ دیکھ رہا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے! جس نے اپنے نفس کو پہچانا گویا اس نے اپنے رب کو پہچانا ۔ ۵۲

جب انسان ابھی اس دنیا میں بھیجا بھی نہیں گیا تھا اور اللہ تعالی نے تمام انسانوں کی روحوں کو تخلیق کر لیا تھا یعنی حضرت آدم سے لے کر قیامت کے دن تک کے آخری انسان کی روح بھی تخلیق ہو چکی تو یہ تمام ارواح ایک مقام یعنی عالم ارواح میں مقیم تھیں وہاں یہ کب سے تھیں؟

اور ان کے علاوہ وہاں اور کون کون تھا؟ وہ اس بات سے ناواقف تھیں پھر ایک دن اللہ تعالی نے تمام ارواح کو مخاطب کر کے فرمایا اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ۔ ۵۳؎

ترجمہ۔ کیا میں تمھارا رب ہوں؟

مومنین کی صفات

مومنین درج ذیل صفات کے حامل ہوتے ہیں۔

صابرین:

صبر کرتے ہیں، اللہ کی رضا میں راضی رہتے ہیں اور کسی سے کوئی سوال نہیں کرتے۔

شاکرین:

ہر حال میں اللہ کا شکر کرتے ہیں اور مصیبت اور پریشانی کو اللہ کی نعمت سمجھتے ہوئے ہر حال میں شکر گزار رہتے ہیں۔

عابدین:

ہر وقت اللہ کی یاد میں غرق رہتے ہیں چاہے وہ ذکر قولی، قلبی یا عملی ہو۔

خاشعین:

خاشعین عشق کے اس مقام پر فائز ہوتے ہیں جہاں انھیں ہر وقت یہ دھڑ کا لگا رہتا ہے کے ان سے کوئی ایسا عمل صادر نا ہو جائے جو اللہ کی نا گواری کا سبب ہو۔

صالحین:

صالحین نہایت خلوص نیت سے صرف اور صرف اللہ کی خوشی کی خاطر خلق خدا سے محبت اور ان کی خدمت کرتے ہیں اور نیکی کر کے اس کو بھول جاتے ہیں انھیں اس بات کی قطعاً کوئی پرواہ نہیں ہوتی کے لوگ ان کی نیکیوں کا بدلہ دیتے ہیں یا نہیں۔

متقین:

متقین ہر برائی سے رکتے ہیں اور ہر وقت اپنے نفس اور اس کی خواہشات سے بد ظن رہتے ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق ؑ فرماتے ہیں اپنی خواہشات سے اسی طرح سے ڈرو جس طرح سے تم اپنے دشمنوں سے ڈرتے ہو کیونکہ لوگوں کے لئے ان کی خواہشات سے بڑا کوئی دشمن نہیں ہے۔۷۶۔

حضور قلندر بابا اولیاء فرماتے ہیں متقی انسان پر غیب منکشف ہو جاتا ہے۔

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ۔۵۴۔

ترجمہ۔ متقین وہ ہیں جو غیب پر یقین رکھتے ہیں۔

قانتین:

قناعت کرنے والے، جو مل جائے اس میں خوش رہتے ہیں، کسی سے کوئی شکوہ نہیں کرتے۔

ساجدین:

صرف اللہ کے آگے جھکنے والے یہ کسی باطل کے آگے نہیں جھکتے ان کا اللہ کی ذات پر یقین کامل ہوتا ہے۔

اللہ حالات سے مجبور کر کے تمھیں سجدوں تک لاتا ہے۔

عاشقین:

اللہ کی خاطر بخوشی اپنا سب کچھ لٹانے والے تاہم اللہ بہتر کو دور کر کے تمھیں بہترین سے ملواتا ہے۔

تخلیق انسانی میں مرد و عورت کا کردار

انسانی زندگی میں استحکام کی بنیاد مرد و عورت کے متوازن تعلق پر قائم ہے عورت اور مرد زندگی کا لازم و ملزوم حصہ ہیں جبکہ تخلیق انسانی میں بھی ان دونوں کے اہم کردار سے انکار نا ممکن ہے۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۔۵۵۔

ترجمہ۔ پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا انسان کو علق سے۔

ابن فارس لغات القرآن میں علق کے معنی لکھتے ہوئے یہ کہتے ہیں۔

العلق۔کے بنیادی معنی کسی بلند چیز کے ساتھ کسی چیز کو باندھنا یا وابستہ کر دینے کے ہیں پھر اس سے مراد خون بھی ہے خواہ وہ کسی بھی قسم کا ہو مثلاً تیز سرخ، گاڑھا جما ہوا یا جس کی شکل لوتھڑے کے جیسی ہو جائے۔

العلق۔کے ایک معنی جونک کے بھی ہیں جو کہ کسی جگہ چمٹ جائے اور وہاں سے خون چوسے۔

العلق۔ کے ایک معنی ہر اس چیز کے جس کے ساتھ کسی چیز کو لٹکا دیا جائے۔۵۶۔

مندرجہ بالا معانی کو پیش نظر رکھتے ہوئے گر انسانی پیدائش کا تجزیہ کیا جائے تو کئی حیرت انگیز انکشافات سامنے آئیں گے مثلاً مرد کے نطفے کو سائنسی زبان میں اسپرم(Sperm) جبکہ عورت کے خلیے کو اوویوم(Ovum) کہا جاتا ہے پہلے مرحلے میں اوویوم اور اسپرم کے خلیات آپس میں خلط ملط ہوتے ہیں اس کے بعد DNA کی تقسیم شروع ہوتی ہے تاہم یہ مرحلہ نہایت تیز رفتاری سے انجام پزیر ہوتا ہے ایسا لگتا ہے جیسے کوئی غیر مرئی قوت ان جنیاتی مادوں کو آپس میں ملاتی ہے، باپ کے اسپرم کے 25 کروڑ(25 ملین)خلیات کو ماں کے صرف ایک اوویوم کے مقابل آنا ہوتا ہے یعنی ماں کے اوویوم کو باپ کے اسپرم کے صرف ایک متناسب اور مکمل کرنے والے خلیے کا انتخاب ان 25 کروڑ خلیات میں سے کرنا ہوتا ہے اور ان دونوں یعنی ماں اور باپ کے خلیات کا ملاپ کا عمل صرف اور صرف ایک گھنٹے میں مکمل ہوتا ہے تاہم گر یہ کام کسی انسان کے سپرد کر دیا جائے اور اگر ان میں سے ہر ایک خلیے کی درست جانچ میں صرف ایک سیکنڈ صرف کیا جائے تو اس کام پر پورے دو ماہ کا طویل عرصہ درکار ہو گا مگر ماں کے اوویوم کو نا صرف ان تمام خلیات میں سے درست خلیے کا انتخاب کرنا ہوتا ہے بلکہ اس کو ان تمام خصوصیات کے مطابق نامیاتی مرکب یعنی امینو ایسڈ(Aminio Acid Base) کی بنیاد کا تعین بھی کرنا ہوتا ہے جو ایسی ساز گار فضا پیدا

کر سکے جس میں باہمی ربط کے زاویے قائم ہو سکیں گر چہ اس مقام پر ہم پیچید گی کی اس سطح پر پہنچ جاتے ہیں کے ایک جدید ساز و سامان سے آراستہ لیبارٹری میں 1,000 ماہرین حیاتیات کی خدمات بھی حاصل کر لی جائیں جن کی یہ ذمہ داری ہو کے وہ عنقریب حاملہ ہونے والے اووِیوم اور اس کے گرد ۲۵ کروڑ سپرم کے خلیات کا درست انتخاب کریں تو اس جدید لیبارٹری کو بھی اس کام کو کرنے میں کئی سال لگ جائیں گے لیکن حیرت انگیز امر یہ ہے کے اللہ کی قدرت اس مشکل ، پیچیدہ اور انتہائی وقت طلب کام کو محض ایک گھنٹے میں نہایت کامیابی سے انجام دیتی ہے۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۔۵۷؎

ترجمہ۔ بے شک ہم نے انسان کو مخلوط نطفہ سے پیدا کیا ہے۔

اَمْشَاجٍ ۔ عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں اختلاط یعنی دو چیزوں کا ایک دوسرے سے مل جانا۔

فراء کہتے ہیں، اَمْشَاجٍ ۔ کا مطلب مرد اور عورت کے پانی کا مخلط ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ نے فرمایا! اَمْشَاجٍ کے معنی سفیدی میں سرخی یا سرخی میں سفیدی۔

حضرت ام سلیم ؓ بیان کرتی ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! مرد کا پانی گاڑھا سفید ہوتا ہے جبکہ عورت کا پانی پتلا پیلا ہوتا ہے اب ان میں سے جس کا پانی غالب یا سابق ہوگا بچہ اسی کے مشابہہ ہوگا ۵۸؎

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ بیان کرتے ہیں، مرد کا پانی گاڑھا سفید ہوتا ہے جو عورت کے پتلے پیلے پانی سے اختلاط کرتا ہے تاہم ان دونوں پانیوں سے مل کر ہی بچہ تخلیق پاتا ہے بچے کے پٹھے ہڈی اور قوت مرد کے پانی سے جبکہ اس کا خون، گوشت، اور بال عورت کے پانی سے بنتے ہیں۔

اس انتہائی پیچیدہ عمل کے نتیجے میں ماں اور باپ دونوں کے درست خلیات کا انتخاب ہوتا ہے جس کے نتیجے میں ایک بار آور خلیہ وجود میں آتا ہے جس کو زائیگوٹ Zygote کہتے ہیں زائیگوٹ

Fallopian Tube کے راستے Uterus (رحم مادر) میں داخل ہوتا ہے جہاں وہ Uterus کی دیوار سے چپک کر خون سے توانائی حاصل کرتا ہے قرآن کریم نے اسی کیفیت کو جونک سے تشبیہ دی ہے۔

DNA کیا ہے؟

DNA انسانی خلیات کا ایک بے حد پیچیدہ نظام ہے جس پر سائنسدان عرصہ دراز سے مستقل تحقیق کر رہے ہیں تاہم ہر گزرتے دن کے ساتھ حیران کن شواہد عقل انسانی کو خیرہ کرنے کے لئے کافی ہیں اگر DNA کا بغور جائزہ لیا جائے تو یہ معلوم ہوگا کہ اس میں مزید چار کیمیائی اجزاء بھی پائے جاتے ہیں جن کے نام یہ ہیں۔

1. Guanine. 2. Thymine. 3. Cytocine. 4. Adenine.

ایک سائنسدان ہوٹمر ڈٹ فرتھ کا کہنا ہے یہ از خود نظام ہے جو سائنسدانوں کو بہت کچھ سوچنے پر مجبور کرتا ہے پھر خلیات کا اپنا نظام بھی بے حد پیچیدہ ہے جبکہ آگے چل کر ہدایات کی تقسیم کا نظام تو اور بھی پیچیدگی لئے ہوئے ہے ہر انسان میں تقریباً 100 کھرب خلیات پائے جاتے ہیں اور ہر خلیہ کروموسومز کے 23 جوڑوں پر مشتمل ہوتا ہے یعنی بچے کو 23 کروموسومز ماں کی طرف سے اور 23 کروموسومز باپ کی طرف سے وراثتاً منتقل ہوتے ہیں تاہم یہی کروموسومز نسل در نسل منتقل ہوتے رہتے ہیں اور یوں تقریباً ہر انسان میں 46,000 کھرب DNA یعنی Deoxy Ribonucleic Acid پائے جاتے ہیں جس میں کسی بھی جاندار کے جسمانی عمارت کا مکمل نقشہ درج ہوتا ہے یہ اتنا چھوٹا ہوتا ہے کہ اسے کسی طاقتور خوردبین سے ہی دیکھا جا سکتا ہے لیکن اس نہایت باریک وجود میں اللہ تعالیٰ نے بے شمار پیغامات اور ہدایات درج کی ہیں یہاں بے شمار سے مراد سینکڑوں ہزاروں نہیں لاکھوں اور کروڑوں بھی نہیں بلکہ اس میں کھربوں، در کھربوں معلومات کے عظیم الشان ذخائر پوشیدہ ہیں جن میں شامل ہماری عادات و اطوار، پسند ناپسند ذہنی نفسیاتی اور روحانی کیفیات، مختلف عمروں میں ہونے والی مختلف جسمانی و موروثی

بیماریوں کی مکمل تفصیلات اس میں نہایت تفصیل سے درج ہوتی ہے حتیٰ کے انسانی جسم پر موجود نشانات، تل یا بال کی بھی تفصیلات اس میں موجود ہوتی ہیں سائنسدانوں کے مطابق صرف ایک خلیہ میں موجود ڈی این اے کی تفصیلات کو لکھنے کے لئے اخبار کے ایک لاکھ صفحات درکار ہوں گے یعنی ایک ڈی این اے کو لکھنے کے لئے 3ارب 10 کروڑ الفاظ درج کرنا ہوں گے جبکہ صرف ایک ڈی این اے میں 100 ٹرلین خلیوں کا مکمل خاکہ بھی موجود ہوتا ہے جانداروں کی ہر نوع کا ڈی این اے دوسری نوع سے مختلف ہوتا ہے یہاں تک ایک ساتھ پیدا ہونے والے جڑواں بہن بھائیوں کے ڈی این اے میں بھی حیرت انگیز حد تک فرق نوٹ کیا گیا ہے کیونکہ وہ دونوں بالکل ایک الگ اور مختلف شخصیات ہیں جو دنیا میں چند منٹ کے فرق سے آتو گئے ہیں لیکن دونوں کی زندگی کے تجربات اور معاملات بہر حال ایک دوسرے سے مختلف ہی ہوں گے تاہم مقام حیرت تو یہ ہے کے صرف ایک خلیہ لاکھوں، کروڑوں، اربوں اور کھربوں خلیات میں تقسیم ہو کر بلا آخر ایک انسانی جسم کی شکل اختیار کر لیتا ہے جبکہ ہر خلیے کو یہ معلوم ہوتا ہے کے اسے کس عضو کا حصہ بننا ہے ایک خلیہ سے ۱۰۰ ٹرلین خلیوں کی پیدائش اور از خود ان کی مختلف حصوں میں تقسیم اور الگ الگ ذمہ داریوں کا تعین حیران کن عمل ہے جس کی سائنسدانوں کے پاس کوئی تشریح نہیں ورنہ ہی انھیں یہ معلوم ہے کے کس مرحلے پر ہدایات کی تقسیم کس طرح سے ہوتی ہے تاہم یہ سب اتنے منظم اور مرتب انداز سے ہوتا ہے جس پر عقل انسانی حیران اور ششدر ہے ان اجزاء کو جینیوم کہا جاتا ہے اور ان ہی اجزاء کے الٹ پھیر سے جسم کی عمارت بنتی ہے۔

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

اِنَّا كُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ ۔۵۹

ترجمہ۔ ہم نے تمام چیزوں کو ایک اندازے کے ساتھ پیدا کیا ہے۔

هُوَاللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ۔۶۰

ترجمہ۔ وہی اللہ ہے جو ہر چیز کا خالق اور موجد ہے، وہ صورتیں بناتا ہے اور اس کے اچھے نام

ہیں۔

الَّذِیْٓ اَحْسَنَ کُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ وَ بَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ ۔۶۱ ؎

ترجمہ۔اس نے جو چیز بھی بنائی خوب بنائی۔

قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ وَّ هُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۔ ۶۲ ؎

ترجمہ۔ تو ان سے کہہ دے کے اللہ ہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہ اکیلا ہی سب پر غالب ہے۔

اِعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ قَدْ بَیَّنَّا لَکُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ ۔ ۶۳ ؎

ترجمہ۔ ہم نے اپنی نشانیاں تم پر کھول کھول کر بیان کر دی ہیں تا کہ تم سمجھ سکو۔

ایک ماہر سائنسدان جی جی تھامس نے کہا ہماری زمین پر کل جاندار اشیاء کی تعداد ایک ہزار ملین ہیں تاہم اگر ان تمام اشیاء کی معلومات ڈی این اے کی شکل میں ایک جگہ جمع کی جائیں تو وہ چائے کے ایک چمچ میں آ جائیں گی اور پھر بھی جگہ خالی رہے گی لیکن اس کے برعکس اگر کسی جاندار کے ایک خلیے میں واقع ڈی این اے کی تفصیل معلوم کرنی ہو تو وہ انسائیکلوپیڈیا آف برٹینیکا سے 40 گنا زیادہ طویل اور تفصیل طلب ہوں گی جو اس انسائیکلوپیڈیا جیسی 940 جلدوں میں سما سکیں گی اور جس میں متعدد معلومات کی 5 بلین جزئیات تفصیلاً درج ہوں گی اگر چہ ہر جز کو پڑھنے پر صرف ایک سیکنڈ صرف کیا جائے اور اسے متواتر 24 گھنٹوں تک پڑھا جائے تو اس تفصیل کو پڑھنے میں اندازاً ۱۰۰ برس صرف ہوں گے لیکن اللہ تعالی نے اتنی عظیم معلومات کے ذخیرے کو ایک معمولی خلیے میں چھپا رکھا ہے۔

تخلیق انسانی کی مرحلہ وار ترتیب:

انسان کی تخلیق کسی حیران کن معجزے سے کم نہیں دوسری جانب ہر انسان اپنے اندر ایک مکمل کائنات لئے ہوئے ہیں وہ دوسرے سے الگ اور منفرد ہے اس کا DNA، وقت پیدائش،

خاندان،عزیزواقارب،دوست احباب،زندگی کے تجربات،صحت،موت،زندگی،رکھ رکھاؤ،ذہنی ،دماغی،نفسیاتی اور جسمانی کیفیات الغرض کے ہر شے دوسرے سے الگ اور انفرادیت لئے ہوئے ہے بالفاظ دیگر خالق کائنات کی شان خالقیت سے ایک بار جو شے صادر ہو گئی اب تا قیامت ویسی شے دوبارہ وجود میں نہیں آئے گی یہاں صرف انسان زیر بحث نہیں بلکہ کائنات کی ہر شے اپنا ایک الگ وجود اور تشخص رکھتی ہے۔

اسی حوالے سے ارشادت خداوندی ہیں!

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ بَلْ اَکْثَرُ ھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۔ ۶۴

ترجمہ۔ سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں لیکن ان میں سے اکثر اس بات کو نہیں جانتے ہیں۔ا

یَآ اَیُّھَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْکَرِیْمِ اَلَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰاكَ فَعَدَلَكَ فِیٓ اَیِّ صُوْرَۃٍ مَّا شَآءَ رَکَّبَكَ کَلَّا بَلْ تُکَذِّبُوْنَ بِالدِّیْنِ ۔ ۶۵

ترجمہ۔ اے انسان کس چیز نے تجھے اپنے رب کریم کی طرف سے دھوکے میں ڈال دیا ہے جس نے تجھے پیدا کیا تجھے نک سک سے درست کیا تجھے متناسب بنایا اور جس صورت میں چاہا تجھے جوڑ کر تیار کر دیا ہرگز نہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کے تم لوگ جزا اور سزا کو جھٹلاتے ہو۔

ہر انسان کے ڈی این اے میں حروف G,T,A اور C کی ترتیب مختلف ہوتی ہے لہٰذا ایک جیسی جسمانی ساخت اور خدوخال کے باوجود تمام انسانوں میں حیرت انگیز انفرادیت پائی جاتی ہے یہاں 'علق' کو سمجھنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

لغات القرآن میں العلق کے ایک معنی کسی چیز سے کسی دوسری چیز کو لٹکا دینا بھی ہے تاہم قابل غور امر یہ ہے کے بچہ ماں کے وجود میں جونک کی طرح رحم مادر سے چپکا یا لٹکا ہوتا ہے نیز اس کا تعلق ماں کی Umbilical Cord سے ہوتا ہے Cord کو رسی بھی کہتے ہیں اگرچہ بچہ اپنی ماں کے ساتھ اسی Umbilical Cord کے ساتھ منسلک، چپکا، بندھا ہوا اور لٹکا رہتا ہے اگرچہ ایک ماں کے وجود میں کئی بچے پلتے ہیں لیکن یہ بھی مقام حیرت ہے کے ماں اور اس کے سب بچوں کا بلڈ

گروپ الگ ہوتا ہے ممکن ہے کبھی اتفاق سے کسی بچے کا بلڈ گروپ دوسرے بچے سے مل جائے لیکن عام طور پر ایسا نہیں ہوتا ہے تخلیق کے تمام مراحل میں ماں اور بچے کا خون ایک جھلی کے ذریعے علیحدہ رہتا ہے بچہ اپنی ماں کے خون سے توانائی اور آکسیجن حاصل کرتا ہے لیکن اس تمام عمل کے دوران ایک باریک جھلی درمیان میں حائل رہتی ہے جو دونوں کے خون کو کسی بھی مرحلے پر ملنے نہیں دیتی۔ ایک صحت مند بچہ 30 رب خلیات پر مشتمل ہوتا ہے مگر نشو نما کے دوران 60,000 خصوصیات مسلسل اور محکم صورت میں وقوع پذیر ہوتی ہیں، مثلاً جب خلیات کی تعداد 256 تک پہنچتی ہے تو آنکھ کی پتلیوں کے رنگ اور کان کی کری ہڈی Cartilage کا تعین ہوتا ہے اسی طرح سے زبان کی جلد کی خصوصیات اور گردوں کی خصوصیات خلیہ نمبر 221 کی وجہ سے ممکین ہیں۔

اگر ان کے درمیانی فاصلے میں ایک سینٹی میٹر کے کروڑویں حصے کے برابر بھی غلطی ہو جائے تو انسانی ذہن اور جسم میں شدید نقائص پیدا ہو سکتے ہیں۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى وَالَّذِيْ قَدَّرَ فَهَدٰى ۔۲۶

ترجمہ۔ اے نبی! اپنے رب برتر کے نام کی تسبیح کرو جس نے پیدا کیا اور تناسب قائم کیا جس نے تقدیر بنائی پھر راہ دکھائی۔

حمل کے تیسرے ہفتے میں Zygote،Embryo کی شکل اختیار کرتا ہے جس کا سائز تقریباً دو ملی میٹر ہوتا ہے۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنَاهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ ۔

ترجمہ۔ پھر ہم نے اس نطفہ کو قرار مکین میں رکھا پھر اس نطفہ کو علق کی شکل دی پھر علق کو مضغہ بوٹی

بنا دیا پھر بوٹی کی ہڈیاں بنائی پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھایا پھر اسے ایک دوسری ہی مخلوق بنا کر کھڑا کیا پس بڑا ہی برکت والا ہے اللہ سب کاریگروں سے اچھا کاریگر۔ ٦٧ ۔

یوں آہستہ آہستہ مرحلہ وار تخلیق کے مدارج طے ہوتے جاتے ہیں تاہم چار ہفتے کے Embryo کی ریڑھ کی ہڈی کے مہرے نمودار ہو جاتے ہیں اور اس کے سر کا سائز تقریباً اس کے وجود کے نصف جتنا ہو جاتا ہے، ساڑھے چار ہفتوں کا Embryo روز آنہ ایک ملی میٹر کی رفتار سے نشو نما پاتا ہے چھ ہفتوں کا Embryo تقریباً ایک سینٹی میٹر بڑا ہو جاتا ہے اس دوران اس کے دل کی دھڑکن 140 - 150 مرتبہ فی سیکنڈ ہوتی ہے جبکہ جسم میں خون کی پمپنگ کا آغاز بھی ہو جاتا ہے، آٹھ ہفتوں کے Embryo کی آنکھوں کی سیاہی واضح ہونے لگتی ہے اس کے ساتھ ہی اس کے بازو ہاتھ اور پیر کی نشو نما بھی تیز تر ہو جاتی ہے اس کا جسمانی مدافعتی نظام بتدریج مستحکم ہوتا ہے دوسری جانب خون میں سفید خلیات بھی بننا شروع ہوتے ہیں اس کے ساتھ ہی دماغ بننے کا عمل بھی شروع ہو جاتا ہے جبکہ ہر گزرنے والے منٹ میں ایک لاکھ اعصابی خلیات جیسے نیورانز کہتے ہیں وہ بھی تخلیق ہوتے ہیں Embryo کا حجم بھی تقریباً 4 سینٹی میٹر تک ہو جاتا ہے اس مرحلے میں جنین کا ڈیزائن ورک تقریباً مکمل ہو جاتا ہے آٹھ ہفتوں کے اس Embryo کو طبی اصطلاح میں Fetus کہا جاتا ہے تخلیق کے تیسرے ماہ سے Fetus میں سانس لینے کا عمل اور مختلف غذائی اشیاء کے ذائقے کو محسوس کرنے اور انھیں پسند یا ناپسند کرنے کا عمل بھی شروع ہوتا ہے تخلیق کا چوتھا مہینہ خاصا اہم ہوتا ہے کیونکہ اس دوران ہڈیاں بننے کا عمل شروع ہو جاتا ہے جبکہ چوتھے ماہ سے ہی جنسی اعضاء بھی نشو نما پاتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے!

جب نطفہ پر 42 راتیں گزر جاتی ہیں تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو بھیجتے ہیں جو اس کی شکل و صورت کو بناتا ہے اور اس میں سننے اور دیکھنے کی قوت پیدا کرتا ہے، اس کی جلد، گوشت اور ہڈیاں بناتا ہے پھر فرشتہ اللہ سے پوچھتا ہے اللہ تعالیٰ نر ہو گا یا مادہ؟ اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں وہ فیصلہ فرما دیتے ہیں

پھر فرشتہ پوچھتا ہے اے میرے رب اس کی عمر کتنی ہو گی؟ پھر اللہ تعالی جو فیصلہ چاہتے ہیں فرما دیتے ہیں پھر وہ فرشتہ اللہ سے پوچھتا ہے اے میرے رب اس کا رزق کتنا ہو گا؟ پھر اللہ تعالی جو چاہتے ہیں فیصلہ فرما دیتے ہیں چنانچہ فرشتہ اللہ تعالی کے بتائے ہوئے یہ تمام احکامات کو لکھ لیتا ہے اور اس میں کوئی کمی بیشی نہیں کرتا ہے۔ ۶۸

مندرجہ بالا حدیث نبوی ﷺ کی ترتیب پر تفکر کرنے سے یہ معلوم ہوا کے رسول اللہ ﷺ کی بتائی ہوئی یہ ترتیب عین سائنٹیفک ہے جب انسان کی شکل و صورت، جلد، گوشت اور ہڈیاں بنالی جاتیں ہیں تو اس کے بعد اس کے جنسی اعضاء کو تخلیق کیا جاتا ہے انسان کو سب سے پہلے سماعت کا شعور دیا گیا اس کے بعد بصارت کا شعور منتقل ہوا جبکہ جدید سائنسی تحقیق بھی رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان سے عین مطابقت رکھتی ہے جنین میں سماعت پندرہویں ہفتے میں شروع ہو کر بیسویں ہفتے میں مکمل اور پختہ ہوتی ہے جبکہ ۲۵ ہفتے میں جنین مختلف آوازوں پر ردعمل شروع کرتا ہے تاہم دلچسپ امر یہ ہے کے تمام آوازوں میں سے وہ اپنی ماں کی آواز کو علیحدہ سے شناخت کرتا ہے جبکہ تیز آواز پر وہ سہم جاتا ہے۔

ارشادات خداوندی ہیں!

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۔ ۶۹

ترجمہ ۔ اللہ نے تم کو تمھاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا، اس حالت میں کے تم کچھ بھی نہ جانتے تھے، اس نے تمھیں کان دیئے، آنکھیں دیں اور سوچنے کے لئے دل دیئے اس لئے کہ تم شکر گزار بنو۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِى السَّمَآءِ هُوَ الَّذِىْ يُصَوِّرُكُمْ فِى الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۔ ۷۰

ترجمہ ۔ زمین اور آسمان کی کوئی چیز اللہ سے پوشیدہ نہیں وہی تو ہے جو تمھاری ماؤں کے پیٹ میں

تمھاری جیسی چاہے صورتیں بناتا ہے،اس زبردست حکمت والے کے سوا کوئی اور خدا نہیں ہے۔

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ قَضٰۤی اَجَلًاؕ وَ اَجَلٌ مُّسَمًّی عِنْدَہ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ۱ے

ترجمہ۔ وہی ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر تمھارے لئے زندگی کی ایک مدت مقرر کی اور ایک دوسری مدت اور بھی ہے جو اس کے یہاں طے شدہ ہے مگر تم لوگ ہو کے شک میں پڑے ہوئے ہو۔

وَ هُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِہٖ وَ یُرْسِلُ عَلَیْکُمْ حَفَظَةً حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَ هُمْ لَا یُفَرِّطُوْنَ ثُمَّ رُدُّوْۤا اِلَی اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّؕ اَلَا لَهُ الْحُکْمُ وَ هُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِیْنَ۔ ۲ے

ترجمہ۔ وہ اپنے بندوں پر پوری قدرت رکھتا ہے اور تم پر نگرانی کرنے والے مقرر کر کے بھیجتا ہے یہاں تک کے جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آتا ہے تو اس کے بھیجے ہوئے فرشتے اس کی جان نکالتے ہیں اور اپنا فرض کو انجام دینے میں ذرا کوتاہی نہیں کرتے پھر سب کے سب اللہ کی طرف واپس لائے جاتے ہیں خبردار ہو جاؤ فیصلہ کے سارے اختیارات اسی کو حاصل ہیں اور وہ حساب لینے میں بہت تیز ہے۔

نشو نما کے مراحل سے گزرتے ہوئے جنین خود ساختہ انگوٹھا چوسنا بھی شروع کرتا ہے جو ایک طاقت ور جبلت ہے اگر جنین انگوٹھا نہ چوسے تو پھر دنیا میں آنے کے بعد اس کا ایک دن بھی زندہ رہنا مشکل ہو جائے کیونکہ انگوٹھا چوسنا دراصل ایک نئے تجربے سے روشناس کرواتا ہے اور وہ دنیا میں آنے کے بعد سیال کو نگلنے کا فن سیکھتا ہے اگر غور کیا جائے تو یہ جان کر حیرت ہوتی ہے کے انسان اپنے ہاتھوں کا استعمال ذہنی ارادے کے تحت کرتا ہے وہ دنیا میں آنے کے بعد اپنے ہاتھوں سے نجانے کتنے کام انجام دیتا ہے لیکن دراصل اس نے اپنے ہاتھوں کا استعمال دنیا میں آنے سے پہلے ہی سیکھ لیا تھا اگر وہ انگوٹھا نہ چوسے تو زندگی کی بقا نہ ممکن ہو جائے تاہم بچے کا انگوٹھا چوسنا بھی

اللہ کی عظیم نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۔ ۴۳

ترجمہ ۔ اور تم ہماری کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

انسان کی ابتدا اایک خلیہ سے ہوئی پھر وہ خلیہ بتدریج مختلف مراحل طے کرتے کرتے ایک جیتا جاگتا انسان بنتا ہے دنیا میں آنے سے قبل اس کے تمام جسمانی اعضاء مکمل ہیں جبکہ اس کی مختلف حسیات جن میں سماعت، بصارت، لامسہ، شامہ اور گویائی بھی کافی حد تک پختہ ہیں اور اس کی یاداشت بھی بنیادی نوعیت کی ہے اگرچہ وہ اپنے والدین کی آوازوں کی شناخت کرلیتا ہے نیز وہ غذا لینے کے فن سے بھی بخوبی واقف ہے۔ ۴۴

حوالہ کتب:

۱۔ لغات القرآن۔ غلام احمد پرویز (متوفی۔ ۱۴۰۵ھ)۔ ص۔ ۲۷۵۔ ادارہ طلوع اسلام لاہور۔ ۱۹۵۹ء۔

۲۔ سورۃ البقرہ۔ آیت ۔ ۳۰۔

۳۔ سورۃ السجدہ۔ آیت ۔ ۹۔

۴۔ المفردات۔ علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی (متوفی۔ ۵۰۲ھ)۔ مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ۔

۵۔ لغات القرآن۔ غلام احمد پرویز (متوفی۔ ۱۴۰۵ھ)۔ ص۔ ۲۱۴۔ ادارہ طلوع اسلام لاہور۔ ۱۹۵۹ء۔

۶۔ سورۃ البقرہ۔ آیت ۔ ۳۵۔

۷۔ تشبیہات رومی۔ خلیفہ عبدالحکیم ص۔ ۱۳۱۔ ۱۵۹۔ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور پاکستان۔ ۱۹۵۹ء۔

۸۔ تشبیہات رومی۔ خلیفہ عبدالحکیم ص۔ ۲۹۷۔ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور پاکستان۔ ۱۹۵۹ء۔

۹۔ سورۃ بنی اسرائیل۔ آیت ۔ ۷۰۔

۱۰۔ لغات القرآن۔ غلام احمد پرویز (متوفی۔ ۱۴۰۵ھ)۔ ادارہ طلوع اسلام لاہور۔ ۱۹۵۹ء۔

۱۱۔ سورۃ البقرہ۔ آیت ۔ ۳۶۔

۱۲۔ سورۃ البقرہ۔ آیت ۔ ۳۰۔

۱۳۔ سورہ ہود۔ آیت۔۴۸۔

۱۴۔ سورہ البقرہ۔ آیت۔۶۱۔

۱۵۔ سورہ المومنون۔ آیت۔۱۱۵۔

۱۶۔ سورہ القیامۃ۔ آیت۔۳۶۔

۱۷۔ سورہ الجاثیہ۔ آیت۔۲۱۔

۱۸۔ سورہ الانبیاء۔ آیت۔۲۳۔

۱۹۔ لغات القرآن۔ غلام احمد پرویز(متوفی۔۱۴۰۵ھ)۔ ص۔۶۱۱۔ ادارہ طلوع اسلام لاہور۔۱۹۵۹ء۔

۲۰۔ سورہ البقرہ۔ آیت۔۳۰۔

۲۱۔ سورہ۷۔ ۱۴۲۔

۲۲۔ ابو بکر صدیق(اردو ترجمہ)۔ محمد حسین ہیکل۔ ص۔۵۸۳۔ اسلامی کتب خانہ۔

۲۳۔ سورہ ص۔ آیت۔۷۱۔

۲۴۔ سورہ البقرہ۔ آیت۔۳۰۔

۲۵۔ سورہ البقرہ۔ آیت۔۳۱۔

۲۶۔ سورہ البقرہ۔ آیت۔۳۲۔

۲۷۔ سورہ البقرہ۔ آیت۔۳۳۔

۲۸۔ محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ خواجہ شمس الدین عظیمی۔ ج۔۳۔ ص۔۴۰۔ مکتبہ عظیمیہ کراچی۔

۲۹۔ سورہ التین۔ آیت۔۴۔

۳۰۔ المعجم الکبیر۔ امام ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی(متوفی۳۶۰ھ)مطبوعہ دار احیاء التراث العربی.

۳۱۔ The Reconstruction of Religious Thought in Islam,Dr Mohammad Iqbal, Publishers,Iqbal Academy Lahore Pakistan, p 9-10.

۳۲۔ کلیات اقبال(اردو ترجمہ۔ بال جبرائیل)۔ ڈاکٹر محمد اقبال۔ ص۔۸۳۔ خزینہ علم و ادب لاہور۔

۳۳۔ سورہ السجدہ۔ آیت۔۹۔

۳۴۔ سورہ النساء۔ آیت۔۱۔

۳۵۔ سورہ التحریم۔ آیت۔۱۲۔

۳۶۔سورہ الانبیاء۔ آیت ۔۹۱۔
۳۷۔سورہ النساء۔ آیت ۔۱۔
۳۸۔ سورہ حجر آیت ۔۲۶۔
۳۹۔سورہ ص ۔آیت ۔۷۱۔
۴۰۔ سورہ حج ۔آیت ۔۵۔
۴۱۔سورہ آل عمران۔ آیت ۔۵۹۔
۴۲۔سورہ سجدہ ۔آیت ۔۷۔
۴۳۔سورہ صافات ۔ آیت ۔۱۱۔
۴۴۔سورہ حجر۔ آیت ۔۲۸۔
۴۵۔سورہ رحمن ۔آیت ۔۱۴۔
۴۶۔حدیث نبوی ﷺ۔
۴۷۔ سورہ النساء۔ آیت ۲۴۔
۴۸۔ سورہ ق ۔آیت ۔۱۶۔
۴۹۔سورہ ذاریات۔ آیت ۔۲۱۔
۵۰۔سورہ بقرہ آیت ۔۱۸۶۔
۵۱۔سورہ حدید۔ آیت ۔۴۔
۵۲۔ حدیث نبوی ﷺ۔
۵۳۔سورہ اعراف ۔آیت ۔۱۷۲۔
۵۴۔سورہ بقرہ۔ آیت ۔۲۔
۵۵۔ سورہ العلق ۔آیت ۔۱۔۲۔
۵۶۔لغات القرآن۔غلام پرویز۔طلوع اسلام ٹرسٹ لاہور۔۱۹۹۸ء۔
۵۷۔ سورہ دھر ۔آیت ۔۲۔
۵۸۔ صحیح مسلم۔امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری (متوفی ۲۶۱ھ)۔ رقم الحدیث ۔۱۳۱۱۔مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی

۵۹۔سورہ القمر۔آیت۔۴۹۔

۶۰۔سورہ الحشر۔آیت۔۲۴۔

۶۱۔سورہ السجدہ۔آیت۔۷۔

۶۲۔سورہ رعد۔آیت۔۱۶۔

۶۳۔سورہ الحدید۔آیت۔۱۷۔

۶۴۔سورہ نحل۔آیت۔۵۷۔

۶۵۔سورہ انفطار۔آیت۔۶۔۹۔

۶۶۔سورہ الاعلیٰ۔آیت۔۱۔۳۔

۶۷۔سورہ المومنون۔آیت۔۱۲۔۱۴۔

۶۸۔ صحیح بخاری۔امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری(متوفی ۲۵۶ھ)۔مطبوعہ دار الکتاب العلمیہ بیروت۔

۶۹۔سورہ النحل۔آیت۔۷۸۔

۷۰۔سورہ آل عمران۔آیت۔۵۔۶۔

۷۱۔سورہ الانعام۔آیت۔۲۔

۷۲۔سورہ الانعام۔آیت۔۶۱۔۶۲۔

۷۳۔سورہ رحمن۔آیت۔۱۳۔

۷۴۔خانوادہ سلسلہ عظیمیہ۔خواجہ شمس الدین عظیمی۔مکتبہ عظیمیہ کراچی۔

باب(۲):

روح انسانی

روح۔عربی زبان کالفظ ہے۔
قرآن کریم میں یہ لفظ راح، روح، ریح کی شکل میں آئے ہیں۔
یہ تمام الفاظ ایک ہی مادہ سے نکلے ہیں۔
راحہ، روحہ، استراحہ، تروحہ، ریحان وغیرہ بھی اسی مادہ سے ماخوذ ہیں۔
راح کے بنیادی معنی ہوا کا چلنا، ہوا کا آنا اور ہوا کا محسوس کرنا ہے ہوا انبساط زندگی، حرکت اور قوت پیدا کرتی ہے لہٰذا اس مادے سے بننے والی مختلف شکلوں میں یہ تمام مفاہیم مضمر ہیں۔
ابن فارس نے کہا اس کے بنیادی معنی وسعت اور فراخی کے ہیں۔
الروح۔ راحت، سرور، خوشی، رحمت، وسعت، مکان، روحانی، عمدہ اور پاکیزہ مکان کے معنوں میں سمجھا جاتا ہے۔
صاحب محیط نے '**الرواح**' کے معنی فرحت و مسرت، راحت ور حمت کے علاوہ باد نسیم، مدد، انصاف وعدل جس سے فریادی کو راحت و سکون نصیب ہو جائے بھی لکھے ہیں اس کے علاوہ روح کے معنی عام انسانوں کی روح کے علاوہ رحمت اور خدا کی طرف سے وحی بھی ہے۔ ا؎
اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!
وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ۔ ۲؎
ترجمہ۔ میں نے انسان میں اپنی روح پھونکی۔
روح ایک تجلی ہے جو تزکیہ نفس کے ذریعے نشو نما پاتی ہے، جس کے ذریعے حق تعالیٰ اور انسان کے مابین تمام حجابات پاش پاش ہو جاتے ہیں۔ دراصل یہ حجابات فطرت انسانی میں پنہاں رکھے

گئے کیو نکہ اس کی طبیعت اور عقل کا تقاضا ہی جہالت تھی۔

يُنَزِّلُ الْمَلَآئِكَـةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ ۔ ۳؎

ترجمہ۔ وہ اس روح کو اپنے جس بندے پر چاہتا ہے اپنے حکم سے ملائکہ کے ذریعے نازل فرما دیتا ہے، اس ہدایت کہ ساتھ کے لوگوں کو آگاہ کر دو کے میرے سوا کوئی تمھارا معبود نہیں یہاں روح سے مراد وحی ہے۔

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ۔ ۴؎

ترجمہ۔ یہاں روحا سے مراد قرآن کریم ہے۔

کسی بشر کا یہ مقام نہیں ہے کے وہ اللہ سے روبرو کلام کرے، اس کی بات تو وحی اور اشارے کے طور پر ہوتی ہے یا پردے کے پیچھے سے یا پھر وہ کوئی پیغام بر فرشتہ بھیجتا ہے اور وہ اس کے حکم سے جو کچھ وہ چاہتا ہے وحی کرتا ہے، وہ برتر اور حکیم ہے اور اسی طرح (اے محمد) ہم نے اپنے حکم سے ایک روح تمھاری طرف وحی کی ہے تمھیں کچھ پتا نہیں تھا کے کتاب کیا ہوتی ہے؟ اور ایمان کیا ہوتا ہے؟ مگر اس روح کو ہم نے ایک روشنی بنا دیا ہے۔ جس سے ہم راہ دکھاتے ہیں اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں یقیناً تم سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کر رہے ہو اس خدا کے راستے کی طرف جو زمین اور آسمانوں کی ہر چیز کا مالک ہے خبر دار رہو سارے معاملات اللہ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ۵؎

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُـمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۔ ۶؎

ترجمہ۔ یہ لوگ جب آپ سے روح کے متعلق پوچھتے ہیں تو (اے محبوب) کہہ دیجئے روح میرے رب کے حکم سے آتی ہے مگر تم لوگوں کو اس کا بہت کم علم دیا گیا ہے۔

اس آیت میں روح سے مراد انسانی روح نہیں بلکہ وحی ہے جس کی وضاحت اسی سورہ میں آگے کی گئی، وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّـذِىٓ اَوْحَيْنَـآ اِلَيْكَ ثُـمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا

وَکِیْلًا ۔ ۷ ۔

ترجمہ ۔یہ لوگ وحی کی ماہیت سمجھنا چاہتے ہیں (ان سے کہہ دو کے اس کا تعلق عالم امر سے ہے دنیائے محسوسات سے نہیں)۔ ۸ ۔

رومی کہتے ہیں روح کا سفر ارتقائی ہوتا ہے یعنی ایک ادنیٰ حالت سے دوسری بہتر حالت کی جانب ترقی کرنے کو اصل میں رجعت الی اللہ کہتے ہیں، روحانی حقائق نہ تو زمانی ہوتے ہیں اور نہ ہی مکانی ہمارے زمان و مکان تو عالم مادی ہیں اور زندگی بسر کرنے اور مادی حقائق کو سمجھنے سمجھانے کے آلات ہیں عالم روحانی یا عالم آخرت میں ان کے کیا معنی ہیں؟

اس کی وضاحت میں آپ کہتے ہیں کے ایک لمحے کی براہ راست دید سال ہا سال کی قیل و قال میں بیان کرنا مشکل ہے، عقل بھی اس کے مقابلے میں کوتاہ ہے اور بیان بھی عاجز بلکہ ایمان بالغیب بھی حضور کے مقابلے میں کم حیثیت ہے لہٰذا حکمت اور ولایت میں بس دانش و بینش کا فرق ہے ۔ ۹ ۔

اصلی محبتیں خدا کی محبت میں سوخت نہیں ہو جاتیں بلکہ اس کے اندر داخل ہو کر پاکیزہ اور لطیف ہو جاتی ہیں، تمام انسانوں پر لازم ہے کے وہ روح کے وجود کے علم سے واقفیت حاصل کریں اہل روحانیت کے نزدیک گوشت پوست سے مرکب جسم اصل انسان نہیں بلکہ یہ مادی جسم اصل میں انسان کا لباس ہے جو کے مفروضہ یا فکشن ہے کیونکہ جسم انسانی کبھی بڑھتا ہے اور کبھی گھٹتا ہے اور بلا آخر فنا ہو جاتا ہے لیکن انسانی روح نہ تو گھٹتی ہے نہ بڑھتی اور نہ ہی وہ کبھی فنا ہوتی ہے، وہ تو اس دن سے ہے جس دن سے اللہ تعالیٰ نے اسے تخلیق کیا اور پھر وہ ابدالا آباد تک رہے گی۔

اسی حوالے سے امام غزالی نے فرمایا انسان ازلی تو نہیں لیکن وہ ابدی ضرور ہے، روح کائنات کے ذرے ذرے میں موجود ہے، روح کی صفت یہ ہے کے وہ ہر آن اور ہر وقت متحرک رہتی ہے۔ صوفی شاعر بلھے شاہ اس کی وضاحت کچھ اس طرح سے کرتے ہیں انسان کا جسم یا وجود روح کے سہارے پر قائم ہے، روح لافانی اور ازلی ہے، یہ زندگی اور موت سے بالاتر ہے، یہ مذاہب، اقوام

، مما لک، نیکی بدی خوشی غمی، دوست دشمن اور ہر طرح کی تکرار کی قیود و بند سے بھی ماورا اور بالاتر ہے ،روح آفرینش سے قبل بھی تھی اور یہ قیامت کے بعد بھی قائم رہے گی اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کے روح اس عالم آب و گل میں انسان کے قالب میں رونما ہوئی لیکن اس کا منبع، مقام اعلیٰ اور حقیقت اعلیٰ ہے اس میں واپس اپنے اصل مقام پر لوٹنے اور حقیقت میں سما کر اس کا جزبن جانے کی مکمل صلاحیت موجود اور ہمیشہ بر قرار رہتی ہے روح کا اپنے اصل کی طرف رجحان کوئی حال کی بات نہیں یہ تو ازل سے ایک کھلا افسانہ ہے ،جس سے ہر کوئی واقف ہے جو نہی انسان کے اندر خدا سے وصال کی خوابیدہ محبت بیدار ہوتی ہے اس کے لئے جدائی کی تپش کو برداشت کرنا مشکل ہو جاتا ہے ۔ ١٠؎

ارشادات خداوندی ہیں!

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۔١١؎

ترجمہ ۔ انسان نا قابل تذکرہ شے تھا، ہم نے اس کے اندر اپنی روح پھونک دی، تو وہ دیکھتا، سنتا اور محسوس کرتا انسان بن گیا۔

وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ ۔ ١٢؎

ترجمہ ۔ ہم نے اس میں اپنی روح پھونک دی۔

یعنی روح نے اپنے لئے ایک میڈیم بنالیا اور اس میڈیم کو پروان چڑھا کر حواس بخش دئے گئے ، روح دراصل اللہ تعالی کا ایک جز ہے اور اس جز میں اللہ کی وہ مشیت اور وہ تمام اوصاف و کمالات ہیں جس کا علم اللہ نے ودیعت کرنا پسند فرمایا اب یہ علم جز کو کس طرح سے حاصل ہو لیہ اللہ کا ایک راز ہے جس کو بیان نہیں کیا جا سکتا ہے ہر انسان کے اندر تقریباً ساڑھے گیارہ ہزار لطائف یا جنریٹرز کام کرتے ہیں ،صوفیاء کرام جن پر اسمائےالٰہیہ کا انکشاف ہوا ہے وہ ان کی تعداد بھی تقریباً ساڑھے گیارہ ہزار ہی بتاتے ہیں اللہ کا ہر اسم اللہ کی ایک صفت اور ایک تجلی ہے یہی علم

شاخ در شاخ لا محدود دائروں میں پھیل کر اللہ کی صفات کا مظہر بن جاتا۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہوا!

وَلَوْ اَنَّمَافِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّ الْبَحْرُ یَمُدُّہٗ مِنْۢ بَعْدِہٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ۔ ۱۳؎

ترجمہ۔ اگر تمام سمندروں کا پانی روشنائی بن جائے اور سارے درخت قلم بن جائیں پھر اللہ کی باتیں پوری نہیں ہوں گی۔

رومی کہتے ہیں انسان کی روح نفحۂ الٰہی ہے لہٰذا اس کی فطرت میں اللہ کی اپنی فطرت کا پرتو ہے، یعنی۔ فِطْرَتَ اللهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْھَا۔ ۱۴؎

حضور قلندر بابا اولیاء نور کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نور جس نے ساری کائنات کا احاطہ کیا ہوا ہے، اس میں ہر قسم کی اطلاعات پائی جاتی ہیں جو کل اشیائے کائنات کے ذرے ذرے تک پہنچتی ہیں چنانچہ لوح محفوظ سے پھیلنے والا نور انسان کو اطلاعات فراہم کرتا ہے اگرچہ انسان اپنی کوتاہیوں کے سبب 999 فی ہزار اطلاعات کو رد کر دیتا ہے اور ایک فی ہزار کو مسخ کر کے اپنے حافظے میں محفوظ کرتا ہے۔

انسان کی ذاتی مصلحتیں اپنے لئے نور کی شعاعوں کو محدود کر لیتی ہیں یہی مسخ شدہ اور بگڑے ہوئے خدوخال اس کے تجربات و مشاہدات اور عادات و حرکات کا سانچہ بن جاتے ہیں جس کے بارے میں وہ بار بار یہ کہتا ہے کہ یہ میرا تجربہ، مشاہدہ اور علم طبعی ہے۔ ۱۵؎

ماہرین کے مطابق اگر انسان چاہے تو وہ 800 یاداشتیں فی سیکنڈ کی رفتار سے اپنے دماغ میں محفوظ کر سکتا ہے اور وہ ایسا مسلسل بغیر کسی وقفے کے ۷۵ سالوں تک کر سکتا ہے۔

ان آیات پر تفکر سے یہ نکتہ سامنے آیا کہ انسان جسمانی اعتبار سے ایک ناقابل تذکرہ شے تھا لیکن اس کے اندر اصل اور قیمتی شے وہ روح ہے جو اللہ کا اذن اور امر ہے، روح ہی اصل انسان ہے جو صفات الٰہی کا علم رکھتی ہے لہٰذا انسان اگر اپنے باطن میں اصل انسان یعنی اپنی روح سے واقفیت

حاصل کر لے تو یقینی طور پر وہ اللہ تعالی سے واقفیت حاصل کر لے گا کیونکہ روح اللہ تعالی کی صفات سے مرکب ہے اور وہ اللہ تعالی کو اچھی طرح سے جانتی اور پہچانتی بھی ہے، روح ایک توانائی کا نام ہے قابل غور نکتہ یہ ہے کے اللہ تعالی نے اسے یعنی روح کو 'روحنا' (ہماری روح) کہہ کر بیان کیا ہے اس بات کو اچھی طرح سے ذہن نشین کر لینا چاہیے کے کائنات میں توانائی ہر جگہ پائی جاتی ہے اور انسانی جسم میں پائی جانے والی توانائی بھی اسی زمرے میں آتی ہے لیکن انسانی جسم میں ایک اور توانائی، اختیار اور ارادے کی شکل میں بھی مضمر ہے اور یہ توانائی جسم نسانی کی توانائی سے کہیں زیادہ قوی ہے کیونکہ طبعی توانائی اس خاص توانائی کے تابع ہوتی ہے جسے اللہ تعالی نے اپنی طرف منسوب فرماتے ہوئے 'روحنا' کہا اس توانائی کا تعلق مادی قوانین سے نہیں بلکہ یہ انسان کو اللہ تعالی کی جانب سے براہ راست ملتی ہے جسے انسانی ذات یا الوھیاتی توانائی بھی کہا جاتا ہے، لفظ الوھیاتی سے مراد (اللہ کی طرف منسوب) لہٰذا یہ بات طے ہوئی کے الوھیاتی سے مراد مادی توانائی نہیں بلکہ یہ توانائی کی وہ قسم ہے جو کے اللہ کی طرف سے خاص یا مخصوص ہے اگرچہ مادی توانائی بھی اللہ کی پیدا کردہ ہی ہے لیکن اس کے قوانین مادے سے متعلق ہیں۔

قرآن کریم میں روح (توانائی) کے حوالے سے جو تذکرہ بھی موجود ہے اس سے مراد مادی نہیں بلکہ ایک مخصوص توانائی ہے۔ اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ۔١٦

ترجمہ۔ ہم تو تمھاری رگ جان سے بھی قریب تر ہیں۔

حضور قلندر بابا اولیاء فرماتے ہیں اللہ تعالی باہر نہیں ہے بلکہ ہر انسان کے اندر موجود ہے پھر جب کوئی چیز باہر ہے ہی نہیں تو اس کو باہر ہزار سال تک بھی تلاش کیا جائے تو وہ نہیں ملے گی۔

بقول انیس اقبال!

جس تجلی نے جلا ڈالا کوہ طور کو وہ تجلی ہم شہ رگ میں لئے بیٹھے ہیں

دنیا کا ہر انسان بیک وقت دو عالمین میں زندگی بسر کرتا ہے۔

۱۔اس کے نفس کی دنیا: اس کا تعلق عالم انفس سے ہے۔
۲۔اس کے جسم کی دنیا: اس کا تعلق عالم آفاق سے ہے۔
ابتداء میں ہر انسان اپنی بیرونی دنیا یعنی عالم آفاق سے ہی واقف ہوتا ہے پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ داخلی یا باطنی دنیا (عالم انفس) سے بھی واقف ہوتا چلا جاتا ہے لیکن یہ ہر انسان کی اپنی انفرادی جستجو پر منحصر ہے کہ وہ اس دنیا میں کس قدر یکسوئی ور مستقل مزاجی کے ساتھ سفر کرنے کے لئے تیار ہے کیونکہ باطن سے آشنائی کئی مراحل سے گزر کر ہی ممکن ہوتی ہے۔
انسان کی پیدائش کا اصل مقصد یہی ہے کہ وہ اپنی ذات کا عرفان حاصل کرنے کے بعد اپنے رب کا عرفان حاصل کر سکے اور اس حکمت اور دانائی کو بھی پالے جس کے لئے اس کو منتخب اور یہاں بھیجا گیا کیونکہ اللہ تعالی نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا فرمایا ہے۔
ارشاد خداوندی ہے
لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِیَ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ۔۱۷؎
ترجمہ۔بے شک ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا ہے۔
علامہ قرطبی نے ابن عربی کا قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالی نے انسان سے زیادہ بہترین مخلوق پیدا نہیں کی، اللہ تعالی نے انسان کو پیدا کیا اور اسے عظیم صفات سے متصف فرمایا اسے عالم، بااختیار، باارادہ، متکلم، سامع، بصیر، مدبر اور حکیم جیسی صفات سے متصف فرمایا۔۱۸؎
شمس الدین تبریز انسانی وجود کی ہمہ گیری پر روشنی ڈالتے ہوئے یہ کہتے ہیں!
تو اپنے جسم کو تنکوں کی محض یک مٹھی سمجھ لیکن تیرے نیچے زندگی کا سمندر بہہ رہا ہے گرچہ بیرونی طور پر تو ایک ذرہ ہے لیکن اندرونی طور پر تیرے اندر سو، سو سورج چمک رہے ہیں۔۱۹؎
قرآن کریم کی مختلف آیات کی روشنی میں جب روح کی حقیقت کا تجزیہ کرتے ہیں تو درج ذیل صورت حال سامنے آتی ہے۔
انسان کو اللہ تعالی نے بجتی کھنکھناتی ہوئی مٹی (خلاء) سے بنایا۔

۲۔اس کے اندر اللہ نے اپنی روح پھونک دی۔

۳۔روح اللہ کا امر ہے جس کا اسے (انسان) کو بہت کم علم دیا گیا ہے۔

۴۔امر یہ ہے کے جب اللہ کسی شے کی تخلیق کا ارادہ فرماتے ہیں تو کہتے ہیں کے ہو جا اور وہ شے پورے خدوخال کے ساتھ وجود میں آجاتی ہے۔

جس کی Equation یہ ہے آدم+خلاء+روح+امر+ارادہ+حرکت= آدم کا وجود

جب تک روح انسان کے مادی جسم میں رہتی ہے تو اس کو مجبوراً سفلی زندگی کو قبول کرنا پڑتا ہے لیکن جیسے ہی وہ انسان کے مادی جسم کو چھوڑتی ہے تو اعلیٰ مقام کی طرف پرواز اس کی دلچسپی کا محور بن جاتی ہے ایک محتاط اندازے کے مطابق روح کے 70,000 پرت ہوتے ہیں اور ہر پرت مختلف کیفیات، خصوصیات، رنگ و روپ سے عبارت ہوتے ہیں، انسان بے شمار غلافوں سے مرکب ہے لہذا اسے سمجھنے کے لئے چھ حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

ذیل میں ان چھ حصوں کے اصطلاحی نام درج ہیں۔

۱۔نسمہ مرکب۔۲۔نسمہ مفرد۔۳۔نسمہ مطلق۔۴۔نور مرکب۔۵۔نور مفرد۔۶۔نور مطلق۔

جب ان چھ حصوں کو تین پر تقسیم کیا تو حاصل ہوا۔

۱۔روح حیوانی۔۲۔روح انسانی۔۳۔روح اعظم۔

حضور قلندر بابا اولیاءفرماتے ہیں دنیا کے تمام انسان روح کے ان تین درجات سے مرکب ہیں یعنی۔۱۔روح اعظم۔۲۔روح انسانی۔۳۔روح حیوانی۔

۱۔روح اعظم

روح اعظم علم واجب کے اجزاء سے مرکب ہے۔روح اعظم کی ابتداء لطیفہ اخفیٰ اور انتہاء لطیفہ خفی ہے یہ روشنیوں کا ایک دائرہ ہے جس میں کائنات کی تمام غیب کی معلومات نقش ہیں اور یہ وہی معلومات ہیں جو ازل سے ابد تک کے واقعات کے متن حقیقی کی حیثیت رکھتی ہیں اس دائرے میں مخلوق کی مصلحتوں اور اسرار کا ریکارڈ محفوظ ہے اس دائرہ کو ثابتہ بھی کہتے ہیں۔

۲۔روح انسانی

روح انسانی علم وحدت کے اجزاء سے بنتی ہے، روح انسانی کی ابتداءلطیفہ سری ہےاورانتہائے لطیفہ روحی ہے یہ بھی روشنی کا ایک دائرہ ہےاوراس دائرے میں دواحکامات نقش ہوتے ہیں جو زندگی کا کردار بنتے ہیں اس دائرے کا نام 'اعیان' ہے۔

۳۔روح حیوانی

روح حیوانی کی ابتداءلطیفہ قلبی اورانتہاءلطیفہ نفسی ہے یہ روشنی کا تیسرا دائرہ ہے۔

اس کا نام 'جو یہ' ہےاس دائرے میں زندگی کا ہر عمل ریکارڈ ہوتا ہے عمل کے وہ دونوں حصے جن میں اللہ تعالیٰ کے احکام کے ساتھ جن وانس کا اختیار بھی شامل ہے جزودر جزونقش ہوتے ہیں۔

روح حیوانی 'جو' کے اجزائے ترکیبی پر مشتمل ہے روح حیوانی میں جذبات کی تشکیل ہوتی ہےان جذبات کے بھی دورخ ہوتے ہیں۔

ا۔اسفل۔۲۔اعلیٰ۔جس جگہ اسفل جذبات کی نشو نمایااس کی اشاعت ہوتی ہےاس کوروحانیت کی زبان میں 'نفس' کہاجاتا ہے جبکہ جس مقام پراعلیٰ جذبات کی نشو نمااوراشاعت ہوتی ہے روحانیت کی اصطلاح میں اس کو 'قلب' یاضمیر کے نام سے جاناجاتا ہے اسفل جذبات انسان کو برائی کی جانب متوجہ کرتے ہیں لیکن اس موقع پر ضمیرانسان کی رہنمائی کے لئے موجود ہوتا ہے لیکن اگر انسان ضمیر کی آوازاور رہنمائی کو درگزر کرتا ہے تو اس کے نفس کے اوپر تاریکی چھاجاتی ہےاور پھر باربار برائی کرتے رہنے کے نتیجے میں نفس مجروح ہو جاتا ہےاور رہوتے ہوتے نفس انسانی میں تعفن پیدا ہو جاتا ہےاور بتدریج اس میں نیکی اور بھلائی کو اختیار کرنے کی صلاحیت ختم ہوتی چلی جاتی ہےاور ایک وقت ایسا بھی آتا ہے جب انسان اس آیت کی تفسیر بن جاتا ہے کے یہ وہی ہیں جن کے دلوں اور کانوں اور آنکھوں پراللہ نے مہرلگادی اور یہی غافل ہیں۔

بقول اقبال!

تیرا تن روح سے ناآشنا ہے　　عجب کیا آہ تیری نارسا ہے

تن بے روح سے بے زار ہے حق　　خدائے زندہ! زندوں کا خدا ہے۔۲۰

علمائے باطن اس آیت کی وضاحت کچھ اس طرح سے کرتے ہیں کے دلوں، کانوں اور آنکھوں پر مہر لگانے کا مطلب ہرگز یہ نہیں کے ان انسانی اعضاء میں کوئی سیسہ پلا دیا گیا بلکہ اس سے مراد ایسے افراد کے باطن سے ان صفات کو سلب کر دیا جاتا ہے جن کے ذریعے سے وہ حق کا مشاہدہ کر سکتا یا اس کی سماعت میں سے وہ صفت کھینچ کر نکال دی گئی جس سے وہ غیب کی آوازیں سن سکتا یا فرشتوں سے ہم کلامی کا شرف حاصل کر سکتا اسی طرح سے اس کی قوت بصارت کی وہ صفت سلب کر دی جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ غیب کی دنیا کا مشاہدہ کر سکتا اگر ان آنکھوں پر پردہ نہ پڑا ہو تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنی کھلی آنکھوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کا مشاہدہ کر لیتا اس مبارک آیت کی تفسیر میں اگر تفکر کیا جائے تو یہ کہے بغیر چارہ نہیں ہے کے ایسے لوگوں کے قلب میں اتنی سکت نہیں کے وہ اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ کر سکیں ان کے اندر اتنی سکت نہیں کے وہ فرشتوں کی آوازیں سن سکیں اور ان کی آنکھوں میں اتنی چمک نہیں کے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار کر سکیں بات سخت ہے لیکن یہ امر واقعہ ہے کے اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانا بھی اور ایمان لانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت بھی دینا ہے لیکن دنیا کا کوئی قانون اس بات کو نہیں مانتا ہے کے بغیر دیکھے شہادت معتبر ہو سکتی ہے لیکن کلمہ شہادت ہمیں یہ بتاتا ہے کے اگر انسان شیطانیت سے آزاد ہو کر فی الواقع ایمان کے دائرے میں قدم رکھ دے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی آنکھوں کے سامنے آجاتے ہیں اور وہ برملا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی شہادت دیتا ہے۔۲۱

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۔۲۲

ترجمہ۔اس دن بہت سے چہرے تر و تازہ ہوں گے اور اپنے پروردگار کو دیکھ رہے ہوں گے۔

روشنی کے یہ تینوں دائرے تین اوراق کی طرح ایک دوسرے کے ساتھ پیوست ہیں جن کا مجموعی نام روح، امر ربی، جزولا تجزاء یا انسان ہے۔ ۲۳

ازل سے ابد تک جو کچھ بھی ہونے والا ہے وہ سارے کا سارا اجتماعی طور پر لوح محفوظ پر نقش ہے اگر انسان ازل سے قیامت تک کا تمام پروگرام مطالعہ کرنا چاہے تو لوح محفوظ میں اس کی تمثالیں دیکھی جاسکتی ہیں گویا لوح محفوظ پوری موجودات کا یکجائی پروگرام ہے لیکن کسی فرد واحد کی زندگی کے پروگرام کا اگر مطالعہ کرنا چاہیں تو لوح محفوظ کے علاوہ اس کا نقش فرد کے اعیان میں دیکھا جا سکتا ہے جو اَزل سے ابد تک کے موجودات کے اعمال کا ریکارڈ ہے لیکن فرد کے ثابتہ میں صرف فرد کے اپنے بارے میں علم الغیب کا اندراج ہوتا ہے فرد کے اعیان میں صرف اس کے اپنے متعلق احکامات ہیں جبکہ فرد کے جویہ میں صرف اس کے اپنے اعمال کا ریکارڈ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ نے فرمایا! روح اللہ کے امر میں سے ایک امر ہے اور اللہ کی مخلوق میں سے ایک مخلوق ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو بنی آدم کی صورتوں پر بنایا ہے اور آسمان سے جو بھی فرشتہ نازل ہوتا ہے اس کے ساتھ ایک روح ہوتی ہے۔ ۲۴

روح ایک طاقت، توانائی اور روشنی ہے انسانی نفس (خودی) ہر انسان کے پاس موجود ہے، اب اس کا انحصار اس شخص پر ہے کہ وہ اپنی خودی یا نفس کی نشو نما ہیں کتنی زیادہ سنجیدگی سے فیصلے کرتا ہے اور نفس کی تربیت کے لئے کون سے امور بروئے کار لاتا ہے۔

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ۔ ۲۵

ترجمہ۔ اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔

اس کائنات اور کائنات کے اندر بے شمار عالمین اور کہکشانی نظام موجود ہیں اور یہ ساری کائنات اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے تخلیق فرمائی ہے، کائنات کی بنیاد اللہ کا نور ہے لہٰذا کائنات کے قیام کی بنیاد کے پیش نظر یہ بات بھی ضروری ہو گئی کے انسان بذات خود اور اس کے اندر کام کرنے والی تمام صلاحیتیں ایک بنیاد اور ایک مرکز پر قائم ہوں اگرچہ ہماری تمام حرکات و سکنات توہمات

خیالات تصورات اور احساسات ہمارے گوشت پوست کے جسم اور ڈھانچے کے تابع نہیں کیونکہ جب روح جسم انسانی سے اپنا رشتہ منقطع کر لیتی ہے تو گوشت پوست کے جسم میں کسی بھی قسم کی کوئی حرکت باقی نہیں رہتی لیکن یہی روح جب تک انسانی جسم میں موجود ہوتی ہے زندگی کے تمام تقاضے اور تحریکیں اس میں موجود ہوتی ہیں یعنی یہ معلوم ہوا کے جسم انسانی کی اصل بنیاد روح ہے۔۲۶؎

روح کے حوالے سے امام غزالی فرماتے ہیں روح ایک جسم لطیف کا نام ہے جس کا منبع جسمانی قلب کا خلاء ہے ، اپنے اس مرکز سے روح رگوں اور شریانوں کے ذریعے تمام اعضاء بدن میں پھیلتی ہے، روح کا بدن میں پھیلنا اور اعضاء بدن کو زندگی کی روشنی اور حواس خمسہ کو حس کی صلاحیت دینا ایسا ہی ہے جیسے کے کسی گھر میں چراغ رکھ دیا جائے اور اس کے چاروں طرف اجالا ہو جائے اس تمثیل سے ثابت ہوا کے روح کی حیثیت چراغ کی ہے، اور حیات بمنزلہ نور کے ہے۔۲۷؎

آپ مزید کہتے ہیں روح ایک عجیب و غریب ربانی شے ہے جس کی اصل حقیقت اور ماہیت سے اکثر عقلیں قاصر نظر آتی ہیں روح کو ایک راز بھی کہا جا سکتا ہے ،جس کے بارے میں زبان رسالت سے بھی کچھ ادا نہیں ہوا۔۲۸؎

روح کے حوالے سے مجدد الف ثانی فرماتے ہیں دنیا کے رنج و الم دو اقسام کے ہیں ،جسمانی اور روحانی جس چیز میں جسم کو لذت ہے اس میں روح کا رنج ہے اور جس چیز میں جسم کو رنج پہنچے اس میں روح کی لذت ہے پس روح اور جسم ایک دوسرے کی ضد ہیں اس جہان میں روح جسم کے مقام میں اترا اور جسم جسمانی میں گرفتار ہے روح نے بھی جسم کا حکم پیدا کر لیا ہے اور اس کی لذت سے اس کو لذت ہے اور اس کے رنج سے اس کو رنج ہے یہ مرتبہ عوام کا ہے یعنی ثم رددنا اسفل سافلین (پھر ہم نے اس کو کمتر سے کمتر مخلوق کے درجے میں لوٹا دیا) لیکن اگر روح کو اس گرفتاری سے خلاصی حاصل نہ ہو اور وہ اپنے اصل وطن کی طرف رجوع نہ کرے تو ہزار ہزار افسوس ہے۔۲۹؎

ابو بکر زقاق فرماتے ہیں انسان کی قدر و قیمت اس کی روح سے ہے۔ ۳۰؎
امام غزالی فرماتے ہیں ان کے شیخ حضرت ابو بکر نساج نے کہا خدا وندمیرے پیدا کرنے میں بھلا کیا حکمت تھی؟ جواب آیا کے تمھارے پیدا کرنے میں یہ حکمت ہے کے تیری روح کے آئینے میں، میں اپنے جمال کو دیکھوں اور اپنی محبت تیرے دل میں ڈالوں۔ ۳۱؎
حضرت داتا گنج بخش کشف المحجوب میں لکھتے ہیں حقیقت یہ ہے کے روح ایک جسم لطیف ہے جو اللہ تعالی کے حکم سے آتی جاتی ہے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں شب معراج میں نے حضرت آدم صفی اللہ، یوسف صدیق، موسی کلیم اللہ، ہارون حلیم اللہ، عیسیٰ روح اللہ اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو آسمانوں پر دیکھا بلا شبہ وہ ان کی ارواح مقدسہ تھیں اگر روح شے عرضی ہوتی تو از خود قائم نہ ہوتی و را سے ہستی وجود کی حالت میں نہیں دیکھا جا سکتا گر وہ عرضی ہوتی تو اس کے وجود کے لئے کوئی مقام درکار ہوتا، تا کہ عارض اس مقام میں قیام کر سکے اور وہ مقام اس کا جوہر ہوتا اور جواہر مرکب اور کثیف ہوتے ہیں معلوم ہوا کے روح کے لئے جسم لطیف ہے جبکہ وہ صاحب جسم ہے تو اس کا دیکھنا بھی ممکن ہے خواہ دل کی آنکھ سے ممکن ہو یا سبز پرندوں کی شکل میں یا صف بستہ لشکری صورت میں جن سے وہ آئیں اور جائیں اس پر حدیثیں شاہد ہیں اور حق تعالی کا ارشاد ہے!
قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّی۔ ۳۲؎
ترجمہ۔ اے محبوب تم کہہ دو کے روح میرے رب کے حکم سے ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالی نے اجسام کی تخلیق سے دو لاکھ برس قبل ارواح کو پیدا فرمایا تھا۔
حضرت ابو بکر واسطی فرماتے ہیں! روح علی عشر مقامات یعنی دس مقامات پر روحیں قائم ہیں۔
۱۔ مفسدوں کی روحیں تاریکی میں مقید ہیں اور جانتی ہیں کے ان کے ساتھ کیا ہو گا۔
۲۔ نیک و متقیوں کے جسموں کی روحیں آسمان کے نیچے اعمال صالحہ کے باعث خوش اور اطاعت

الٰہی میں مسرور ہو کر اس کی طاقت سے چلتی ہیں۔
۳۔ محسنین کے جسموں کی روح نورانی قندیلوں، عرش الٰہی سے آویزاں ہیں جن کی غذا محبت اور ان کا پانی شراب لطف و قربت ربانی ہے۔
۴۔ مریدین کے جسموں کی ارواح کا مسکن چوتھا آسمان ہے جہاں وہ صدق کی لذت پاتیں اور اپنے اعمال کے سایہ میں فرشتوں کے ساتھ ہوتیں۔
۵۔ اہل وفا کے جسموں کی روح حجاب صفات اور مقام اصطفا میں خوش ہیں۔
۶۔ شہداء کے جسموں کی ارواح سبز پرندوں کے قالب میں جنت اور اس کے باغوں میں رہتی ہیں اور وہ جب اور جہاں چاہیں آتی جاتی رہتی ہیں۔
۷۔ مشتاقوں کے جسموں کی ارواح ادب کے فرش پر انوار صفات کے پردوں میں قیام کرتی ہیں۔
۸۔ عارفوں کے جسموں کی روحیں قدس کے توشک میں صبح و شام کلام الٰہی کی سماعت کرتی ہیں اور دنیا اور جنت میں اپنے ساکن کو ملاحظہ کرتی ہیں۔
۹۔ محبوبوں اور دوستوں کے جسموں کی ارواح مشاہدہ جمال الٰہی اور مقام کشف میں محو ہیں اس کے سوا وہ کسی چیز کی خبر نہیں رکھتیں اور نہ ہی کسی سے انھیں بجز اس کے چین و راحت ملتی ہے۔
۱۰۔ درویشوں کے جسموں کی روحیں محل فنا میں مقرب ہو کر اور اپنی صفات کو بدل کر احوال میں متغیر ہوتی ہیں۔ ۳۳؎
ارباب طریقت بیان کرتے ہیں کے مشائخ نے ہر ایک کو ان کی جدا گانہ صورتوں میں دیکھا ہے اور یہ دیکھنا جائز ہے ارواح کے اجسام چونکہ لطیف ہوتے ہیں لہٰذا ان کو دیکھا جا سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ جب اور جس طرح سے چاہے اپنے کسی بھی بندے کو دکھا سکتے ہیں۔
تمام ارواح اپنے رب کو اچھی طرح سے جانتی اور پہچانتی ہیں کیونکہ روز الست سب سے پہلی ساعت، سب سے پہلا خیال، سب سے پہلا کلام انسانی ارواح نے حق تعالیٰ سے ہی کیا تھا، یہ الگ بات کہ دنیا میں آنے کے بعد انسان اپنے اس قول و قرار کو بھول گیا لیکن روز الست اس نے

اللہ تعالی کی وحدانیت کا قرار کیا تھا۔ اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!
اَلَسْتُ بِرَبِّكُم ۔کیا میں تمھارا رب ہوں؟ جس کے جواب میں تمام ارواح نے بیک وقت جواب دیا قَالُوْا بَلٰی یعنی بے شک آپ ہمارے رب ہیں اب دنیا میں آنے کے بعد بے شک انسان اپنے اس عہد کو بھول جائے لیکن قرآن کریم ہر انسان کو اس کے اس عہد کی یاددہانی کروا رہا ہے پھر یہ بات بھی طے شدہ ہے کے ہر باطل کی گہرائی میں حق پوشیدہ ہے شیطان جو کے مقرب بارگاہ تھا اس نے کبھی بھی اللہ کے وجود کا انکار نہیں کیا بلکہ اس نے اللہ کے صرف ایک حکم کی سرتابی کرتے ہوئے آدم کو سجدے سے انکار کیا تھا چنانچہ وہ راندہ درگاہ ہوا۔
لوح محفوظ کلیہ قانون ہے کے جب کوئی فرد دوسرے فرد سے روشناس ہوتا ہے تو اپنی طبیعت میں اس کے اثر کو قبول کرتا ہے یعنی دونوں افراد انسانی صفات کے اعتبار سے غالب اور مغلوب ہیں انسان دوسرے انسان یا کسی چیز کی صفت سے مغلوب ہو کر اور اس چیز کی صفت کو قبول کر کے اپنی شکست اور محکومیت کا اعتراف کرتا ہے اگر چہ دنیا میں کچھ لوگوں کے ساتھ انسان کی Body Chemistry بڑی حد تک مماثلت رکھتی ہے اور انسان ان کے ساتھ خاص ہم آہنگی اور محبت محسوس کرتا ہے اسی جذبے کی وضاحت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا
ازل سے ارواح ایک دوسرے کو پہچانتی ہیں وہاں جن میں محبت اور اتفاق پایا جاتا تھا وہ دنیا میں بھی ایک دوسرے سے یگانگت برتتی ہیں اور وہاں جن میں نفرت اور افتراق پایا جاتا تھا وہ دنیا میں بھی ایک دوسرے کی مخالفت کرتی ہیں۔ ۳۴؎
رومی انسانی رواح کی اہمیت پر کلام کرتے ہوئے روح نسانی کو ایک تلوار اور انسانی جسم کو نیام سے تعبیر کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کے جس طرح سے یہ بات کسی کو بھی معلوم نہیں کے نیام میں اصلی تلوار ہے یا لکڑی کی اگر وہ لکڑی کی ہے تو پھر وہ بے حیثیت اور بے قدر و قیمت ہو گی بالکل اسی طرح سے انسانی ارواح کی اصل قدر و قیمت بھی انسان کے مرنے کے بعد سامنے آتی ہے اگر وہ اصل اور خالص تھا تو کامیابی اس کا مقدر بصورت دیگر وہ جہنم کا ایندھن بنے گا۔ ۳۵؎

سلطان(روح)

اسی حوالے سے ارشادِ خداوندی ہے!

يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمَاوَاتِ وَ الْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطَانٍ ۔۳۶

ترجمہ۔اے گروہِ جنات و گروہِ انسان اگر تم زمین و آسمان کے کناروں سے نکل سکتے ہو تو نکل کر دکھاؤ لیکن تم نہیں نکل سکتے مگر سلطان کے ذریعے۔

اس آیت کی وضاحت میں حضور قلندر بابا اولیاءؒ فرماتے ہیں کے ہر انسان کو اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی صلاحیت ودیعت فرمائی ہے کے اگر وہ انسان اس صلاحیت یعنی (سلطان) کو جان کر اسے بیدار کرلے تو وہ یقیناً زمین و آسمان کے کناروں سے نکل کر غیب کی دنیا میں داخل ہو سکے گی ہمارے لئے ہر وہ شے غیب ہے جو ہماری نظروں سے اوجھل یا ہماری عقل سے ماوراء ہے، اسی غیب میں زمین و آسمان کے کنارے، ساتوں آسمان، جنت جہنم اور عرش شامل ہیں اور عرش پر اللہ تعالیٰ اپنی تمام تر شان اور صفات کے ساتھ متمکن اور جلوہ گر ہیں تو اس کا مفہوم یہ نکلا کے ہر بندہ اللہ کا دیدار کر سکتا ہے جیسے کے روزِ الست اللہ تعالیٰ نے تمام بنی نوعِ انسانیت کی ارواح کو اپنا تعارف کروایا لیکن یہاں کچھ لوگ یہ سوال بھی اٹھاتے ہیں کے اللہ تعالیٰ کا دیدار بھلا کوئی کیسے کر سکتا ہے؟ کیونکہ جب حضرت موسیٰ کلیم اللہ کوہِ طور پر اللہ کی تجلی کو دیکھ کر بے ہوش ہو گئے تو پھر بھلا ہم جیسے کس شمار قطار میں ہیں؟ لیکن یہاں قابلِ غور نکتہ یہ ہے کے جب موسیٰ علیہ السلام نے کوہِ طور پر کچھ بھی نہ دیکھا تو پھر وہ بے ہوش کیوں اور کیسے ہو گئے؟ اس بے ہوشی کا صاف مطلب تو یہی نظر آتا ہے کے انھوں نے کچھ نہ کچھ تو ضرور دیکھا تھا گرچہ یہ ایک طویل بحث ہے شاید وہ اس تجلی کو برداشت نہ کرتے ہوئے بے ہوش ہو گئے بالکل اسی طرح سے جیسے کسی کمرے میں اگر ۱۰۰ واٹ کا بلب جلتا ہے اور آنکھیں صرف اسی روشنی کی عادی ہوں تو جب اچانک اسی کمرے میں ۱۰۰ کے بجائے ۱۰۰۰ واٹ کا بلب روشن کر دیا جائے گا تو یقیناً آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا جائے گا اور کچھ وقت

کے لئے انسان وہ مناظر ٹھیک طرح سے دیکھنے سے قاصر ہو جائے گا لیکن جیسے جیسے بصارت اس روشنی کو برداشت کرنے کے قابل ہوتی جائے گی وہ روشنی معمول کا حصہ بن جائے گی۔

شمس الدین عظیمی سلطان کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں سلطان ایک آزاد طرز فکر ہے پس سلطان ہی قلندر شعور ہے۔

یقیناً اللہ تعالی نے ہر انسان میں یہ صلاحیت ودیعت کی ہے کے اگر وہ چاہے تو (سلطان) یعنی اپنی روح و راس کی قوتوں کو استوار اور بیدار کر کے اس نادیدہ دنیا کی سیاحت کرے۔

بقول شاعر!

کیا فرض ہے کہ سب کو ملے ایک سا جواب　　آؤ نا ہم بھی سیر کریں کوہ طور کی

سلطان تک رسائی کے لئے ضروری ہے کے انسان کو روز الست (جس دن اس نے اللہ کی آواز کو سنا اس کو سمجھا اس سے ہم کلامی کا شرف حاصل کیا اس کے جمال سے مشرف ہوا اور بلا آخر اس نے اپنے رب کا عرفان یعنی پہچان کی سعادت حاصل کر لی) کے اس تعارف خداوندی کی حقیقت سے آگہی حاصل ہو جائے اور جس دن ایسا ہو جائے گا اس دن اس کو عرفان ذات حاصل ہو جائے گا کیونکہ لازمی طور پر اللہ تعالی نے انسان کو اس صلاحیت سے مشرف کیا ہے جس کا نام 'سلطان' ہے بالفاظ دیگر انسان اپنی روح کو تلاش کر لے یعنی اسی روح کو جس نے عالم ارواح میں اللہ کی ربوبیت کا اقرار کیا تھا تو ایسا انسان آسمان اور زمین کے کناروں سے نکل سکتا ہے۔

دنیا میں ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بنی نوع انسانیت کی رہنمائی کے لئے تشریف لائے ہیں اور ان سب کی تعلیمات کا نچوڑ یہی تھا کے انسان اس مادی وجود میں رہتے ہوئے اللہ کی ذات کا عرفان حاصل کر لے جس کے حصول کے لئے ضروری ہے کے انسان اپنی روح سے واقفیت حاصل کرے جبکہ اہل علم حضرات یہ بتاتے ہیں کے روح کے 70,000 پرت ہیں اور ہر پرت مختلف خصوصیات، کیفیات اور ایک الگ رنگ روپ لئے ہوئے ہے، روز الست انسانی ارواح نے ذات باری تعالی کا مشاہدہ کیا اس کے کلام کو سنا سمجھا اور پھر اس سے ہم کلامی کا شرف بھی حاصل کیا

یہی نہیں بلکہ اپنے پورے ہوش و حواس سے اس کی ربوبیت کا قرار بھی کیا ہے لہٰذا اللہ کی ذات کے عرفان کے لئے ضروری ہے کے انسان غیب کی دنیا میں داخل ہو جو کے سلطان (روح) کے بغیر ناممکن ہے۔ ۳۷

تصوف میں سلطان کا مطلب چھ شعوروں پر غلبہ حاصل کرنا گر کوئی نسان زمینی شعور میں رہتے ہوئے چھ شعوروں پر غلبہ حاصل کر لے تو وہ زمینی شعور سے باہر نکل سکتا ہے تاہم ہر آسمان ایک شعور ہے ،اور آسمانی دنیا کو پہچاننے کے لئے ان شعوروں پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے آسمانی دنیا سے واقفیت ضروری ہے جب انسان ان سات شعوروں کا ادراک حاصل کر لیتا ہے تو پھر اس میں عرش معلیٰ کو دیکھنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ ۳۸

اس خیال کو ہندو اسکالر زدھرنداس اور پران ناتھ جن کا تعلق سترھویں صدی عیسوی سے ہے اس طرح سے بیان کرتے ہیں چراغ انسان کے جسم میں ہے جو نا بتی کا محتاج ہے اور نا ہی تیل کا (اس خیال کو سورہ نور کی آیت:اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ہے کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے)۔وہ آگے کہتے ہیں کے انسان کے اندر ایک طاق ہے اس طاق کے اندر ایک شیشہ ہے جس میں چراغ ہے جو مشرقی ہے نا غربی ہے جس کو تیل کی ضرورت ہے نا بتی کی پھر مزید کہاکہ دھنی جسم تخت ہے اور اس پر سلطان بیٹھا ہے۔ ۳۹

کائنات اور جنت کی زندگی نوع نسانی کا ورثہ ہے لیکن اس ورثے کے حصول کے لئے ضروری ہے کے انسان اس صلاحیت سے متعارف ہو جو جنت کی زندگی میں اسے حاصل تھی اس صلاحیت کا حصول روح سے قریب ہوئے بغیر ممکن نہیں چنانچہ جو شخص اپنے Inner سے واقفیت حاصل کر لیتا ہے وہ ابدی سکون حاصل کر لیتا ہے۔ ۴۰

حضرت امام حسینؓ سے روایت ہے ،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا!اللہ تعالیٰ اونچے اور بلند کاموں کو پسند کرتا ہے جبکہ گھٹیا امور کو ناپسند ۔ ۴۱

انسانی روح کا وزن

لاس اینجلس کے ڈاکٹر ابراہام نے انسانی روح کے وزن کو معلوم کرنے کے لئے تقریباً (1200) ایسے افراد کا انتخاب کیا جو کے قرب المرگ تھے ان کی یہ تحقیق پانچ سالوں پر محیط ہے، مرنے سے قبل اس مریض کا جسمانی وزن نوٹ کیا جاتا اور بعد مرگ اس کا جسمانی وزن معلوم کیا جاتا تو اس دقیق، کٹھن اور صبر آزما تحقیق کے بعد ڈاکٹر ابراہام نے یہ ثابت کیا کے انسان کی روح کا وزن محض (۲۱ گرام) ہے۔ ڈاکٹر ابراہام کا یہ ماننا ہے کے انسانی روح محض (21 gm) آکسیجن کا نام ہے جو انسانی پھیپھڑوں کے کونوں، کھدروں، درزوں اور لکیروں میں موجود اور چھپی ہوتی ہے چنانچہ موت کی آخری ہچکی اس آکسیجن کو پھیپھڑوں سے دھکیل کر باہر خارج کرتی ہے (21gm) وزن کا مطلب ریت کی چھ چٹکیاں، پیاز کا ایک پرت یا پانچ عدد ٹشو پیپرز۔

پیدائشی شعور

ایک گھڑی میں ایک سے لے کر بارہ تک ہندسے موجود ہیں، روحانیت کی اصطلاح میں گھڑی کی یہ سوئی اگر پیچھے کی جانب حرکت کرے یعنی بارہ سے گیارہ پھر دس، نو، آٹھ، سات، چھ، پانچ، چار، تین، دو اور پھر ایک پر آجائے تو انسان کو وہ شعور حاصل ہو جائے گا جو کے اسے بچپن میں حاصل تھا۔ اسی طرح سے سوئی کی ہر حرکت ایک شعور کی طرف اشارہ کرتی ہے مثلاً اگر سوئی بارہ پر سے ریورس ہو کر دس پر آجائے تو اسے وہ شعور حاصل ہو جاتا ہے جو اسے خواب دکھاتا ہے اگر سوئی بارہ پر سے اچھل کر نو پر آجائے تو اسے مراقبہ کا شعور حاصل ہو جاتا ہے اگر سوئی آٹھ کے ہندسے پر آجائے تو اسے وہ شعور حاصل ہو جائے گا جسے وحی کہتے ہیں یہ وہی وحی ہے جس کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے!

وَاَوۡحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحۡلِ۔ ۴۲

ترجمہ۔ ہم نے شہد کی مکھی پر وحی کی اگر سوئی بارہ کے ہندسے سے حرکت کر کے اچانک سات پر آجائے تو انسان پر کشف کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور اگر سوئی چھ پر آجائے تو انسان کے اندر

وہ صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے جس کو قرآن کریم نے سلطان کہا ہے یعنی اب انسان میں زمین کے کناروں سے نکلنے کی صلاحیت پیدا ہو چکی۔

جبکہ ۱۰ پہلے آسمان کا شعور زمین کے کناروں سے باہر دیکھنے کی صلاحیت کے حامل سالک کے اندر پہلے آسمان کا شعور پیدا ہو جاتا ہے علیٰ ہذا القیاس اس طرح سات آسمانوں کو وہ دیکھ لیتا ہے اور پھر وہ سات آسمانوں میں وہ داخل ہو جاتا ہے۔ اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّ مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَّ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا ۔۴۳

ترجمہ۔ اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان پیدا کئے اور ان ہی کی طرح زمین پیدا کی ان کے درمیان ہمارا حکم اترتا ہے۔

فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِیْ یَوْمَیْنِ وَ اَوْحٰى فِیْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا وَ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ وَ حِفْظًا ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ۔۴۴

ترجمہ۔ (اللہ) نے سات آسمان بنائے اور ہر آسمان میں اس کا کام القا کر دیا۔

وَ لَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ وَ مَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِیْنَ ۔۴۵

ترجمہ۔ تمھارے اوپر ہم نے سات راستے بنائے اور تخلیق کے کاموں سے ہم اچھی طرح سے واقف ہیں۔

اَلَمْ تَرَوْا كَیْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۔۴۶

ترجمہ۔ کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اللہ نے ایک کے اوپر ایک کس طرح سے سات آسمان پیدا کئے۔
یہاں تہہ در تہہ آسمان سے مراد وہ شعوری صلاحیتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو ودیعت کی ہیں یہاں سات تہوں والے آسمانوں یا زمین سے مراد یہ ہے کے ہر تہہ ایک مکمل نظام ہے اور ہر نظام میں ایک مکمل ضابطہ حیات ہے ایسا ضابطہ حیات جس کا ایک دوسرے سے تصادم نہیں ان سب کا

رشتہ خالق کائنات کے ساتھ قائم ہے لہٰذا کل اشیاء کائنات اور ان میں موجود مخلوقات اس بات کا علم اور یقین رکھتی ہیں کے اللہ ہی ہمارا خالق و مالک ہے اور وہ اللہ کی حمد و ثناء اور اس کی شکر گزاری کرتی ہیں۔ اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمَاوَاتُ السَّبْعُ وَالْأَرْضُ وَمَن فِيهِنَّ ۚ وَإِن مِّن شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَٰكِن لَّا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ ۗ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا ۔۴۷

ترجمہ۔ ساتوں آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے، سب اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بیان نہ کرتی ہو لیکن تمھیں ان کی پاکی بیان کرنے کا شعور نہیں۔

اسی خیال کی وضاحت کرتے ہوئے شمس الدین عظیمی لکھتے ہیں! قلندر شعور ہماری رہنمائی کرتا ہے کے ہم کائناتی تخلیقی فارمولوں کے تحت اپنے اندر ہر قسم کی غیر مرئی (Invisible) صلاحیتوں کو اپنے ارادے اور اختیار سے متحرک کر سکتے ہیں ایک انسان جب اپنے اندر دور کرنے والی بجلی ،نسمہ یا اور اء سے واقف ہو جاتا ہے تو وہ بجلی کے بہاؤ کو روک بھی سکتا ہے اور اپنے اندر زیادہ سے زیادہ الیکٹریکل ذخیرہ بھی کر سکتا ہے اور اس ذخیرہ سے وہ ماورائی دنیا میں بغیر کسی وسیلے کے پرواز بھی کر سکتا ہے۔ الیکٹریسٹی کے ذخیرے کے بعد اس کے اندر ایسی سکت پیدا ہو جاتی ہے کے وہ اپنے ارادے اور اختیار سے آسمان اور زمین کے کناروں سے نکل جاتا ہے ،اس کی آنکھوں کے سامنے اپنی زمین کی طرح کہکشاں میں بے شمار زمینیں آجاتی ہیں، جس طرح سے وہ اپنی زمین پر آباد اللہ کی مخلوق کو دیکھتا ہے بالکل اسی طرح سے وہ اس کائنات میں موجود کھربوں دنیاؤں کا مشاہدہ بھی کرتا ہے، جس طرح سے ایک فلم سینکڑوں اور ہزاروں سکرینز پر دیکھی جا سکتی ہے اسی طرح سے کائنات کی تمثیل لوح محفوظ سے ڈسپلے ہو رہی ہے کائنات میں موجود ہر زمین ایک اسکرین ہے لاشعور بیدار ہو جاتا ہے تو یہ ساری کائنات ایک فلم اور کائنات میں کھربوں زمینیں سکرین نظر آتی ہیں جو کچھ اس زمین پر ہو رہا ہے بالکل اسی طرح سے کائنات میں موجود دوسری تمام زمینوں پر بھی

یہ نظام جاری و ساری ہے۔ ۴۸؎

آسمان کے اوصاف

آسمان کے اوصاف بیان کرتے ہوئے حضرت علیؑ نے فرمایا اللہ نے آسمان کے شگاف اور اس کے نشیب و فراز کو مرتب کیا اور اس کی درازوں کو کشادگی سے ملاتے ہوئے انھیں آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ جکڑ دیا ہے اور اللہ کے احکامات کو لانے لے جانے والوں یعنی (اترنے اور چڑھنے والوں) کے لئے آسمان کی بلندی اور دشوار گزاریوں کو آسان کر دیا ابھی جب آسمان دھوئیں کی شکل میں تھا تو جب اللہ نے انھیں پکارا تو ان کے تسمے آپس میں متصل ہونے لگے پھر اللہ نے ان کے بند دروازوں کو آپس میں یک بستہ ہونے کے بعد کھول دیا اور ان کے شگافوں کے درمیان نگہبان مقرر کر دئے۔ اللہ نے اپنے آسمانوں میں ٹھہرانے اور اپنی مملکت کے بلند طبقات کو آباد کرنے کے لئے فرشتوں کی عجیب و غریب مخلوق کو پیدا کیا جن سے آسمان کے وسیع راستوں کے گوشے گوشے کو بھر دیا اور اس کی فضاء کی وسعتوں کے کونے کونے کو چھلکا دیا تاہم ان وسیع طراف کی پہنائیوں میں تسبیح کرنے والے فرشتوں کی آوازیں قدس و پاکیزگی کی چار دیواروں اور عظمت کے گہرے حجاب اور بزرگی اور جلال کے پردوں میں ان کی حمد و ثناء کی گونج دوسری جانب تجلیات نور کی فراوانیاں جو نگاہوں کو خیرہ کر دیں بالفاظ دیگر نگاہ کی کیا مجال جو ان نظاروں کا تحمل کر سکیں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا اللہ نے ان فرشتوں کو الگ الگ صورتوں اور پیمانوں پر پیدا فرمایا گرچہ وہ بال و پر رکھتے ہیں (لیکن ان کی صورتیں الگ ہیں) یہ فرشتے اللہ کے جلال اور عزت کی تسبیح کرتے ہوئے اللہ کے ہر حکم کی اطاعت کرتے ہیں اللہ نے انھیں وہاں اپنی وحی کا امانت دار اور اپنے امر ونواہی کی ودیعتوں کا حامل بنا کر رسولوں کی جانب بھیجا ہے، وہ ہر قسم کے شک و شبہ سے پاک ہیں ، معرفت خداوندی ان کے سینوں کی تہوں میں جمے ہیں ان پر ہیبت و جلال خداوندی چھائی ہوئی ہے ،ان میں سے کچھ تو ایسے ہیں جن کے قدم تحت الثریٰ سے آگے نکل گئے ہیں یہ سفید جھنڈوں کی

مانند ہیں جو فضاء کی وسعت کو چیرتے ہوئے آگے بڑھ گئے ان فرشتوں کو اللہ کی عبادت نے مشغول کرر کھا ہے جس کی وجہ سے وہ ہر شے سے بے نیاز اور بے فکر ہیں انھیں اللہ کی معرفت اور یقین کامل حاصل ہے وہ اللہ کی نعمتوں کے متمنی اور ہر غیر سے بے نیاز ہیں کیونکہ وہ معرفت کی شیرنی کو چکھ چکے ہیں اور وہ عبادات کے والہانہ شوق میں مبتلا ہیں۔ ۴۹؎

اسی حوالے سے حضرت علیؓ کا قول ہے!

اے لوگو میں زمین سے زیادہ آسمان کے راستوں سے واقف ہوں۔ ۵۰؎

انسانی جسم اور ماوراء

تمام انسانوں کے جسم سے ایک خاص قسم کی برقی مقناطیسی رو جیسے Electro Megnat Rays بھی کہتے ہیں کا مسلسل اخراج ہوتا ہے یہ ہر انسانی وجود کے گرد ایک نورانی ہالے کی شکل میں موجود ہوتا ہے، نور کا یہ ہالہ ہر انسان کے جسم سے تقریباً ۹ انچ کے فاصلے پر ایک مجسم شکل کے ساتھ موجود ہوتا ہے روح کے بے شمار پرت ہیں اور روح کی فطرت میں یہ بات شامل ہے کے روح جس مقام پر خود کو ظاہر کرتی ہے اس کے لئے اسے ایک لباس کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ لباس فضا میں روشنیوں کے تانے بانے سے بنتا ہے روشنی جب تانے بانے میں گردش کرتی ہے تو عضلات بناتی ہے اور ان عضلات کو سنبھالنے کے لئے روح ایک اور لباس تیار کرتی ہے جیسے روحانیت کی اصطلاح میں جسم مثالی کہا جاتا ہے، ہمارا علم روح کے بارے میں صفر ہے، اس لئے ہمارے ذہن میں اس قسم کے خیالات اور سوالات آتے ہیں روح قائم بالذات ہے اس کو اس طرح سے سمجھا جا سکتا ہے کے بجلی کی تاروں میں بجلی دوڑتی ہے لیکن اگر فیوز اڑ جائے تو بجلی کی ترسیل عارضی طور پر منقطع ہو جاتی ہے اور گھر تاریکی میں ڈوب جاتا ہے لیکن بجلی موجود ہوتی ہے جو ایک عارضی خرابی کی وجہ سے منقطع ہے بالکل اسی طرح سے انسانی جسم کے ہر عضو میں روح دوڑتی ہے تاہم اگر کوئی عضو کٹ جائے تو اس کی حرکت ساکت ہو جاتی ہے اب اگر عضو کا فیوز بحال کر دیا جائے تو عضو میں حرکت پیدا ہو جائے گی لیکن ایسا روحانی طور پر ممکن ہے جہاں تک روح کی شکل

وصورت کا تعلق ہے تو وہ منتقل ہوتی ہے اور اس کی شکل وصورت ویسی ہی ہے جیسا اس نے لباس یا روپ دھارا ہے روح جسم کے ہر خلیہ میں موجود ہے بالفاظ دیگر جسم کا ہر خلیہ روح کا ایک علیحدہ روپ ہے جب یہ سارے روپ آپس میں مل جاتے ہیں تو جسم کی تشکیل ہوتی ہے۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۔۱۵

ترجمہ۔ انسان ناقابل تذکرہ شے تھا ہم نے اس کے اندر اپنی روح پھونک دی، تو وہ بولتا، سنتا، سمجھتا اور محسوس کرتا انسان بن گیا۔

بات سیدھی اور قابل فہم ہے کہ انسان گوشت پوست اور ہڈیوں کے ڈھانچے کے اعتبار سے ناقابل تذکرہ شے ہے لیکن انسان کے اندر اللہ کی پھونکی ہوئی روح نے اس کی تمام تر صلاحیتوں اور زندگی کے تمام تر اعمال و حرکات کو متحرک کیا ہے، روح کی ہر حرکت میں معین مقداریں کام کرتی ہیں جس کی وجہ سے روح مختلف حیثیتوں اور رنگ و روپ میں اپنا تعارف پیش کرتی ہے روح جب ان معین مقداروں کے تانے بانے کے ساتھ لباس تیار کرتی ہے جس کو ہم درخت کہتے ہیں تو روح ہمیں درخت کی شکل میں نظر آتی ہے اور روح جب ان مقداروں میں تبدیل ہوتی ہے جو ایک پرندے میں ہوتی ہے تو وہ ہمیں ایک پرندے کی شکل میں نظر آتی ہے الغرض کہ جتنی بھی نوعیں اور ان نوعوں کی شکل وصورتیں ظاہر یا پوشیدہ ہیں وہ روح کے لباس کی ہر لمحہ بدلتی ہوئی تصاویر ہیں۔

روح ہمیشہ پردے میں رہتی ہے اس کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ روح روشنی ہے یا نور ہے جبکہ روشنی کی بھی ایک شکل ہے اور نور کی بھی ایک تعریف ہے لیکن فی الواقع روح کیا ہے؟ اور اس کی ماہیت کیا ہے؟ یہ وہ سوالات ہیں کہ جن کے تسلی بخش جوابات دینا کچھ اتنا آسان نہیں روح جس نوع کا لباس اختیار کرتی ہے اس کو زندہ رکھنے کے لئے تمام ضروری حواس بخشتی ہے اور یہ حواس ہی ہیں جو الگ الگ مقدار رکھتے ہیں اور زمان و مکان کا روپ دھار کر ہمارے سامنے

آتے ہیں۔اس بات کی وضاحت میں حضور قلندر بابا اولیاءفرماتے ہیں زندگی کی تجدید ہر لمحہ ہوتی ہے جس سے واقف ہر انسان ہے تاہم اس تجدید کے ظاہری اور مادی وسائل میں ہوا، پانی اور غذا شامل ہیں لیکن انسانی جسم پر ایک مرحلہ ایسا بھی آتا ہے جب ہوا، پانی اور غذا کی موجودگی کے باوجود زندگی کی تجدید نہیں ہوتی اس حالت کو موت کہتے ہیں چنانچہ جب موت وارد ہوتی ہے تو ہوا ، پانی اور غذا سے انسان کی زندگی کو بحال کرنا ممکن نہیں رہتا۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

سُبْحَانَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ کُلَّهَا مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ۔ ۵۲

ترجمہ۔ پاک ہے وہ ذات جس نے سب چیزوں کو دو قسموں پر پیدا کیا ہے۔

اس آیت میں ایک جانب شعوری اسباب اور دوسری جانب لاشعوری اسباب کا ذکر کیا گیا ہے جس میں سے ایک سبب غیر رب کی نفی ہے جو زندگی کو بحال رکھنے کے لئے جزاعظم ہے۔

جسمانی توانائی کے لئے انسان غیر شعوری طور پر غیر رب کی نفی کرنے کا پابند ہے اسی طرح روحانی بیداری کے لئے شعوری طور پر غیر رب کی نفی کرنا ضروری ہے جس طرح غیر شعوری طور پر غیر رب کی نفی کرنے سے جسمانی زندگی کی تعمیر ہوتی ہے اسی طرح سے شعوری طور پر غیر رب کی نفی کرنے سے روحانی زندگی حاصل ہوتی ہے۔ ۵۳

حضور قلندر بابا اولیاء نے ایک عجیب نکتے کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ورائے بے رنگ ہے یعنی رنگ ، ورائے بے رنگ۔ اللہ تعالیٰ نے جب کائنات کی تخلیق کا ارادہ کیا تو جو کچھ اللہ کے ارادے اور ذہن میں تھا سے ’کن‘ کہہ کر وجود بخشا تو لفظ ’کن‘ کی ادائیگی کے بعد اشیاء کائنات ظاہر ہو گئیں یعنی ورائے بے رنگ سے نزول کر کے اللہ تعالیٰ کے خیالات نے ایک رنگ اختیار کیا جس کو سمجھنے کے لئے تصوف نے بے رنگی کا نام دیا یعنی ایک ایسا ناقابل بیان رنگ جس کی تشریح کا وضاحت ناممکن ہو پھر اس بے رنگی میں حرکت پیدا ہوئی تو رنگین وجود تخلیق پا گیا

جبکہ یہی وجود مختلف صورتوں، رنگوں اور صلاحیتوں کے ساتھ مجسم اور منتقل ہو گیا لہٰذا یہ عقدہ کھلا کے تخلیق کائنات کا بنیادی عنصر رنگ ہے۔

ہر انسان کے اوپر روشنی سے بنا ایک جسم یعنی نسمہ' ہے ہر انسان کے اندر روشنی کے چھ نقطے پائے جاتے ہیں جنھیں تصوف کی اصطلاح میں لطیفے کہا جاتا ہے جبکہ ہر دو لطیفوں سے مل کر ایک روح بنتی ہے تاہم ان ارواح پر ایک غالب رنگ بھی حکمران ہوتا ہے جیسے!

ا۔لطیفہ نفسی اور لطیفہ قلبی سے مل کر روح حیوانی (روح حیوانی پر زرد رنگ کا غلبہ ہوتا ہے)۔

۲۔لطیفہ سری اور لطیفہ روحی سے مل کر روح نسانی (روح نسانی پر سبز رنگ کا غلبہ ہوتا ہے)۔

۳۔لطیفہ خفی اور لطیفہ اخفیٰ سے مل کر روح عظم کی تشکیل ہوتی ہے۔

(روح عظم پر نیلے رنگ کا غلبہ ہوتا ہے) غور طلب امر یہ ہے کے جس انسان پر جس قدر جس رنگ کا غلبہ ہوگا اس انسان کی شخصیت اور اس کی روحانی کیفیات و مقامات اسی مناسبت سے طے کئے جائیں گے جیسے کے روح حیوانی پر زرد رنگ کا غلبہ ہوتا ہے لہٰذا جس شخص پر جتنا زیادہ زرد رنگ کے احساسات غالب ہوں گے وہ شخص اسی قدر دنیاوی لذات میں گرفتار اور دنیادار ہوگا روحانیت میں مراقبے کی پریکٹس صرف اور صرف اسی وجہ سے کرائی جاتی ہے تا کہ انسان کے اوپر سے زرد رنگ کی گرفت ٹوٹ جائے اور انسان کا ذہن سبز رنگ کی جانب منتقل ہو جائے جبکہ یہی سبز روشنیاں اس کے لئے باعث راحت اور تسکین ہوتے ہیں اور اس کی ذہنی ارتکاز میں معاون بھی جب مراقب کا ذہن سبز روشنیوں پر مرتکز ہو جاتا ہے تو اس کا ذہن نیلی روشنیوں کی جانب منتقل ہو جاتا ہے جبکہ نیلی روشنیوں کے بعد کوئی اور رنگ نہیں لہٰذا جب کوئی بندہ نیلی روشنیوں کی گرفت سے بھی آزاد ہو جاتا ہے تو اس کا ذہن بے رنگی میں منتقل ہو جاتا ہے اللہ تعالی نے ذہن انسانی کی تخلیق کچھ اس انداز سے فرمائی ہے کے اس کا ذہن کسی جانب ٹھہرتا نہیں وہ بے رنگی سے نکل کر ورائے بے رنگ کا مشاہدہ کر لیتا ہے اسی کو اللہ کی ذات کا عرفان کہتے ہیں تصوف میں سالک کے لئے لازمی ہے کے وہ اپنے ارادے اور اختیار سے اپنے اوپر ایسی کیفیات کو طاری کرے جو اسے اس

عارضی دنیاکےخیالات سے آزاد کرے یہاں اس سے مراد یہ نہیں کے وہ کھاناپینا،پہننااوڑھنا، آناجانایادنیاوی امور کوترک کردے بلکہ دنیامیں رہتے ہوئےاس کاذہن ہمہ وقت اللہ کی جانب رجوع رہےاور وہ اشیاء کائنات نظام کائنات اورافراد کائنات کے پیچھےاس عظیم ہستی کے وجود سے منسلک اور روابستہ رہے یعنی اس کی نظر میں قیمتی اور بےقیمتی لباس، خوش ذائقہ یابےذائقہ غذائیں اورخوشی وغمی سب ایک جیسی ہو جائےاور وہ ہرحال میں راضی بہ رضاہو جائے جہاں تک روح کے جسم یااس کےلباس اوراء کی بات ہے تو یہ ایک حقیقت ہےکے تمام انسانوں کے جسم کے ساتھ روشنیوں کا ایک اور جسم بھی موجود ہوتا ہے جوکے تمام عمرانسانوں کےساتھ رہتاہے یہ ہمارے گوشت پوست کے جسم سے تقریباً"9اوپرہوتاہے جس کوانگریزی زبان میں Aura کہتے ہیں مختلف زبانوں میں Aura کے مختلف نام ہیں مثلاًاردومیں اوج،عربی میں نسمہ، فارسی میں جسم مثالی اورہندی میں اسے آبھا کہتے ہیں مختلف علماءباطن اورصوفیاء کرام نےاسے مختلف نام دئےہیں جیسے کے جسم لطیف، جسم مثالی،ہالہ نور،نسمہ، قلب،قرین، نفس،،جان،روح ہوائی،روح حفظ،ہمزاد، کالبدمثالی، کالبداختری کالبداثیری، کالبدرویا،بدن نورانی اور پریسپری وغیرہ۔ ۵۴؎

سائنسی تحقیقات سے بھی انسان کےاس غیرمادی جسم کی نشاندھی ہو چکی جیسے سائنسی زبان میں الیکٹرومیگنیٹک فیلڈ،ہیومن انرجی،بائیوانرجی،ایتھرک باڈی،آسٹرل باڈی،سبٹل باڈی، وائیٹل فورس،اوڈک فورس،قوئنٹ اینس،بائیوپلازمہ،ففتھ ایلیمنٹ اوراوراء کہتے ہیں۔ ۱۹۶۰ءسےلے کراب تک اوراءپربہت تحقیق کی گئی ہے،سائنسدانوں نےانسان کےاسی باطنی رخ کا ناصرف اعتراف کیاہے بلکہ اس کومختلف نام دے کربھی سمجھاہے۔

مثلاً جسم اثیر کووہ ایتھرک باڈی،جسم لطیف کوآسٹرل باڈی ورجسم مثالی کوسبٹل باڈی کےنام سے جانتے ہیں اگرچہ ابتداءمیں وہ اوراءکےوجودکےانکاری تھےلیکن مسلمان اہل علم نےصدیوں پہلےاس حقیقت کا واشگاف اعلان کردیاتھااٹھارہویں صدی کے آخرمیں مغربی سائنسدانوں نے

بھی مختلف تحقیقات سے اوراء کے وجود کا نا صرف اقرار کیا بلکہ مختلف تجربات سے یہ ثابت بھی کیا کے ایک انتہائی لطیف توانائی انسانی جسم میں موجود ہے جس کی کمی یا زیادتی سے انسان مختلف بیماریوں کا شکار ہوتا ہے تاہم جب اس کا توازن درست ہو جائے تو وہ صحت مند ہو جاتا ہے لہذا اس زاویے سے تحقیق کو مزید وسعت دی گئی اور اس کے دائرے کو آگے بڑھایا گیا۔

۱۹۳۰ء میں روس کے ایک الیکٹریشن 'کیرلین' سے اتفاقاً ایک ایسا کیمرہ ایجاد ہو گیا جس کے ذریعے سے اُوراء کی تصاویر حاصل کر لی گئیں اس طریقہ فوٹو گرافی کو کیرلین فوٹو گرافی کا نام دیا گیا اس طریقہ سے حاصل کئے گئے فوٹو گراف سے اوراء کو دیکھنا سمجھنا اور اس پر تحقیق کرنا آسان ہو گیا اگر ان تصاویر کو دیکھا جائے تو ایسا لگتا ہے کے جیسے انسانی جسم کے ہوبہو ایک رنگین ہیولا ہے جو انسان کا ہم شکل ہے لیکن اس ہیولا کو عام انسانی آنکھ سے دیکھنا ناممکن ہے۔

ایک مغربی مفکمار کہ سمتھ اپنی کتاب Aura's see then in 60 Seconds میں لکھتے ہیں ہر انسان کا اوراء دوسرے انسان سے مختلف اور منفرد ہوتا ہے جس کی وجہ اس کا مخصوص پیٹرن، بناوٹ، رنگت اور ہیئت ہے جب آپ ہر Aura کی انفرادیت کو جان لیں گے اور اس میں مہارت حاصل کر لیں گے تو لوگوں کی پیشہ ورانہ قابلیت اور عام طرز زندگی سے بھی اوراء کے ذریعے واقف ہو جائیں گے اور آپ ایک نظر میں ہی پہچان جائیں گے کے یہ کوئی انجینئر، نرس، سیکریٹری آرٹسٹ ڈاکٹر وکیل، کسان یا موسیقار ہے۔۵۵؎

انسانی صحت کا انحصار بھی اوراء پر ہے اگر اوراء کی لطیف روشنیاں طاقتور صاف ستھری ہیں تو انسان تندرست اور توانا ہو گا اس کے برعکس اگر روشنیاں کثیف اور میلی ہوں گی تو وہ انسان بے شمار بیماریوں کا شکار ہو گا لہذا اچھی جسمانی صحت اور تندرستی کے لئے ضروری ہے کے انسانی جسم کے اوراء کی روشنیاں لطیف رہیں اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب انسان اچھے اور نیک خیالات اور اعمال کا عادی ہو۔

انسانوں کے علاوہ دیگر جانداروں کے جسم کے گرد بھی اوراء پایا جاتا ہے جس میں تمام اشیاء کائنات

جانور،پودے پرندے اور دیگر مخلوقات شامل ہیں زمانہ قدیم میں یونانی،رومی،ہندو اور عیسائی اقوام میں ان کی مذہبی شخصیات کی تصاویر اور مجسموں میں ان کا ہیولٰی دکھایا جاتا تھا جیسے انگریزی زبان میں Halo اور قدیم یونانی اور لاطینی زبان میں Aureola کہا جاتا ہے میٹافزکس میں اسے ایک علیحدہ عنصر بائیوپلازما کے نام سے جانا جاتا ہے روحانیت،مابعدالطبیعات اور مابعد النفسیات پر غور و فکر کرنے والے مغربی مفکرین کی تحقیق کا نچوڑ یہ ہے اور اعد نگ و نور کی لہروں سے بنا یک غیر مرئی جسم ہے جو ہمارے مادی جسم کے ارد گرد ہمہ وقت موجود رہتا ہے مادی جسم زندگی کے تمام تقاضے اسی اوراء سے حاصل کرتا ہے انسانی صحت کا دار مدار بھی روشنیوں کے اس جسم پر منحصر ہے اوراء کسی بھی جسم کے ارد گرد "6 سے لے کر کئی فٹ تک پھیلا ہوا ہوتا ہے گرچہ اوراء کو انسان کی ظاہری آنکھ دیکھنے سے قاصر ہے لیکن مخصوص سائنسی آلات کی مدد سے دیکھنا ناممکن نہیں تاہم مضبوط روحانی بیدار قوتوں کے حامل افراد بھی یکسوئی ورار تکاز توجہ کے ذریعے اپنی ظاہری آنکھ سے اوراء کو دیکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں بعض سائنسدانوں کا یہ بھی ماننا ہے کے کم سن اور شیر خوار بچے با آسانی وراء کو دیکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں لیکن یہ صلاحیت پانچ سال کے بعد کم یا ختم ہو جاتی ہے جس کی بڑی وجہ یکسوئی و رار تکاز توجہ میں کمی بیان کی جاتی ہے ،ایک دماغی مرض Syneashesia میں مبتلا مریض بھی کسی انسان یا تحریر کا اوراء با آسانی دیکھ لیتے ہیں مختلف جانداروں کا اوراء نگ و روشنی کی مناسبت سے تبدیل ہوتا رہتا ہے پانی پتھر اور کرسٹل کا اوراعد ہم اور ہمیشہ یکساں رہتا ہے ماہرین کسی بھی انسان کے اوراء کو دیکھنے کے بعد بخوبی اندازہ لگا لیتے ہیں کے اسے کس قسم کی جسمانی،دماغی اور نفسیاتی بیماری لاحق ہے نیز یہ بھی کے وہ کس قدر مثبت یا منفی سوچ کا مالک ہے ایسا اس انسان کے اوراء کی لطیف یا کثیف روشنی کے تجزیہ سے ثابت ہوتا ہے جس شخص کا وراء جس قدر لطیف ہو گا اس کی دماغی،جسمانی و رنفسیاتی صحت اتنی ہی قابل رشک ہو گی اس کے بر عکس جس کا وراء کثیف ہے وہ منفی طرز فکر کا حامل و رمتعدد جسمانی دماغی ور نفسیاتی پیچیدہ بیماریوں کا شکار ہو گا۔

تحقیق سے یہ بات بھی ثابت ہو چکی ہے کے ہر انسانی جسم سے مختلف طول، موج اور رفتار کی شعاعوں کا اخراج مسلسل ہو تا رہتا ہے لیکن دلچسپ بات یہ ہے کے دو مختلف انسانوں کی جسموں سے خارج ہونے والی ان شعاعوں کی رفتار، طول اور موج میں اگر یکسانیت ہو تو وہ بہت جلد ایک دوسرے کے ہم خیال اور ہم آہنگ ہو جائیں گے اس کے برعکس اگر صورت حال متضاد ہو تو وہ دونوں ایک دوسرے سے ساری زندگی اختلافات ہی کرتے رہیں گے۔

اس قانون کی وضاحت میں رومی کہتے ہیں اشیاء اور اشخاص میں سے بھی مختلف تموجات (شعاعوں) کا اخراج ہو تا ہے یہ خوشگوار اور نا گوار دونوں ہی ہو سکتی ہیں ایک حساس انسان انھیں اپنی فطری حساسیت کی بناء پر بخوبی پہچان لیتا ہے مغرور، لالچی اور حرص و ہوس میں مبتلا افراد کی شناخت با آسانی ہو جاتی ہے اللہ تعالی نے انسانوں کو ایسی بصیرت عطا فرمائی ہے کے وہ منافق کی پہچان کر لے یہی نہیں بلکہ منافق تو اپنی آواز سے ہی پہچان لیا جا تا ہے جس طرح سے ایک ثابت اور دڑ کے ہوئے گھڑے کو ٹھوک کر اور اس کی آواز سے معلوم کر لیا جا تا ہے بالکل سی طرح سے اہل بصیرت انسان کو دیکھ کر یہ سمجھ جاتے ہیں کے وہ کتنے پانی میں ہے اسی لئے بد سیرت افراد کی دعائیں بھی ان کے برے اعمال کے سبب رد کر دی جاتیں اللہ کی بار گاہ میں صرف اور صرف طیبات ہی صعود کرتے ہیں۔۵۶

حضرت امام شافعیؒ نے جسم انسانی کی قوت میں اضافے کے لئے چار تجاویز عطا فرمائی ہیں۔

۱۔حلال طیب گوشت کا استعمال۔

۲۔خوشبو کا استعمال۔

۳۔روز غسل کا اہتمام۔

۴۔سوتی کپڑے کو پہننا۔

انسان کی صحت کا دار ومدار اوراء کی لطیف یا کثیف روشنیوں پر قائم ہے جبکہ انسان کے پہنے ہوئے لباس پر بھی اوراء کے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ تاریخ کے صفحات پر اس کی کئی روشن مثالیں

موجود ہیں۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِىْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِىْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ وَاْتُوْنِىْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّىْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَا اَنْ تُفَنِّدُوْنِ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِىْ ضَلَالِكَ الْقَدِيْمِ فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّىٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ

ترجمہ۔ جاؤمیری (یوسف کی) یہ قمیض لے جاؤاس کو میرے والد (یعقوب) کے منہ پرڈال دو ،ان کی بینائی پلٹ آئے گی اور اپنے سب اہل و عیال کو میرے پاس لے آؤجب یہ قافلہ (مصر سے) روانہ ہوا توان کے باپ (یعقوب) نے (کنعان میں) کہامیں یوسف کی خوشبو کو محسوس کر رہاہوں لیکن تم لوگ کہیں یہ نہ کہنے لگو کے میں بڑھاپے میں سٹھیا گیاہوں یہ سن کر گھر والے بولے خدا کی قسم آپ ابھی تک اپنے اسی پرانے خبط میں پڑے مبتلاہیں پھر جب خوشخبری لانے والا آیا تواس نے یوسف کا قمیض یعقوب کے منہ پرڈال دیا تو یکا یک ان کی بینائی واپس آ گئی تب (یعقوب) نے کہاکے میں تم سے نہ کہتاتھاکے میں اللہ کی طرف سے وہ کچھ جانتاہوں جو تم نہیں جانتے ہو۔ ۵۷؎

حضرت اسماءؓ سے روایت ہے ،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک کرتاجوکہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت عائشہؓ کے پاس موجودتھاجب کوئی شخص بیمار ہوتاتواس کرتے کوپانی میں دھوکراس کا پانی اس بیمار کوپلادیاجاتاجس سے اس مریض کو مکمل شفاہوجایاکرتی پھر یہ کرتاحضرت عائشہؓ کے وصال کے بعد حضرت اسماءؓ کے پاس آ گیااور وہ بھی حسب معمول اس کرتے کا دھوون بیماروں کو پلایا کرتیں جس سے مریضوں کو مکمل صحت حاصل ہو جاتی۔

حضرت ام سلمیٰؓ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک موئے مبارک (سر کابال) تھاجسے انھوں نے چاندی کی ایک ڈبیامیں رکھاتھاتاہم جب کوئی بیمار ہوتاتو آپ اس ڈبیا کوپانی میں ڈبوتیں اور اس کا

دھووں مریضوں کوپلاد تیں جس کی برکتوں سے وہ مریض مکمل شفایاب ہو جاتا۔

روزنامہ ایکسپریس کراچی کی اشاعت میں 'لباس میں چھپی اداسی' کے عنوان سے ایک واقعہ نذر کو رہے جو یہاں پیش خدمت ہے۔

شارلٹ راجر نے اپنی اکیسویں سالگرہ کے موقع پر ایک پرانا لباس خریدا جس کو خریدنے کے برسوں بعد تک وہ اسی لباس کے زیر اثر رہی اور وہ اس لباس میں چھپی مایوسی کے احساس سے اپنی جان نہ چھڑا سکی واقعہ کچھ یوں ہے کہ ۱۹۶۰ء کے موسم گرما میں وہ ایک روز کھانے کے وقفے کے دوران استعمال شدہ ملبوسات کی ایک دوکان پر گئی جہاں پرانے مگر عمدہ ملبوسات مہنگے داموں فروخت ہوتے تھے اس وقت اسے یونیورسٹی کی ایک تقریب کے لئے ایک عمدہ لباس کی ضرورت تھی بلا آخر اس کو ایک لباس پسند آ گیا اور اس نے ۵۰۰ پاونڈ کی خطیر رقم خرچ کر کے اسے خرید لیا وہ ایک نہایت عمدہ لباس تھا جو بالکل اس کے سائز کے مطابق تھا ایسا لگتا تھا کے جیسے وہ لباس اسی کے لئے تیار کیا گیا تھا شام کو جب وہ اپنے فلیٹ پر آئی جہاں اس کے ساتھ اس کی مزید تین دوستیں بھی رہتی تھیں شارلٹ نے اس لباس کو پہن کر دیکھا جائے لیکن اچانک اس پر شدید اداسی اور مایوسی کی کیفیت طاری ہو گئی یہ کیفیت شدید نوعیت کی تھی جس سے شارلٹ خوفزدہ ہو گئی اسے لگا کے وہ چیخ چیخ کر رونا شروع کر دے گی پھر اس نے وہ لباس اتار کر الماری میں رکھ دیا لیکن اسے اپنی مایوسی کی وجہ معلوم نہ ہو سکی لیکن عجیب بات یہ ہوئی کے لباس اترتے ہی اس کی اضطرابی کیفیت بھی ختم ہو گئی تھوڑی دیر میں اس کا موڈ بالکل بحال ہو گیا تاہم اس وقت یہ بات اس کے ذہن میں نہ آ سکی کہ اس اداسی کا تعلق اس لباس سے ہے ایک ہفتے کے بعد شارلٹ نے وہ لباس اپنے اٹیچی کیس میں رکھا اور آکسفورڈ یونیورسٹی کی تقریب میں شرکت کے لئے روانہ ہو گئی تقریب کی شام اس نے وہ لباس پہنا اور لباس کے پہنتے ہی اس پر پھر وہی مایوسی کی کیفیت طاری ہو گئی اور اس نے اچانک چیخنا اور چلانا شروع کر دیا تاہم اب وہ نہ پارٹی میں جانا چاہتی تھی اور نہ ہی وہاں مزید قیام کرنا چاہتی تھی اس کی دوستیں حیران تھیں کے آخر اس کو ہوا کیا ہے کیا وہ پاگل ہو گئی ہے لیکن شارلٹ

کا بھی یہی خیال تھا کہ وہ سچ مچ پاگل ہو گئی ہے بہر حال اس نے اپنا لباس تبدیل کیا اور اگلی ٹرین سے وہ واپسی کی تیاری شروع کر دی لیکن لباس کے اترتے ہی اس پر طاری شدید کیفیات جیسے اچانک ہی ختم ہو گئیں اس نے اپنی دوست سے اس کا لباس مانگ کر پہنا اور تقریب میں شریک ہوئی لیکن اس پر یہ بات واضح ہو چکی تھی کے اس پر طاری ہونے والی اس اداسی کی کیفیت کا تعلق ضرور اسی لباس سے ہے شارلٹ اگلے ہی دن ہی اس دوکان میں جا پہنچی تا کہ تحقیق کر سکے کے اصل معاملہ کیا ہے پہلے تو دوکان کے مالک نے اسے بتانے سے گریز کیا لیکن اس کے بے حد اصرار پر دوکاندار نے اس کو بتایا کے یہ لباس ایک غیر معروف لڑکی کا ہے جس کی موت خودکشی کرنے سے واقع ہوئی تھی اور خودکشی کے وقت اس نے یہی لباس پہن رکھا تھا خودکشی کے وقت اس لڑکی کی اداس اور مایوس کیفیات بری طرح سے اس لباس میں رچ بس گئیں بعد از اں شارلٹ نے ایک تاجر سے شادی کر لی لیکن تا عمر وہ اس مخصوص اداسی کی کیفیات سے جان نہ چھڑا سکی۔
۵۸ ؎

مندرجہ بالا مثالوں سے یہ بات ثابت ہو گئی کے انسان کا اور اس کے اطراف اور اس کے لباس پر بھی اپنے گہرے اثرات مرتب کرتا ہے۔ سائنسدانوں کی تمام تر تحقیقات کا دارومدار ایسی شے یا عمل پر ہے جو کسی نہ کسی صورت قابل پیمائش یا قابل تکرار ہو روشنی یک لاکھ چھیاسی ہزار فی سکینڈ کی رفتار سے سفر کرتی ہے تاہم سائنسدانوں کے پاس ایسا کوئی پیمائشی آلہ موجود نہیں جو روشنی سے بھی زیادہ تیز رفتار توانائی کی پیمائش کر سکے یہاں آ کر مادی سائنس اور سائنسدان مجبور اور بے بس ہو جاتے ہیں لیکن صوفیاء کرام اور اہل باطن حضرات کہ جن کی روحانی صلاحتیں نہ صرف بیدار اور طاقتور ہیں ان کے لئے یہ باتیں غیر اہم ہیں کیونکہ اللہ تعالی نے انھیں بصر اور بصیرت دونوں ہی نعمتوں سے نوازا ہے۔

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّىْٓ

اَعْلَمُ مِنَ اللّٰہِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۔۵۹؎

ترجمہ۔ وہ جسے چاہتا ہے حکمت دیتا ہے اور جسے حکمت دی گئی اسے بڑی خیر دی گئی اور نصیحت تو عقلمند ہی پکڑتے ہیں۔

وَ کَذٰلِکَ اَنْزَلْنَاہُ اٰیَاتٍ بَیِّنَاتٍ وَّ اَنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یُّرِیْدُ ۔۶۰؎

ترجمہ۔ بے شک اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔

مِّنْ خَیْرٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَ اللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ ۔۶۱؎

ترجمہ۔ اللہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ مخصوص کر لیتا ہے۔

سائنسی تحقیق کے مطابق کائنات کی ہر شے چھوٹے چھوٹے نظر نہ آنے والے ایٹموں سے مل کر بنی ہے جو مختلف فریکوئنسی اور ریٹ (Rate) پر متحرک ہیں مثلاً پانی کا Rate of Vibration بخارات بننے پر تبدیل ہو جاتا ہے، زمین پر موجود ہر شے چاہے وہ جاندار ہو یا بے جان ہو وہ اپنے اندر ایک خاص قسم کا ارتعاش رکھتی ہے جس کی وجہ سے ایک الیکٹرو میگنیٹک فیلڈ بنتی ہے اگرچہ سائنسدانوں نے کسی بھی انسان کی الیکٹرو میگنیٹک فیلڈ کے پس پردہ اس انسان کے باطنی وجود کو کسی حد تک دریافت کر لیا ہے سائنسی تحقیق کے مطابق کسی بھی انسان کے جسم کی اکائی خلیہ یعنی Cell ہے لیکن اس خلیے کو متحرک رکھنے والی توانائی کیا ہے؟ وہ کہاں سے آتی ہے؟ اور کہاں چلی جاتی ہے؟

یہ ایک ایسا دلچسپ موضوع ہے جو صاحبانِ عقل و بصیرت کو تحقیق و جستجو کی دعوت دیتا ہے اگر صوفیانہ تعلیمات کا جائزہ لیں تو اس کا خلاصہ کچھ اس طرح سے ہے کہ انسان تین چیزوں کا مجموعہ ہے۔

۱۔ انسان کا مادی جسم جو گوشت پوست کھال اور ہڈیوں سے مرکب ہے۔

۲۔ انسان کی روح جو کہ امرِ ربی ہے جس کی موجودگی میں انسان زندہ ہے اگر روح اس کے جسم سے نکل جائے تو انسانی جسم کی حرکات و سکنات ختم ہو جائیں گی۔

۳۔ جسم مثالی کے جس کو اوراء کہتے ہیں، وہ ہر وقت ہمارے مادی جسم سے "9 کے اوپر موجود ہوتا ہے اور انسانی زندگی کے تمام تقاضے جن میں کھانا پینا، خواب و بیداری اور صحت و بیماری شامل ہیں سب اسی جسم مثالی یعنی اوراء میں پیدا ہوتے ہیں اور وہاں سے گوشت پوست کے انسانی جسم میں منتقل ہو کر اس پر ظاہر ہوتے ہیں۔

علامہ جلال الدین سیوطی اور ابن سعد نے اپنی طبقات میں وہب بن منبہ سے روایت کیا ہے اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کو مٹی سے تخلیق کیا پھر اس میں نفس کو تخلیق کیا جس کی وجہ سے وہ اٹھتا بیٹھتا، سنتا اور جانتا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے روح تخلیق فرمائی جس کی وجہ سے اس نے حق و باطل کو پہچانا اور ہدایت و گمراہی سے واقفیت حاصل کی۔ ۶۲

آپ ایک جگہ مقاتل کے ایک قول کو نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں انسان کے لئے زندگی، نفس اور روح تین اشیاء ہیں جب انسان سوتا ہے تو اس کا نفس نکل جاتا ہے لیکن وہ مکمل طور پر نہیں نکلتا ہے بلکہ اس طرح سے نکلتا ہے جس طرح سے کوئی رسی کھینچ دی جائے پھر وہ انسان خواب دیکھتا ہے اور اس کی زندگی روح کے ساتھ اس کے جسم میں رہتی ہے جس کی وجہ سے وہ سانس لیتا ہے لیکن جیسے ہی اس کے جسم کو ہلایا جاتا ہے تو اس کی آنکھ کھلنے سے پہلے وہ نفس واپس اس کے جسم میں آ جاتا ہے۔ ۶۳

آپ پھر عزالدین ابن سلام کے حوالے سے لکھتے ہیں ہر انسان کے جسم میں دو ارواح ہیں۔

۱۔ پہلی روح یقظہ یعنی وہ روح جو جسم میں ہو تو انسان عادتاً بیدار ہوتا ہے اور جب نکل جائے تو وہ انسان عادتاً سو جاتا ہے انسان خواب دیکھتا ہے۔

۲۔ دوسری روح حیات ہے جو جسم میں ہو تو جسم زندہ ہوتا ہے اور جب وہ نکل جائے تو انسان کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ ۶۴

حضرت وارث علی شاہ فرماتے ہیں نفوس کو ذائقہ موت چکھنا ہے لیکن روح کو ذائقہ موت نہیں چکھنا۔

قر آن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ۔ ۶۵؂
یعنی ہر ذی نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے لیکن وہ یہ نہیں فرماتا!
کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ۔ ترجمہ۔ ہر روح کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ ۶۶؂
اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!
اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰى اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ۔ ۶۷؂
ترجمہ۔ اللہ ان ہی نفوس کا ان کی موت کے وقت قبض کرتا ہے اور ان کو بھی جن پر موت طاری نہیں ہوئی یعنی نیند کے وقت پھر ان کو روک لیتا ہے جن پر موت کا حکم صادر کر چکا ہے اور دوسری کا ایک وقت معین تک چھوڑ دیتا ہے بے شک اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو تفکر کرتے ہیں۔

حوالہ کتب:

۱۔ لغات القرآن۔ غلام احمد پرویز (متوفی۔ ۱۴۰۵ھ) ادارہ طلوع اسلام لاہور۔ ۱۹۵۹ء۔
۲۔ سورہ السجدہ۔ آیت ۔۹۔
۳۔ سورہ النحل۔ آیت ۔۲۔
۴۔ سورہ الشوریٰ۔ آیت ۔۵۲۔
۵۔ سورہ الشوریٰ۔ آیت ۔۵۱۔ ۵۳۔
۶۔ سورہ بنی اسرائیل۔ آیت ۔۸۵۔
۷۔ سورہ بنی اسرائیل۔ آیت ۔۸۶۔
۸۔ لغات القرآن۔ غلام احمد پرویز (متوفی۔ ۱۴۰۵ھ)۔ ص ۔۷۸۴۔ ادارہ طلوع اسلام لاہور ۔ ۱۹۵۹ء۔
۹۔ تشبیہات رومی۔ خلیفہ عبدالحکیم ص۔ ۳۶۳۔ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور پاکستان۔ ۱۹۵۹ء۔
۱۰۔ سائیں بھلے شاہ۔ جے۔ آر۔ پوری اور جے۔ آر۔ شنگاری۔ ص۔ ۲۸،۲۹۔ ۴۳۔ فکشن ہاؤس لاہور۔
۱۱۔ سورہ الدھر۔ آیت ۱۔ ۲۔

۱۲۔ سورۃالسجدہ آیت۔۹۔
۱۳۔ سورۃلقمان۔ آیت۔ ۲۷۔
۱۴۔ تشبیہات رومی۔خلیفہ عبدالحکیم۔ص۔۱۰۳۔ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور پاکستان۔۱۹۵۹ء۔
۱۵۔ کشکول۔خواجہ شمس الدین عظیمی۔ص۔۶۷۔ مکتبہ روحانی ڈائجسٹ کراچی۔۱۹۹۰ء۔
۱۶۔ سورۃق۔آیت۔۱۶۔
۱۷۔ سورۃالتین۔ آیت۔۴۔
۱۸۔ضیاءالقرآن۔جسٹس پیر کرم شاہ الازہری۔ج۔۵۔ص۔۶۰۶۔ مطبوعہ ضیاءالقرآن پبلی کیشنز لاہور۔
۱۹۔سائیں بھلے شاہ۔جے۔ آر۔پوری اور جے۔آر۔شنگاری۔ص۔۵۷۔ فکشن ہاؤس لاہور۔۲۰۰۰ء۔
۲۰۔ سورۃالنحل۔آیت۔۱۰۸۔
۲۱۔روح کی پکار۔ خواجہ شمس الدین عظیمی۔ ص۔ ۹۳۔ ۹۴۔ مکتبہ عظیمیہ اردو بازار لاہور۔۲۰۰۵ء۔
۲۲۔ سورۃالقیامۃ۔ آیت۔۲۲۔ ۲۳۔
۲۳۔لوح و قلم۔حضرت قلندر بابا اولیاء۔ص۔۳۶۔مکتبہ تاج الدین بابا اولیاء کراچی۔ سن ندارد۔
۲۴۔ تفسیر مجاہد۔ابوالحجاج مجاہد بن جبر القرشی المخزومی(متوفی۔۱۰۴ھ)۔ص۔۳۱۹۔دار الکتب العلمیہ بیروت۔
۲۵۔ سورۃالنور۔آیت۔۳۵۔
۲۶۔روح کی پکار۔خواجہ شمس الدین عظیمی۔ص۔۱۵۔ مکتبہ عظیمیہ اردو بازار لاہور۔۲۰۰۵ء
۲۷۔احیاءالعلوم۔امام ابوحامد محمد الغزالی(متوفی۔۵۰۵ھ)۔ج۔۳۔ص۔۷۱۔دارالاشاعت کراچی۔
۲۸۔احیاءالعلوم۔امام ابوحامد محمد الغزالی(متوفی۔۵۰۵ھ)۔۔ج۔۳۔ص۔۱۶۔۱۷۔دارالاشاعت کراچی۔
۲۹۔ مکتوبات ربانی۔مجدد الف ثانی حضرت شیخ سرہندی۔ج۔۱۔ص۔۲۴۶۔اسلامی کتب خانہ لاہور۔
۳۰۔نفحات الانس۔مولانا نورالدین محمد عبدالرحمن جامی۔ص۔۹۷۔دوست ایسوسی ایٹس لکریمار کیٹ اردو بازار لاہور۔۲۰۰۳ء۔
۳۱۔نفحات الانس۔مولانا نورالدین محمد عبدالرحمن جامی۔ص۔۳۳۲۔دوست ایسوسی ایٹس لکریمار کیٹ اردو بازار لاہور۔۲۰۰۳ء۔
۳۲۔ سورۃ بنی اسرائیل۔ آیت۔۸۵۔
۳۳۔ کشف المحجوب۔سید علی بن عثمان الہجویری۔ترجمہ الحاج کپتان واحد بخش سیالوی۔ص۔۳۷۴۔ناشران الفیصل لاہور۔۲۰۰۶ء۔

۳۴۔ تفسیرالقرآن۔حافظ عمادالدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی
(متوفی۔۷۷۴ھ)۔ج۔۵۔ص۔۱۱۷۔مطبوعہ دارالفکر بیروت۔۱۳۸۵ھ۔
۳۵۔ تشبیہات رومی۔خلیفہ عبدالحکیم ص۔۷۴۔ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور پاکستان۔۱۹۵۹ء۔
۳۶۔ سورۃ الرحمن۔آیت۔۳۳۔
۳۷۔احسان و تصوف۔خواجہ شمس الدین عظیمی۔ص۔۹۲۔اشاعت۔شعبہ علوم اسلامیہ بہاءالدین زکریا
یونیورسٹی ملتان۔۲۰۰۴ء۔
۳۸۔احسان و تصوف۔خواجہ شمس الدین عظیمی۔ص۔۱۸۔اشاعت۔شعبہ علوم اسلامیہ بہاءالدین زکریا
یونیورسٹی ملتان۔۲۰۰۴ء۔
۳۹۔ کشف المحجوب۔سید علی بن عثمان الحجویری۔ترجمہ۔الحاج کپتان واحد بخش سیالوی۔ص۔۸۷۔ناشران
الفیصل لاہور۔۲۰۰۶ء۔
۴۰۔ کشکول۔خواجہ شمس الدین عظیمی۔ص۔۱۲۳۔ مکتبہ روحانی ڈائجسٹ کراچی۔۱۹۹۰ء۔
۴۱۔المعجم الکبیر۔امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی(متوفی۳۶۰ھ)مطبوعہ داراحیاءالتراث العربی۔
۴۲۔احسان و تصوف۔خواجہ شمس الدین عظیمی۔ص۔۱۸۔اشاعت۔شعبہ علوم اسلامیہ بہاءالدین زکریا یونیورسٹی
ملتان۔۲۰۰۴ء۔
۴۳۔ سورۃ الطلاق۔ آیت۔۱۲۔
۴۴۔ سورۃ حم السجدہ آیت۔۱۲۔
۴۵۔ سورۃ المومنون۔آیت۔۱۷۔
۴۶۔ سورۃ نوح۔آیت۔۱۵۔
۴۷۔ سورۃ بنی اسرائیل۔آیت۔۴۴۔(۔احسان و تصوف۔خواجہ شمس الدین عظیمی۔ص۔۲۱۔اشاعت۔شعبہ
علوم اسلامیہ بہاءالدین زکریا یونیورسٹی ملتان۔۲۰۰۴ء)۔
۴۸۔ کشکول۔خواجہ شمس الدین عظیمی۔ص۔۱۸۶۔ مکتبہ روحانی ڈائجسٹ کراچی۔۱۹۹۰ء۔
۴۹۔ نہج البلاغہ۔(خطبات حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم)۔مرتب۔حجۃ الاسلام مولانا مفتی جعفر حسین۔خطبہ
۔۸۹۔ص۔۲۶۱۔۲۶۴۔مکتبہ امامیہ کتب خانہ لاہور۔سن ندارد۔
۵۰۔ نہج البلاغہ۔(خطبات حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم)۔مرتب۔حجۃ الاسلام مولانا مفتی جعفر حسین۔خطبہ
۔۱۸۷۔ص۔۵۰۴۔مکتبہ امامیہ کتب خانہ لاہور۔سن ندارد۔

۵۱۔ سورالدھر آیت ۔۱ ۔۲ ۔

۵۲۔ سورہ یٰسین آیت ۔۳۶ ۔

۵۳۔ لوح و قلم حضرت قلندر باباولیاء ص ۱۳۷ ۔۱۳۹ ۔ مکتبہ تاج الدین باباولیاء کراچی۔ سن ندارد۔

۵۴۔ توجیہات خواجہ شمس الدین عظیمی ص ۲۰۷ ۔مکتبہ عظیمیہ کراچی۔

Aura's see then in 60 Second by Mark Smith. ۵۵

۵۶۔ تشبیہات رومی خلیفہ عبدالحکیم ص ۔۲۹۹، ۳۱۵ ۔ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور پاکستان ۔۱۹۵۹ء۔

۵۷۔ سورہ یوسف آیت ۔ ۹۳ ۔۹۶ ۔

۵۸۔ روزنامہ ایکسپریس کراچی ۔ جمعہ ۱۸ جولائی ۔۲۰۰۸ء۔

۵۹۔ سورہ البقرہ آیت ۔۲۶۹ ۔

۶۰۔ سورہ الحج آیت ۔۱۶ ۔

۶۱۔ سورہ البقرہ آیت ۔۱۰۵ ۔

۶۲۔تذکرہ الروح علامہ جلال الدین سیوطی (متوفی ۔۹۱۱ھ)۔ ص ۔۱۵۵ ۔ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۱۵ھ ۔

۶۳۔تذکرہ الروح علامہ جلال الدین سیوطی (متوفی ۔۹۱۱ھ)۔ ص ۔۱۵۲ ۔ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۱۵ھ ۔

۶۴۔تذکرہ الروح علامہ جلال الدین سیوطی (متوفی ۔۹۱۱ھ)۔ ص ۔۱۵۶ ۔ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۱۵ھ ۔

۶۵۔ سورہ آل عمران آیت ۔۱۸۵ ۔

۶۶۔ اقوال دانش کدہ۔ حضرت وارث علی شاہ ص ۔ ۱۱۲ ۔مرتب مجلس ادارہ ثنا پبلی کیشنز ۲۰۱۲ء۔

۶۷۔ سورہ الزمر آیت ۔۴۲ ۔

باب(۳):

نفس کاتعارف

علم نفس اتنا ہی قدیم علم ہے جتنی کے خود بنی نوع انسانیت زمین پر اس علم کی ابتداء تو اسی دن ہو گئی جس دن حضرت آدم اور حوا نے زمین پر اپنا پہلا قدم رکھا قرآن کریم کے انکشاف کے مطابق اس علم کی ابتداء تو عالم ارواح میں ہی ہو گئی تھی، اللہ تعالیٰ نے خود کائنات کے نقطہ آغاز کی وضاحت فرماتے ہوئے اپنے ارادے کی تشکیل کو حکم ' کن ' کہہ کر ظاہر کیا جس کے نتیجے میں کائنات کے تمام اجزاء تخلیق ہو گئے اس وقت موجودات کی حیثیت ساکن تھی ہر مخلوق کے ذہن میں صرف اتنا تھا کے میں ہوں لیکن میں کیا ہوں؟ کون ہوں؟ کس طرح ہوں ؟میرے علاوہ اور کون کون ہے؟ اس کا سے علم نہ تھا موجودات کی تخلیق کے بعد اللہ تعالیٰ نے خود کو تمام مخلوقات کے سامنے ظاہر فرماتے ہوئے یہ پوچھا اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ۔ ا ۔

کیا میں تمھارا رب ہوں ؟ اللہ تعالیٰ نے جیسے ہی موجودات کے سامنے خود کو ظاہر کیا اور اپنے بارے میں سوال کیا تو کل بنی نوع انسانیت کو حواس حاصل ہو گئے اور تمام ارواح نے اپنے رب کریم کو سنا ،جانا، سمجھا اور پھر اس سے ہم کلامی کے شرف سے مشرف ہوئے یعنی تمام ارواح نے بیک وقت اللہ تعالیٰ کے کئے ہوئے سوال کے جواب میں کہا قَالُوْا بَلٰی ۔

۲ ۔ بے شک آپ کی ہمارے رب ہیں۔

اس کے بعد کائنات کی حرکت شروع ہو گئی اور موجودات کی زندگیوں کا آغاز ہو گیا یہ تھوا کائنات کے نقطہ آغاز کا بیان ،جہاں تک علم نفس کا تعلق ہے تو یہ انسان کی روح، سانس اور اس کے شعور کا علم ہے ،انسان دو عناصر یعنی مٹی اور روح کا مجموعہ ہے۔

قرآن اس حوالے سے کہتا ہے!

اِنَّا خَلَقْنٰاهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ۔ ۳؎

ترجمہ۔ بےشک ہم نے (انسان) کو لیس دار مٹی سے پیدا کیا۔

وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ۔ ۴؎

ترجمہ۔ پھر اس میں اپنی روح پھونکی۔

انسانی جسم مٹی اور روح کا مجموعہ ہے جب تک اس کے جسم میں روح کام کرتی ہے وہ زندہ رہتا ہے لیکن جب اس کے جسم سے روح نکل جاتی ہے تو وہ مردہ کہلاتا ہے یعنی جسم انسانی کی مٹی زمین میں اور روح آسمانوں میں لوٹ جاتی ہے اب اس روح کو اتنا مضبوط، توانا اور مطمئن ہونا چاہئے کے وہ اپنے رب کے روبرو انتہائی اطمینان اور خوشی سے کھڑی رہ سکے جب ہی قرآن کریم میں فرمایا گیا!

يَآاَيَّتُهَاالنَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ۠ اِرْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۔

ترجمہ۔ اے روح مطمئن تو اپنے پروردگار کی طرف چل تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش۔ ۵؎

قرآن کریم میں لفظ نفس (298) بار استعمال ہوا ہے تصوف میں روح کے علم کو روحانی علم بھی کہا جاتا ہے انگریزی زبان میں اس علم کو Psychology کہاجاتا ہے، یہ یونانی زبان کا لفظ ہے، یونانی زبان میں Psyche کے معنی روح اور Logy کے معنی علم ہیں لہٰذا Psychology کے معنی روح کا علم ہے، ابتداء میں اسے صرف روح کا علم سمجھا جاتا تھا لیکن بعد میں ماہرین نفسیات نے اسے انسانی ذہن، شعور یا رویے کا علم بھی قرار دیا موجودہ دور میں نفسیات اس علم کو کہا جاتا ہے جو سائنسی انداز سے انسانوں اور جانداروں کے ذہنی اعمال و کردار کا مطالعہ کرے اس لفظ کو سب سے پہلے ایک مشہور انگریز سائنس دان ولیم ہاروے (William Harvey,1578.1657) نے ایجاد کیا اسی نے سب سے پہلے گردش خون کو دریافت کیا تھا لہٰذا انگریزی زبان میں باقاعدہ یہ لفظ 1693ء میں استعمال ہوا یونانی ارسطویات میں Psyche ایک انتہائی حسین و جمیل محبت کی دیوی ہے، جس کی پرستش یونان میں کی جاتی پانچویں صدی قبل مسیح یونان میں Psyche کو انسانی روح کی علامت سمجھا جانے لگا کیونکہ محبت

بھی انسان کی روح کی گہرائی میں پائی جاتی ہے جس کی عمیق گہرائی کو آج تک کوئی ناپا سکا جس طرح سے انسانی روح کو بقائے دوام حاصل ہے بالکل اسی طرح سے اس محبت کی دیوی کو بھی بقائے دوام حاصل ہے چنانچہ ماہرین اور اہل علم حضرات نے اسے روح کے علم کے ساتھ جوڑ دیا لیکن اب یہ قصہ پارینہ ہے۔

قرآن کریم اور احادیث ﷺ کے کل مجموعے کا عنوان اور موضوع 'انسان' اور 'نفس انسانی' ہے جس کی سورہ الشّمس میں اللہ نے قسم کھاتے ہوئے فرمایا نفس انسانی کی اور اس ذات کی قسم جس نے اسے ہموار کیا پھر اس کی بدی اور اس کی پرہیز گاری اس پر الہام کر دی گئی یقیناً فلاح پا گیا وہ جس نے نفس کا تزکیہ کر لیا اور نامراد ہو وہ جس نے اس کو دبا دیا۔

قرآن کریم کی تمام آیات میں بنی نوع انسانیت کے لئے قاعدہ قانون، حلال و حرام، جزا و سزا اور زندگی گزارنے کے تمام صول وضع کر دیئے گئے جبکہ کسی ایک آیت میں بھی اللہ تعالیٰ فرشتوں، جنات یا دیگر اشیاء کائنات سے مخاطب نہیں بالکل اسی طرح سے رسول اللہ ﷺ کے کل احادیث کے مجموعے کا عنوان یا موضوع بھی 'انسان' ہے رسول اللہ ﷺ کے مخاطب بھی بنی نوع انسان ہیں جس سے نفس انسانی کی اہمیت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

نفس کی تعریف:

کئی مفسرین محدثین، علماء اور فضلاء نے نفس انسانی کی تعریف کرنے کی کوشش کی ہے جو درج ذیل ہے۔ صاحب تاج العروس نے لکھا ہے نفس کے بہت سے معنی ہیں۔

نفس۔ یہ لفظ انسانی شخصیت کی ظاہری اور باطنی پہلوؤں کے مجموعہ کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

نفس۔ سے مراد وہ شخصی توانائی ہے جو اچھے اور برے میں تمیز پیدا کرتی ہے جیسے عام طور پر شعور اور احساس بھی کہا جاتا ہے

نفس۔ سے مراد عقل، علم اور قلب بھی ہے۔

نفس۔ یہ عین الشیئ ء کے معنوں میں بھی ہے جیسے کے جاءنی الملیک بنفسہ یعنی بادشاہ میرے پاس

بنفس نفیس آیا۔
نفس۔ عظمت، بڑائی، ہمت، غیرت ارادہ کے معنوں میں بھی سمجھا جاتا ہے۔
نفس۔ سے ایک لفظ انفس بھی نکلا ہے جس کے معنی انسان کا خود اپنا آپ یا بھائی بند کے بھی ہیں
انگریزی زبان میں اس کے لئے مناسب الفاظ Myself, Yourself or Himself ہیں۔
نفس۔ کے معنی خون کے بھی ہیں چنانچہ نفاس اس خون کو کہتے ہیں جو کے بچے کی ولادت کے بعد خواتین کو آتا ہے اور یہ خود ولادت کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔
نفس۔ سے مراد سانس لینے کا عمل بھی ہے یعنی تنفس اور نفس کی جمع نفاس بھی ہے۔
نفس۔ کے معنی وسعت اور کشادگی کے بھی ہیں۔
نفس۔ کے ایک معنی ہلکی اور نرم ہوا کے بھی ہیں۔
نفس۔ کے معنی ایک کش اور ایک گھونٹ کے بھی ہیں۔
نفس۔ طویل چیز کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔
نفس۔ سے ایک لفظ نفیس یعنی مال کثیر بھی نکلا ہے اور شئی نفیس سے مرادوہ عمدہ چیز جس کی طرف انسان لپک کر جائے۔
نفس۔ سے ایک لفظ 'تنفس الصبح' بھی نکلا ہے جس کے معنی ہیں صبح کا واضح اور روشن ہو جانا
نفس۔ سے ایک لفظ نافس اور تنافس بھی نکلا ہے جس کے معنی کسی اچھے کام میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش۔
نفس۔ کے معنی عندی (میرے پاس) کے بھی ہے۔ تاج العروس نے اس کی مثال کے لئے سورہ المائدہ کی آیت تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَ لَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ کا حوالہ بھی پیش کیا ہے جس کے معنی ہیں اے میرے رب جو کچھ میرے دل میں ہے تو اسے جانتا ہے لیکن جو کچھ تیرے پاس ہے میں اسے نہیں جانتا ہوں۔٦۔

نفس ۔سے مرادعقوبت یاسزااعمال کے بھی ہیں جیسے وَ یُحَذِّرُکُمُ اللّٰہُ نَفْسَہٗ
اس آیت کے یہ معنی نہیں ہیں کے اللہ تمھیں اپنے آپ یااپنی ذات سے ڈراتاہے بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کے اللہ تمھیں اپنے قانون مکافات کی روسے مرتب ہونے والے تباہ کن نتائج سے محتاط رہنے کی تاکید کرتاہے۔
قرآن کریم میں لفظ 'نفس' کوانسانی ذات یاHuman Personality کے لئے بھی استعمال کیا گیاجسے اقبال خودی (Self) کہتے ہیں س نفس کو کچھ لو گ انایا
I am ness یاEgo بھی کہتے ہیں۔ ۷۔
المنجد میں نفس کی تعریف اس طرح سے بیان کی گئی ہے نفس سے مرادانسان کی عقل، علم ور قلب ہے۔ ۸۔

انائے کبیر (نفس باری تعالیٰ) یا ذات باری تعالیٰ کا قرآنی تصور

اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے لئے بھی قرآن کریم میں درج ذیل چار مقامات پر لفظ نفس کاذ کر فرمارہے ہیں جبکہ یہ بات قابل ذ کراور قرآن کریم کا صول ہے کے انتہائی اہم باتوں کاذ کر قرآن کریم میں کم از کم دو مقامات پر ضرور کیا جاتاہے۔
-وَ یُحَذِّرُکُمُ اللّٰہُ نَفْسَہٗ-وَ اِلَی اللّٰہِ الْمَصِیْرُ ۔۹۔
ترجمہ۔اللہ تمھیں اپنے آپ سے ڈراتاہےاور تمھیں اسی کی طرف پلٹ کرجاناہے۔
وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَہُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰہِ ۔۱۰۔
ترجمہ۔اور بعض ایسے بھی ہیں جواللہ کی رضاجوئی کے لیے اپنی جان بھی بیچ دیتے ہیں۔
قُلْ لِّلّٰہِ کَتَبَ عَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَۃَ ۔۱۱۔
ترجمہ۔ کہوکے سب کچھ اللہ کاہی ہےاوراس نے رحم و کرم کواپنے اوپرلازم کرلیاہے۔
کَتَبَ رَبُّکُمْ عَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَۃَ ۔۱۲۔
ترجمہ۔تمھارے رب نے رحم و کرم کواپنے اوپرلازم کرلیاہے۔

درجہ بالا نفس باری تعالیٰ کو اقبال کے یہاں نفس کبیر یا Infiniat Ego بھی کہا گیا ہے۔

نفس انسانی کا قرآنی تصور

کل آسمانی کتب و صحائف بالخصوص پورا قرآن کریم ہی نفس انسانی و راصلاح نسانی کے حوالے سے بنی نوع انسانیت کی رہنمائی کے لئے موجود ہے جس کا خطاب انسانوں سے کیا گیا۔

کامیاب اور فلاح پانے والے انسانوں کے حوالے سے خود قرآن یہ کہتا ہے!

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا۔ ۱۳؎

ترجمہ۔ بے شک جس نے نفس کو پاک کر لیا وہ کامیاب ہو گیا۔

تزکیہ نفس، دراصل روحانی نشو نما میں حائل رجحانات اور میلانات پر قابو پانے کا نام ہے جب زمین میں کوئی درخت لگایا جاتا ہے تو اس کے اطراف کی گھاس پھونس یا جھاڑیوں کو کاٹ دیا جاتا ہے تا کہ زمین کی تخلیقی قوت میں اضافہ ہو سکے اور درخت کی نشو نما اچھے طریقے سے ہو سکے تاہم صفائی کلیہ عمل نسانی زندگیوں میں بھی ہوتا ہے جیسے تزکیہ نفس کہا جاتا ہے اسی لئے نفس کی تطہیر مختلف عبادات کے ذریعے سے کی جاتی ہے تا کہ انسان اپنی ذاتی زندگی میں اس انقلاب کے ذریعے اللہ کا مقرب بن سکے۔

بقول شاعر!

مجھ میں میرا ہی ایک مخالف ہے   نیک اور بد کی ایک قالب ہے

ارشادات خداوندی ہیں!

يَآاَيَّتُـهَاالنَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّـةُاِرْجِعِیَ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِيَةًمَّرْضِيَّةًفَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ۔ ۱۴؎

ترجمہ۔ اے روح مطمئنہ! تو اپنے رب کی جانب چل، تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش اور ہمارے (نیک) بندوں سے مل اور جنت میں داخل ہو جاؤ۔

وَعَدَاللّٰـهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِـهَا الْاَنْـهَارُ خَالِـدِيْنَ

فِیْـھَاوَمَسَاکِنَ طَیِّبَۃً فِیْ جَنّٰتِ عَدْنٍ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰہِ اَکْبَرُ ذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۔۱۵؎

اللہ نے ایمان دار مردوں اور ایمان والی عورتوں کو باغوں کا وعدہ دیا ہے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی ان میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے اور عمدہ مکانوں اور ہیشگی کے باغوں میں، اور اللہ کی رضا ان سب سے بڑی ہے، یہی وہ بڑی کامیابی ہے۔

رَّضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ ۔۱۶؎

ترجمہ۔ اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔

وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۔۱۷؎

ترجمہ۔ ہم تو تمھارے (نفس کے) اندر ہیں کیا تم نہیں دیکھتے؟۔

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَنَھَی النَّفْسَ عَنِ الْھَوٰی فَاِنَّ الْجَنَّۃَ ھِیَ الْمَاْوٰی ۔۱۸؎

ترجمہ۔ جو شخص نفسانی خواہشات کے خلاف عمل کرتا ہے اس کی جگہ جنت میں ہے۔

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ ۔۱۹؎

ترجمہ۔ ہم تو تمھاری رگ جان سے بھی قریب تر ہیں۔

اللہ تعالیٰ نہ کبھی بندے سے دور ہوئے اور نہ ہی اللہ اور بندے کے درمیان کوئی فاصلہ ہے،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد پاک ہے!

جہاں تم ایک ہوتے ہو وہاں دوسرا اللہ ہے اور جہاں تم دو ہوتے ہو وہاں تیسرا اللہ ہے۔

قرآن کریم اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی کے اللہ اور بندے کے درمیان کسی قسم کا کوئی فاصلہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے سورہ اخلاص میں اپنی صفات کا تعارف ان الفاظ میں کروایا!

قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ اَللّٰہُ الصَّمَدُ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَد ۔۲۰؎

ترجمہ۔ کہو کے اللہ ایک ہے،وہ بے نیاز ہے،نہ وہ کسی کا باپ ہے اور نہ اس کا کوئی بیٹا اور اس کا کوئی ہم سر نہیں۔

اس سورہ مبارکہ میں اللہ تعالی نے درج ذیل پانچ چیزوں کا ذکر فرمایا ہے۔

۱۔اللہ واحد ہے وہ مخلوق کی طرح کثرت میں نہیں۔

۲۔وہ ضروریات، احتیاجات اور توقعات سے پاک اور مبرا ہے جبکہ مخلوقات کو ہر قدم پر احتیاجات اور ضروریات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

۳۔نا وہ کسی کا باپ ہے جبکہ انسان اپنے والدین کی وجہ سے دنیا میں آتا ہے۔

۴۔اور نہ اس کا کوئی بیٹا ہے جبکہ انسان کا خاندان، عزیز و اقارب اور رشتے داریاں ہوتی ہیں لیکن اللہ تعالی کو خاندان اور اولاد کی قطعاً کوئی حاجت نہیں ہے۔

۵۔اور اس کا کوئی ہم سر نہیں یعنی اس جیسا پوری کائنات میں کوئی نہیں جبکہ مخلوقات میں باہمی کئی چیزیں مشترک ہوتی ہیں۔

جب کوئی بندہ اللہ سے قرب کا متمنی ہوتا ہے تو اس کے لئے لازمی ہے کے وہ اپنی تمام تر احتیاجات کا رخ اللہ کی جانب موڑ دے اور صرف اور صرف اللہ کا بن کر رہے اس عمل کو تصوف میں استغناء کہتے ہیں استغناء اللہ کے قرب اور اس کی معرفت کے حصول کا سب سے آسان ترین نسخہ اور طریقہ ہے انبیاء علیہ السلام کی طرز فکر بھی یہی ہے کے وہ جب کسی چیز کا ارادہ کرتے تو درمیان میں اللہ کی ذات کو بطور واسطہ رکھتے۔ انبیاء علیہ السلام کبھی بھی 'میں' کا استعمال نہ کرتے بلکہ ان کی ہر بات میں 'صرف تم' (اللّٰہِ) شامل ہوتا۔

اہل باطن نے 'بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ' کی روحانی تفسیر اسی طرح فرمائی ہے کے ہر کام سے پہلے جب 'بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھ لی جاتی ہے تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کے پڑھنے والے نے اپنے ذہن اور اپنے امور کو اللہ کی جانب موڑ دیا اور اب وہ معاملات کو اللہ کے واسطے سے دیکھ اور سمجھ رہا ہے استغناء کی صفت کا حامل بندہ اپنی تمام زندگی

Routine میں گزارتا ہے یعنی وہ اپنی زندگی کے تمام اعمال وتقاضوں کو ضرورت کے تحت گزارتا ہے، وہ ان ضروریات واحتیاجات کو مقصدِ زندگی نہیں بناتا بلکہ اس کا اصل مطمع نظر ذات باری تعالیٰ ہے، وہ اللہ کے قرب اور وصال کا متمنی ہوتا ہے استغناء کا ہرگز یہ مطلب نہیں کے انسان ایک جگہ بے حس وحرکت ہو کر بیٹھ جائے بلکہ اس کا اصل مقصد یہ ہے کے انسان اپنی ہر توقع اللہ سے وابستہ کرتے ہوئے اپنی کوششوں کے نتائج کو اللہ پر چھوڑ دے اس کے ساتھ ساتھ اپنی ہر حرکت اور اپنے ہر عمل کو اللہ کی ذات کی طرف موڑتے ہوئے اپنے ہر معاملے کو منجانب اللہ سمجھے کیونکہ رحمانی طرز فکر کے حامل بندوں کا طرز عمل یہی ہوتا ہے وہ ہر شے کو اللہ کی طرف سے دیکھتے اور سمجھتے ہیں اور اپنے تمام معاملات کو اللہ کے سپرد کر دیتے ہیں۔۲۱۔

نفس انسانی سے متعلق کچھ آیات اور ان میں درپیش فلسفہ حیات

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِىْ عَنِّىْ فَاِنِّىْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِىْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِىْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ۔۲۲۔

ترجمہ۔جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے پوچھیں تو آپ فرما دیجئے کے میں ان سے بہت قریب ہوں جب وہ مجھ کو پکارتے ہیں تو میں ان کی پکار کا جواب دیتا ہوں انھیں بھی چاہئے کے وہ میرا جواب سن کر مجھے جواب دیں اور یقین رکھیں کے یہی ان کی رشد ہدایت کا باعث ہے۔

اللہ ہر انسان کے اندر بستا ہے

اس آیت کی وضاحت میں رومی کہتے ہیں تمام تصوف عالیہ کا لب لباب یہ ہے کے خدا انسان کے اندر موجود ہے لیکن انسان کی بے بصری نے اسے محجوب کر رکھا ہے خدا کو خارج میں ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں گر انسان اپنی خودی کے لا متناہی ممکنات اور اس کی لا محدود قوتوں سے آگاہ ہو جائے تو اس جہان میں بھی اسے کوئی محتاجی محسوس نہ ہو آپ مزید یہ کہتے ہیں کے اصل میں دل کا دروازہ خدا کے گھر کا دروازہ ہے خدا یہ کہتا ہے جب تم مجھے پکارتے ہو تو میں اس کا جواب دیتا

ہوں۔زندگی میں ہر مقصود ایک قیمت رکھتا ہے جبکہ معرفت میں یہ قیمت ہمت و وفا اور صبر و رضا ہے ۔ ۲۳ ۔

سُبْحَانَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ ۔ ۲۴ ۔

ترجمہ ۔پاک ہے وہ ذات جس نے ہر قسم کے جوڑے پیدا کئے ہیں، اس میں سے بھی جس کو زمین اگاتی ہے اور خود ان کے نفوس میں بھی اور ان چیزوں میں سے بھی جن کو وہ نہیں جانتے۔

کائنات میں ہر شے کا جوڑا ہے

قانون قدرت یہ کے اللہ تعالی نے کائنات کی ہر شے کو جوڑے کی شکل میں پیدا کیا ہے،
حضرت امام حسنؑ سے کسی شخص نے سوال کیا انسان کے سر میں بالوں کی تعداد کتنی ہے؟
تو آپ ؑ نے فرمایا تعداد تو مختلف ہو سکتی ہے لیکن ایک بات طے ہے کے تعداد چاہے جو بھی ہو لیکن وہ جفت ہو گی مفرد نہیں کیو نکہ اللہ تعالی نے ہر شے کو جوڑے کی شکل میں پیدا کیا۔
یعنی کائنات کی ہر شے جوڑے کی شکل میں ہے جس میں انسان، جانور، پرندے، درخت، پھل، پھول سمندر، پہاڑ، جنگل، بیاباں، ریت، کنکر، پتھر حتیٰ کے قرآن کریم میں موجود سورتوں کے بھی جوڑے ہیں جیسے کے سورہ البقرہ اور سورہ آل عمران کا جوڑا ہے یعنی ایک سورت میں جو مضامین بیان کئے گئے اس سورت کے جوڑے میں اس فکر و فلسفے کو مکمل کر دیا گیا الغرض کائنات کی ہر شے کا جوڑا ہے اور اس کے ادراک اور آگہی کے لئے ضروری ہے کے کائنات میں غور فکر کی جائے۔
فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ-جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّ مِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًاۚ-یَذْرَؤُكُمْ فِیْهِ-لَیْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌۚ-وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۔ ۲۵ ۔
ترجمہ ۔وہ آسمانوں اور زمین کو عدم سے وجود میں لانے والا ہے، اس نے تمھارے نفس میں سے جوڑے بنائے اور چوپائیوں کے جوڑے بنائے، وہ تمھیں اس دنیا میں پھیلا تا ہے اس کی مثل کوئی شے نہیں اور وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے

يَآ اَيُّـهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّـذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْـهَا زَوْجَهَاوَبَثَّ مِنْـهُمَارِجَالًاكَثِيْـرًاوَّنِسَآءً ۚ وَّاتَّقُوا اللّٰـهَ الَّـذِىْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۚ اِنَّ اللّٰـهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ۔۲۶؎

ترجمہ ۔اے لوگو تم اپنے رب سے ڈرو، جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑ ا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد و عورت دنیا میں پھیلا دئے اس خدا سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنے حق مانگتے ہو اور رشتہ و قرابت کے تعلقات کو بگاڑنے سے پرہیز کرو یقین جانو کے اللہ تم پر نگرانی کر رہا ہے۔

خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ

نوع انسانی کی تخلیق کی ابتداء ایک فرد واحد (حضرت آدم) سے ہوئی پھر اسی جان سے اللہ نے ان کا جوڑ ا پیدا کیا یعنی حضرت حوا بائبل (تالمود) میں یہ بیان کیا گیا کے حوا کو آدم کی دائیں جانب کی تیرہویں پسلی سے پیدا کیا گیا لیکن قرآن اس بارے میں خاموش ہے وہ یہ تو کہتا ہے کے حوا آدم کے وجود کا ہی ایک حصہ ہیں لیکن ان کی پیدائش کی تفصیل کو قرآن نے مجمل رکھا لیکن علماء باطن نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے قرآن کریم صرف حوا کی تخلیق کا ذکر نہیں کر رہا ہے بلکہ وہ عورت کی تخلیق کے متعلق اس حقیقت کا اظہار بھی کر رہا ہے کے وہ بھی مرد کے ہی وجود کا ایک حصہ ہے یعنی حوا کا وجود آدم کے اندر موجود تھا جسے اللہ نے جب چاہا آدم کے وجود سے ظاہر کر دیا۔

علماء باطن کی نظر میں کل اشیاء کائنات دو رخوں سے مرکب ہے ایک اس کا ظاہری رخ ور دوسرا اس کا باطنی رخ، جس طرح سے مرد کے وجود کے اندر عورت کا وجود مخفی اور پنہاں ہے بالکل اسی طرح سے عورت کا وجود میں بھی ایک مرد پوشیدہ اور مخفی ہے جب ہی حضرت مریم کے وجود سے بغیر باپ کے حضرت عیسیٰ ابن مریم پیدا ہو گئے ۔۲۷؎

نفسِ وَّاحِدَةٍ کی روحانی تشریح

اہل روحانیت اس آیت کی تفسیر کچھ اس انداز سے کرتے ہیں کے کائنات کی ہر شے لہروں کے تانے بانے پر قائم ہے اور یہ لہریں نور کے اوپر قائم ہیں اللہ تعالی کے فرمان کے مطابق!

اَللّٰہُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ۔۲۸

ترجمہ۔ اللہ زمین اور آسمان کا نور ہے۔

تخلیق کی ایک حیثیت نورانی ہے اور دوسری حیثیت روشنی ہے ان لہروں اور تخلیق کے نورانی وصف کو تلاش کرنے کے لئے اہل اللہ نے انسانی شعور کی مناسبت سے قاعدے اور ضابطے بنائے ہیں اور ایک نقطے کو تقسیم کر کے چھ کر دیا ہے تا کہ ایک مبتدی سالک انھیں آسانی سے سمجھ سکے، اس ایک نقطے کے چھ حصوں میں تقسیم کا نام تصوف میں لطائف ستہ یا چھ لطائف رکھا گیا ہے پانچ لطائف کو چھوڑ کر آخری چھٹا لطیفہ جس کو خفی کا نام دیا گیا ہے ہر انسان کے اندر نفس واحدہ کی شکل میں موجود ہے یہی وہ نقطہ ہے جو اللہ کا گھر ہے، جس میں اللہ بستا ہے اور جس پر براہ راست اللہ کی تجلیات کا نزول ہوتا ہے اور یہی وہ نقطہ ہے کے جس میں داخل ہونے کے بعد کائنات صحیح معنوں میں تسخیر ہو جاتی ہے۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

اَلَمْ تَـرَوْا اَنَّ اللّٰـہَ سَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی السَّمَاوَاتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَیْکُمْ نِعَمَہٗ ظَاہِرَۃً وَّبَاطِنَۃً ۔۲۹

ترجمہ۔ کیا تم نے اس پر نظر نہیں کی کے اللہ نے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، سب کو تمھارے لئے مسخر کر دیا اور تم پر اپنی نعمتیں ظاہر میں اور باطن میں کمال کو پہنچا دیں۔

وَسَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی السَّمَاوَاتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْہُ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَاتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ۔

ترجمہ۔ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے ان سب کو اپنی طرف سے تمھارا مسخر بنا دیا

بے شک اس میں ان لو گوں کے لئے نشانیاں ہیں جو سوچتے ہیں۔ ۳۰۔
يُوْلِجُ اللَّيْلَ فِى النَّهَارِ وَ يُوْلِجُ النَّهَارَ فِى اللَّيْلِ وَ هُوَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ۔ ۳۱۔

ترجمہ۔ وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ سینوں میں چھپا ہے۔

تیسری آنکھ

معروف ماہر مابعد النفسیات رئیس امروہوی 'نفس واحدہ' کو اپنی علمی بصیرت میں تیسری آنکھ سے تشبیہ دیتے ہوئے یہ کہتے ہیں انسانی دماغ میں ایک غدود پایا جاتا ہے جس کو 'غدہ صنوبری' یا پی نل گلینڈ کہتے ہیں، کتب فزیالوجی اور اناٹامی کے مطالعے سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کے پی نیل گلینڈ کا ہمارے جسم میں یہ کام ہے کے وہ خون میں رطوبتوں یعنی ہارمونز کو شامل کرے اس کے ساتھ ساتھ اس گلینڈ کی یہ خصوصیت بھی ہے کے وہ جنسی غدود کی نشو نما کرے لیکن سائنسدان اس کے اصل مقصد سے ناواقف ہیں جبکہ بائیولوجسٹ یہ کہتے ہیں کے پی نیل گلینڈ عضویاتی اور جسمانی ارتقاء کی طویل منازل طے کرتے ہوئے اپنی حیاتیاتی افادیت کو پورا کرتے ہوئے سکڑ گیا تا ہم اہل روحانیت اور ماہرین مابعد النفسیات کے مطابق پی نیل گلینڈ ہی دراصل کسی بھی انسان کی تیسری آنکھ ہے جبکہ مسلسل ارتکاز توجہ کی مشقوں کے ذریعے اس گلینڈ کی خصوصیات اور صفات کو Active کیا جا سکتا ہے یہی نہیں بلکہ اس تیسری آنکھ کو بیدار کر کے انسان چاند پر موجود غاروں اور مریخ پر موجود پہاڑوں کا مشاہدہ بغیر کسی ریڈیائی ٹیلی اسکوپ کے کر سکتا ہے بقول شاعر!

عجب تضاد بشر ہے، خوشا تضاد بشر ۔۔۔ کے اک بدیعہ تخلیق کائنات مگر
یہ کیا کہ پردہ در غیب جس کا ذوق شہود ۔۔۔ پہنچ سکے پس دیوار بھی نہ اس کی نظر
یہ کیا کے منزل الہام جس کا قلب سلیم ۔۔۔ وہ اپنے نقش کف پا کی پا سکے نا خبر
یہ کیا کے عالم ارواح جس کی جولا نگاہ ۔۔۔ خود اپنے کشتہ تن میں نہ کر سکے وہ گزر

یہ کیاکے لشکراجسام کا جو میر سپاہ   خود اپنے جسم کے زنداں میں ڈال دے وہ سپر
یہ کیاتضادبشر !!!یہ کیاتضادبشر !!!۳۲؎

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَت ۔

ترجمہ۔ جب سورج لپیٹ دیاجائے گااور تارے بے نور ہو جائیں گےاور جب پہاڑ ہلائے جائیں گےاور جب دس ماہ کی حاملہ اونٹنیاں چھوڑ دی جائیں گی اور جب وحشی جانورا کھٹے کر دئے جائیں گے اور جب نفوس کے جوڑے ملا دئے جائیں گے۔۳۳؎

نفوس کے جوڑے ملادیئے جائیں گے

وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَت ۔سے مراد جوڑے ہیں اور جوڑے کے لئے عربی زبان میں لفظ زوج استعمال کیاجاتا ہے۔

حضرت نعمان بن بشیرؓ بیان کرتے ہیں ،حضرت عمرؓ نےبیان کیاجنت میں نیک آدمی ،نیک آدمی کے ساتھ ملادیاجائے گااور دوزخ میں بد کار کوبد کار کے ساتھ ملادیاجائے گا۔

حسن بصری اور قتادہ کہتے ہیں ہر شخص کواس کی جماعت کے ساتھ ملادیاجائے گا۔۳۴؎

دوچیزیں ایسی ہیں جو جنت میں بھی انسان کے ساتھ ہی جائیں گی،ان میں سے پہلا انسان کا نسب اور دوسرا نکاح ہے۔

اس حوالے سے ارشادخداوندی ہے!

وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ۔۳۵؎

ترجمہ۔ آخرت کا گھر انھی لوگوں کے لئے ہے یعنی ایسے باغات جو ان کی ابدی قیام گاہ ہوں گے وہ خود بھی ان میں داخل ہوں گے اور ان کے آباؤاجداد یعنی (ان کے باپ، دادا) اور ان کی بیویاں اور ان کی اولادیں جو صالح تھیں وہ بھی انھی کے ساتھ (جنت) میں ہوں گے ملائکہ ہر طرف سے ان کا استقبال کر رہے ہوں گے اور ان پر سلامتی بھیجتے ہوں گے اور کہیں گے کہ تم نے جس طرح سے دنیا میں صبر کیا ہے اسی کی بدولت آج تم اس کے مستحق ٹھہرے ہو۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں، جب اہل جنت جنت میں داخل ہو جائیں گے تو ان میں سے ایک شخص اپنے والدین اور بیوی بچوں کے بارے میں سوال کرے گا تو اس سے یہ کہا جائے گا کہ انھوں نے وہ درجہ نہیں پایا جو تمھیں ملا ہے یہ سن کر وہ کہے گا کہ اے میرے رب یہ اعمال میں نے اپنے لئے اور ان کے لئے بھی کئے تھے جس پر یہ حکم دیا جائے گا کہ ان کے آباؤاجداد اور بیوی بچوں کو بھی اس سے ملا دو۔ ۳۶

حضرت خدیجہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے فوت شدہ والدین کے بارے میں سوال کیا جن کا انتقال زمانہ جاہلیت میں حالت کفر میں ہوا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ جہنم میں ہیں، یہ سن کر حضرت خدیجہؓ کو ملال ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی یہ کیفیت دیکھ کر ارشاد فرمایا! اگر تم ان کی جگہ دیکھ لو، تو تم بھی ان سے بغض رکھو گی اس کے بعد حضرت خدیجہؓ نے سوال کیا لیکن میری وہ اولاد جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے؟ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ جنت میں ہیں، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! بے شک مومنین اور ان کی اولادیں جنت میں ہیں اور مشرکین اور ان کی اولادیں جہنم میں اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنَاهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِيْن۔ ۳۷

ترجمہ۔ ایمان والوں کو اور ان کی اولادوں کو جس نے ایمان لانے میں ان کی پیروی کی، ہم ان کی اولاد کو بھی (جنت) میں ان کے ساتھ ملا دیں گے اور ہم ایمان والوں کے عمل میں کوئی کمی نہیں

کریں گے۔
يَوْمَ تَاْتِىْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ۔ ۳۸؎

ترجمہ۔ جس دن ہر نفس اپنے نفس سے جھگڑتا ہوا آئے گا اور ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور کسی پر ظلم نہیں ہو گا۔

فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ۔ ۳۹؎

ترجمہ۔ جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو اس وقت ان کی یہی چیخ و پکار تھی بے شک ہم ہی ظالم تھے۔

عذر عذاب

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ھ) اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! کوئی قوم اس وقت تک عذاب سے ہلاک نہیں ہوئی، جب تک کے انھوں نے خود اس عذاب کا عذر بیان نہ کیا ہو۔

راوی کہتے ہیں میں نے پوچھا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ تو انھوں نے یہ آیت تلاوت فرمائی جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو اس وقت ان کی یہی چیخ و پکار تھی بے شک ہم ہی ظالم تھے۔ ۴۰؎

یہاں کُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا سے مراد بھی یہی ہے کے ہر نفس اپنے نفس سے جدل کرتا ہوا آئے گا۔

فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ۔ ۴۱؎

ترجمہ۔ ہم نے کتنی ہی بستیوں کو ہلاک کر دیا، پس ان پر ہمارا عذاب اچانک رات کے وقت آیا یا پھر دوپہر کے وقت جبکہ وہ سو رہے تھے، جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو اس وقت ان کی یہی چیخ و پکار تھی کے ہم ظالم تھے یہاں 'باس' کے معنی خوف، شدید اور جنگ میں شدت کے ہیں۔

علامہ راغب اصفہانی نے لکھا ہے 'باس' کے معنی عذاب کے ہیں۔

فَقَاتِلْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ

يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّ اَشَدُّ تَنْكِيْلًا ۔ ۴۲ ۔

ترجمہ ۔ وتواللہ کی راہ میں لڑ سوائے اپنی جان کے تو کسی کا ذمہ دار نہیں اور مسلمانوں کو تاکید کر، قریب ہے کہ اللہ کافروں کی لڑائی روک کردے اور اللہ لڑائی میں بہت ہی سخت ہے اور سزا دینے میں بھی بہت سخت ہے ۔

وَلَوْ تَرٰٓى اِذِالظّٰلِمُوْنَ فِىْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۔ ۴۳ ۔

ترجمہ ۔ کاش تم ان ظالم لوگوں کو اس وقت دیکھو جب وہ موت کی سختیوں میں ہوں اور ملائکہ یہ کہتے ہوئے ہاتھ بڑھا رہے ہوں کے نکالو اپنے نفوس ۔

کافروں پر موت کی سختی

حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ نے بیان فرمایا ملک الموت کافروں کی روح کو ہر بال ناخن اور قدموں کی جڑوں کے نیچے سے کھینچتا ہے اور اس کو اس کے جسم میں بار بار لوٹا کر نکالتا ہے ۔

جبکہ مقاتل نے کہا ملک الموت اور اس کے مددگار فرشتے کفار کی روحوں کو اس طرح سختی سے کھینچتے ہیں جیسے لوہے کی سیخ میں بہت سے کانٹے ہوں اور ان میں گیلا اون پھنسا ہو اور اس کو سختی سے کھینچ کر نکالا جائے پھر اس کی جان ایسے نکلتی ہے جیسے پانی میں ڈوبا ہوا شخص نکلتا ہے ۔ ۴۴ ۔

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ بیان کرتے ہیں یہ کافروں کی روحیں ہیں جن کو کھینچ کر نکالا جاتا ہے پھر انھیں آگ میں غرق کر دیا جاتا ہے ۔ ۴۵ ۔

بے شک جب کافر کی موت کا وقت آتا ہے تو فرشتے ایک ٹاٹ میں انگارے بھر کر لاتے ہیں پھر اس کی روح کو نہایت سختی کے ساتھ کھینچ کر نکالا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے اے خبیث روح اس حال میں کہ تو ناراض ہو اور تجھ پر اللہ ناراض ہو اللہ کی دی ہوئی اس ذلت اور عذاب کی طرف نکل اور جب وہ روح نکل آتی ہے تو اس کو انگاروں پر رکھ دیا جاتا ہے اور اس ٹاٹ کو اس کے اوپر لپیٹ دیا جاتا ہے اور اس کو سجین کی طرف لے جایا جاتا ہے ۔ ۴۶ ۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

اِنَّ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیَاتِنَا وَاسْتَکْبَرُوْا عَنْھَا لَا تُفَتَّحُ لَھُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ حَتّٰی یَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ وَکَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُجْرِمِیْنَ۔

ترجمہ۔ کافروں کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے اور وہ جنت میں داخل نہیں کئے جائیں گے، حتیٰ کہ اونٹ سوئی کے سوراخ میں داخل ہو جائے اور ہم گناہگاروں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں۔ ۴۷۔

اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِکُم۔ ۴۸۔

ترجمہ۔ اگر تم نیکی کرو گے تو اپنے نفوس کے لئے کرو گے اور اگر بدی کرو گے تو اس کا بال بھی تمھارے نفوس پر ہو گا۔

یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُم۔ ۴۹۔

ترجمہ۔ یعنی اے اہل یمان اپنے نفوس کی حفاظت کرو۔

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ لَآ اَمْلِکُ اِلَّا نَفْسِیْ وَاَخِیْ فَافْرُقْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ الْقَوْمِ الْفَاسِقِیْنَ

ترجمہ۔ موسیٰ نے کہا اے میرے رب میں اپنے نفس کے سوا اور اپنے بھائی کے ساتھ کسی پر ہرگز تصرف نہیں رکھتا ہوں اس لئے تو ہمارے اور فاسقین کے درمیان امتیاز کر دے۔ ۵۰۔

نفوس کی حفاظت

نفوس کی حفاظت کا پہلا نکتہ تو یہ ہے کہ انسان کو یہ معلوم ہو کہ تمام اشیاء کائنات انسان کی خدمت کے لئے جبکہ انسان کو اللہ نے اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ۔ ۵۱۔

ترجمہ۔ ہم نے انسانوں اور جنات کو صرف اسی لئے پیدا کیا تا کہ وہ میری عبادت کریں۔

معرفت الٰہی سے مراد اللہ کا قرب اور اس سے دوستی کے ہیں اور یہ پہچان خلوص نیت، بندگی اور

عبادت کے ذریعے ہی ممکن ہے۔

حضرت ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! اے ابن آدم میری عبادت کرنے کے لئے فارغ ہو، میں تیرا سینہ غنا سے بھر دوں گا اور تیرے فقر کو دور کر دوں گا اور اگر تو ایسا نہیں کرے گا تو میں تیرے ہاتھوں کو مشغول رکھوں گا اور تیرے فقر کو دور نہیں کروں گا۔ ۵۲۔

سورہ عصر کی تشریح داتا صاحب الہجویری کشف المحجوب میں اس طرح سے فرماتے ہیں

وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ۔

ترجمہ۔ یعنی قسم ہے زمانے کی بے شک انسان خسارے میں ہے۔

(مشاہدہ حق انسان سے محجوب ہے اور مشاہدہ حق اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کے نفس کا تزکیہ نا کر لیا جائے)۔

اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ۔

ترجمہ۔ سوائے ان لوگوں کے جو صحیح و درست عقائد اور اعمال رکھتے ہیں۔

وَتَوَاصَوْبِالْحَقِّ تَوَاصَوْبِالصَّبْرِ۔

ترجمہ۔ حق پر قائم رہنے کی اور صبر کرنے کی آپس میں وصیت کرتے رہے۔

یعنی جب ایمان اور اعمال صالح کی بدولت قرب حق میں پہنچ جاو تو پھر یہ کام کرو کے

وَتَوَاصَوْبِالْحَقِّ اور ذات حق کے ساتھ قرب کے مقام پر مضبوطی سے جمے رہو۔ ۵۳۔

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے! جس نے دنیا میں بہت رغبت رکھی یعنی (اپنے نفس کی حفاظت نہ کی) تو اللہ تعالی اس کے دل کو اندھا کر دیتا ہے اور جو شخص دنیا سے کنارا کش رہا اور اس نے دنیا سے اپنی امیدیں محدود کر لیں یعنی

(اپنے نفس کی حفاظت کر لی) تو اللہ تعالی ایسے انسان کو بغیر پڑھے بھی علم عطا فرماتا ہے اور بغیر کسی رہنمائی کے بھی ہدایت فرماتا ہے۔ ۵۴۔

حفاظت نفوس سے متعلق رومی کہتے ہیں اللہ کے لئے کامل مومن پیدا کرنا کچھ مشکل نہ تھا ور یہ بھی

منشاءالٰہی نہیں کے بالجبر مومنین پیدا کئے جائیں بلکہ اللہ کو ایسے مومنین چاہیے جو خیر و شر میں تمیز کر سکیں کیونکہ حق و باطل کی تمیز اور ان کے درمیان فرق کو جاننا ہی روح نسانی کا امتحان ہے چنانچہ جوارواح اس امتحان میں کامیاب ہو جاتی ہیں وہی درجہ کمال کو پہنچ جاتی ہیں اسی بناء پر آدم مسجود ملائک بنا اور انسان کے سوا تمام مخلوقات مجبور محض ہیں۔ ۵۵ ۔

آپ مزید فرماتے ہیں اگر قلب انسانی میں اللہ کی محبت پیدا ہو جائے تو یہ سمجھ لو کے اللہ کے دل میں بھی تمھاری محبت پیدا ہو گئی کیونکہ تالی کبھی ایک ہاتھ سے نہیں بجتی چنانچہ اللہ اور اس کے بندے کا رابطہ بھی یک طرفہ نہیں۔ ۵۶ ۔

بقول اقبال!

خرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں　　　تیرا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہ

ہر ایک مقام سے آگے مقام ہے تیرا　　　حیات ذوق سفر کے سوا کچھ اور نہیں۔ ۵۷ ۔

نفس کی تعریف احادیث ﷺ کی روشنی میں

رسول اللہ ﷺ رحمت العالمین ہیں اور ان کی رحمت کے دائرے میں انسان سمیت کل اشیاء کائنات بھی ہیں آپ معلم انسانیت ہونے کے ناطے کل کائناتی علوم پر مکمل گرفت اور دسترس رکھتے ہیں دوسری جانب آپ ﷺ ایک باکمال ماہر نفسیات بھی ہیں اگرچہ کل حادیث ﷺ کے مجموعے کا مقصد بھی انسانیت کی فلاح اور رہنمائی ہے جس میں آپ ﷺ کا خطاب بنی نوع انسانیت سے ہے نہ کے دیگر اشیائے کائنات سے لہٰذا بجا طور پر آپ ﷺ محسن انسانیت کہ بلند ترین درجے پر فائز ہیں کم و بیش تمام احادیث میں ہی آپ ﷺ نے نفس انسانی کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے اس کی خباثتوں سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے ذیل میں اس کی چند مثالیں پیش کی جارہی ہیں۔

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ ۔ ۵۸ ۔

ترجمہ۔ جس نے اپنے نفس کو پہچانا گویا اس نے اپنے رب کو پہچانا۔

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ فرماتے ہیں ،رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تیرا سب سے بڑا دشمن وہ ہے جو تیرے پہلو میں ہے۔۵۹۔

شداد بن اوس ؓ روایت کرتے ہیں ،رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! سمجھدار انسان وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرتے ہوئے موت کے بعد کی زندگی کے لئے عمل کرے۔۶۰۔

حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ روایت کرتے ہیں ،رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور بہترین ہے وہ شخص جو اللہ کے کنبے کے لئے نفع بخش ہو۔۶۱۔

اسی حدیث ﷺ کی وضاحت میں رومی کہتے ہیں !صوفیاء کے نزدیک اصل دین ہی محبت ہے ،اس کے بغیر تمام شعائر اور شرائع بے معانی اور بے وقعت ہیں ، بعض اکابر صوفیاء اپنے مریدین کو کوئی وظیفہ تلقین نہیں کرتے سوائے اس کے وہ اللہ کی مخلوق سے محبت کریں کیونکہ یہی وہ معرفت الٰہی کی کنجی ہے جس سے سالک کے احوال میں ترقی اور اسے سعادت دارین حاصل ہوتی ہے ،جس گھر میں محبت ہوتی ہے وہ گھر روشن رہتا ہے اور جس انسان نے اپنے دل میں خلق خدا کی محبت کو ترقی دی گویا اس نے سب کچھ پالیا، حتیٰ کے محبت شیر کو اس کی درندگی بھی بھلا دیتی ہے چنانچہ یہ طے پایا کے محبت ہر مرض کی دوا ہے اب چاہے وہ مرض اخلاقی ،ذہنی ،روحانی، نفسیاتی یا جسمانی ہو۔

بقول اقبال!

ہیں لوگ وہی جہاں میں اچھے آتے ہیں جو کام دوسروں کے۔۶۲۔

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے ،رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے پوچھا اللہ کے نزدیک کون سے بندے اور کون سے اعمال پسندیدہ ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا! اللہ کو وہ بندے محبوب ہیں جن سے لوگوں کو فائدہ پہنچے اور اللہ کے یہاں وہ اعمال نہایت پسندیدہ ہیں جس سے کسی مسلمان کو سچی خوشی پہنچے یا کوئی کسی کے دکھ کو دور کرے یا کسی کا قرضہ ادا کرے یا کسی کی بھوک کو ختم کرے۔۶۳۔

حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! اللہ کا محبوب بندہ وہ ہے جو متقی و پرہیز گار ہو اس کا دل غنی ہو اور وہ پوشیدہ طور پر اللہ کی عبادت کرتا ہو۔ ٦٤۔

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم نگاہ رکھو، اللہ کو اپنے روبرو پاؤ گے۔

مقام انسانیت کی وضاحت میں رومی کہتے ہیں تمام تصوف عالیہ کا یہ حاصل کلام ہے کہ خدا انسان کے اندر موجود ہے لیکن انسان کی بے بصری نے اس کو محجوب کر دیا ہے خدا کو خارج میں ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں اگر انسان اپنی خودی کی لامتناہی ممکنات اور اس کی لامحدود قوتوں سے واقف ہو جائے تو اس کو اس جہان میں بھی کوئی محتاجی نہ ہو، اصل میں انسان کا دل خدا کا گھر ہے۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ۔ ٦٥۔

ترجمہ۔ اور جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق سوال کریں تو میں نزدیک ہوں دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو ؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! دنیا بڑی میٹھی اور سرسبز و شاداب ہے، جس (شخص) نے اس کے حقوق کی رعایت کرتے ہوئے اسے لیا تو اس کے لئے اس میں برکت رکھ دی جائے گی اور (کچھ لوگ جو اپنے نفس) کی چاہت کی وجہ سے اس میں پڑ جاتے ہیں ان کے لئے یہ دنیا روز قیامت صرف آگ ہو گی۔ ٦٦۔

رومی اسی دنیاوی محبت کے فلسفے پر روشنی ڈالتے ہوئے یہ کہتے ہیں زندگی کو گزارنے کے لئے مال کی ضرورت ہوتی ہے بالکل ویسے ہی جیسے کشتی کے چلنے کے لئے پانی ضروری ہوتا ہے اگر پانی کشتی میں داخل ہو جائے تو کشتی ڈوب جاتی ہے، اسی طرح سے اگر دنیا و مال کی محبت انسان کے دل میں جگہ بنا لے تو وہ انسان کو لے ڈوبتی ہے لیکن مال اہل دل کے لئے ذریعہ خیر ہے کیونکہ اہل خیر اس مال یا دنیا کو اپنی زندگی کا مقصد نہیں بناتے۔ ٦٧۔

امیرالمومنین حضرت علیؓ کی نظر میں نفس کی تعریف

نفس کے بارے میں حضرت علیؓ فرماتے ہیں نفس کی خواہشات بہت دیر سے دل سے باہر نکلتی ہیں جبکہ نفس ہمیشہ انسان کو گناہ کی طرف مائل کرتا رہتا ہے مومن کی پہچان یہ ہے کہ وہ صبح و شام اپنے نفس سے بدگمان رہتا ہے۔

انسان کا نفس ہمیشہ اسے برائی کی جانب لے جاتا ہے، سوائے اس کے جس پر اللہ کی رحمت ہو۔ مومن سینے کی وسعت کے اعتبار سے بڑا ہوتا ہے جبکہ اپنے نفس کے اعتبار سے سب سے چھوٹا۔ اپنی ذات میں شیطان کے لئے کوئی حصہ نہ چھوڑو اور نا ہی اپنے نفس کی جانب اس کے لئے کوئی راستہ کھلا چھوڑو۔

خواہشات نفسانی کی مخالفت اور اپنے دین کا دفاع کرتے رہو چاہے تمھاری عمر کی صرف ایک ہی ساعت ہی کیوں نہ باقی ہو۔

بہترین اعمال وہ ہیں کہ جن کی انجام دہی پر تم نے اپنے نفس کو آمادہ ور مجبور کر دیا۔

مومن جب کوئی بات کہنا چاہتا ہے تو پہلے اپنی ذات میں اس کے بارے میں غور و فکر کر لیتا ہے پس اگر وہ مفید ہوئی تو اسے ظاہر کرتا ہے اور اگر وہ بری ہوئی تو وہ اسے چھپا لیتا ہے جو شخص اپنے نفس کے عیبوں کو دیکھے گا وہ دوسروں کے عیبوں کو بھول جائے گا۔

کتنا اچھا حال ہے اس شخص کا جس کے پاس اپنی ذات ہی ایسی مصروفیت ہو جو اسے دوسروں سے دور رکھے۔ ۶۸؎

نفس کی تعریف دیگر اہل باطن کی نظر میں

نفس کے بارے میں امام غزالی فرماتے ہیں نفس وہ شے جو کہ انسان کے اندر غضب اور شہوت کی قوتوں کی جامع ہے ، اسی لئے نفس کے خلاف مجاہدہ اور اس کی شہوتوں کا قلع قمع کرنا ضروری ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ نفس در اصل لطیفہ ربانی ہے ، جس کی رو سے در حقیقت نفس انسان اور ذات انسان یہی ہے۔ ۶۹؎

نفس کے حوالے سے مجد دالف ثانی حضرت شیخ احمد سر ہندی اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں پاک اور منزہ ہے وہ ذات جس نے نور کو ظلمت کے ساتھ جمع کیا اور لا مکانی کو جو جہت سے بری ہے مکانی کے ساتھ جو جہت میں ہے ہم قرین کیا اور ظلمت کو نور کی نظر میں محبوب کر دیا پس وہ نور اس پر فریفتہ ہو گیا اور کمال محبت سے اس کے ساتھ مل گیا تا کہ اس تعلق سے اس کی روشنی زیادہ ہو جائے اور ظلمت کی ہم سائیگی سے اس کی صفائی کامل ہو جائے۔ ۷۰۔

نفس کے حوالے سے حضرت ذولنون مصری فرماتے ہیں جو شخص اپنے نفس کو اللہ تعالی کی خاطر ذلیل کرتا ہے، اللہ تعالی اس کو اس عمل کے بدلے میں عزت عطا فرماتے ہیں پوشیدہ اور سخت پردہ نفس کا دیکھنا اور اس کے لئے تدبیر کرنا ہے۔

اللہ تعالی کی ذات کے بارے میں سوچنا جہالت ہے اس کی طرف اشارہ کرنا شرک ہے اور معرفت کی حقیقت حیرت ہے۔ ۷۱۔

ابو سلیمان درانی فرماتے ہیں اللہ اور بندے کے درمیان جو سب سے زیادہ پہنچا دینے والی چیز ہے وہ نفس کا حساب لینا ہے۔ ۷۲۔

ابو الحسن بن علی فرماتے ہیں اے نفس تنہائی کو لازم کر۔ ۷۳۔

سمنون بن حمزہ المحب فرماتے ہیں بندے کا اللہ سے پہلا وصال اپنے نفس کو چھوڑنے میں ہے جبکہ بندے کا اللہ سے پہلا فراق اپنے نفس سے ملنے میں ہے۔ ۷۴۔

محفوظ بن محمود فرماتے ہیں جو شخص اپنی ہدایت کے راستے کو دیکھنا چاہتا ہے، اسے چاہئے کے وہ اپنی پسندیدہ چیزوں کو ترک کرے اور اپنے نفس کی مخالفت کرے ۷۵۔

ابو بکر طمستانی فرماتے ہیں سب سے بڑی نعمت اور سعادت یہ ہے کے انسان خواہشات نفس سے نکل جائے کیونکہ اللہ اور بندے کے درمیان نفس ہی سب سے بڑا پردہ ہے۔ ۷۶۔

جب تو خدا کو دیکھے کہ وہ تجھے لوگوں کی طرف سے وحشت میں ڈالتا ہے تو، تو یہ جان لے کے وہ یہ چاہتا کے وہ تجھے اپنا دوست بنا لے۔ ۷۷۔

جعفر بن محمد خلدی الخواص فرماتے ہیں جو اں مردی یہ ہے کے نفس کو حقیر سمجھنا ور مسلمانوں کی عزت کرنا، وہر گز عارف نہیں جس کا نفس اس سے الگ نہ ہو۔ ۷۸

سلطان باہو کہتے ہیں ذکر کو لازم کر لو کیونکہ خالق سے غفلت میں بتایا گیا یک سانس بھی کفر ہے۔

ابو عمر بن نجید فرماتے ہیں جو شخص اپنے نفس کو عزیز رکھتا ہے، دین اس کو ذلیل معلوم ہوتا ہے اور غیر اللہ کے ساتھ محبت لگانا وحشت ہے۔ ۷۹

عبد اللہ بن محمد بن عبد الرحمن الرازی الشعرانی فرماتے ہیں معرفت خداوندی اس حجاب کو ختم کر دیتی ہے جو کے خدا اور بندے کے درمیان ہوتا ہے نیز یہ کے شکایت اور تنگ دلی معرفت کی کمی کی وجہ سے ہوتی ہے۔

جلال الدین رومی فرماتے ہیں جس طرح سے ہوا اور پانی میں عنصری مناسبت پائی جاتی ہے بالکل اسی طرح سے ہماری روح کو بھی دوسرے عالم سے مناسبت ہے اور وہ اس کی جانب مسلسل پرواز کرتی ہے یعنی جس قسم کی روح ہوتی ہے اسی قسم کے عالم کی جانب اس کا میلان ہوتا ہے' كُلُّ شئى يرجع إلى اصله۔ یعنی۔ جس قوم کا جو مزاج ہو گا اس کی آنکھیں اسی قسم کے نصب العین کی جانب لگی ہوں گی بالفاظ دیگر ہر جنس کو اپنی جنس سے ذوق ہوتا ہے جبکہ ہر جز اپنے کل کی جانب مائل ہے۔ ۸۰

خواجہ حافظ کہتے ہیں تو کب تک مکہ کے ارد گرد چکر لگاتا رہے گا؟ کیونکہ یہ سب خواب و خیال کی باتیں ہیں جنھیں تو اپنے دل سے نکال دے اگر تو صرف اپنی ذات کی پہچان حاصل کر لے تو حقیقت خود تیرا حرم بن جائے گی۔ ۸۱

ایک ہی گھر میں رہتے ہوئے روح اور خدا کو ایک دوسرے سے دور رکھنے والی شے خودی یا نفس ہے۔

نفس(خودی)اقبال کی نظر میں

اقبال کے تمام فکرو فلسفے کا منبع و ماخذ صرف اور صرف ایک تصور ہے جیسے اقبال 'خودی' یا (Concept of Free Ego) کہہ کر متعارف کرواتے ہیں اور یہی ان کی فکر کا مرکزی نکتہ ہے جس کے گرد ان کے افکار و خیالات محو گردش ہیں اسی لئے انھیں پیامبر خودی بھی کہا جاتا ہے ان کے یہاں خودی سے مراد غرور و تکبر نہیں بلکہ انا یا میں ہے جو ان کی نظر میں ایک عجیب اور پر اسرار شے ہے جو انسانی فطرت کی بکھری ہوئی اور منتشر کیفیات کو منظم کرتی ہے اس کے ساتھ ہی مشاہدات کو پروان چڑھانے میں بھی معاون و مددگار ہوتی ہے خودی کسی بھی انسان کے شعور کا ایک روشن نقطہ اور مرکز ہے جو بظاہر پوشیدہ ہے لیکن اپنے اعمال کی رو سے ظاہر بھی ہے اس کی وسعتوں کا اندازہ لگانا ناممکن ہے لیکن پھر بھی یہ ہر انسان کی فطرت کا ایک لازمی جزہے دراصل خودی انفرادیت کے اس جوہر کا نام ہے جو ہر انسان میں اس کے منفرد اوصاف کے حوالے سے اس میں پایا جاتا ہے اور کسی بھی انسان کی شخصیت کا یہی وہ مرکزی نکتہ ہے کہ جس کی بناء پر وہ دوسروں سے منفرد ہے اقبال اس نکتے کی وضاحت میں کہتے ہیں کہ میرے احساسات و خیالات محسوسات و خواہشات و ادراکات و رقابت و محبت و ذہانت و فطانت و امانت و دیانت و انفرادیت و شمائل و خصائل و فضائل اور میرے تمام کئے گئے فیصلے وہ سب کے سب خالصتاً میرے اور صرف میرے ہیں زندگی کی بے شمار راہوں میں سے کسی ایک کے تعین کا اختیار اور ان فیصلوں کی انفرادیت بھی صرف اور صرف میرے لئے مخصوص ہے کیونکہ جس طرح سے کسی بھی انسان کو پہچاننے کے لئے اس کے ماضی کو پہنچانا بہت ضروری ہے بالکل اسی طرح سے میری پہچان کے لئے بھی میرے ماضی کے تجربات اور مشاہدات بہت اہمیت کے حامل ہیں اور جس کے بغیر میری پہچان ناممکن ہے لہٰذا ان تمام منفرد تجربات کا آپس میں ایک گہرا رشتہ ہے جو فرد کو اس کی انفرادیت کے آئینے میں اس کی حالت کو متعین کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں اور جس کے لئے فرد 'میں' کے الفاظ ادا کرتا ہے لہٰذا ہر میں اپنی ذات میں ایک ہی ہے۔

اقبال خودی کی وضاحت ان اشعار سے کرتے ہیں!

نقطہ نوری کہ نام او خودی است زیر خاک ماشرار زندگی است
از محبت می شود پاینده تر زندہ تر، سوزندہ، تابندہ تر
از محبت اشتعال جوہرش ارتقائے ممکنات مضمرش
فطرت و آتش اندوزز عشق عالم افروزی بیاموزز عشق
عشق راز تیغ و خنجر باک نیست اصل عشق از آب و باد و خاک نیست
درجہاں ہم صلح و ہم پیکار عشق آب حیواں تیغ جوہر دار عشق
از نگاہ عشق خاراشق بود عشق حق آخر سراپا حق بود ۸۲۔

یعنی نور وہ نقطہ ہے جس کا نام خودی ہے، ہماری خاک بدن کے اندر زندگی کی ایک چنگاری ہے گویا ہماری زندگی خودی پر منحصر ہے یا ایک ایسا نقطہ نور ہے جس کی بدولت انسان کی زندگی منور ہوتی چلی جاتی ہے جب انسان اپنی خودی سے یعنی اپنی ذات کی حقیقت سے آگاہ ہو جاتا ہے تو اس میں ایسی قوت پیدا ہو جاتی ہے جس کی بناء پر بڑے بڑے کارنامے سرانجام دیتا ہے وہ محبت سے زیادہ دیر تک رہنے والی (جاوید) اور زیادہ زندہ زیادہ جلانے والی اور زیادہ چمکنے والی بن جاتی ہے محبت سے ہی اس کے جوہر میں نکھار پیدا ہوتا ہے اور اس میں پوشیدہ امکانات یعنی قوتوں کی نشو نما ہوتی ہے خودی کی فطرت عشق سے ہی حرارت حاصل کرتی ہے اور عشق سے ہی دنیا کو روشن اور منور کرنے کا سلیقہ سیکھتی ہے عشق کو تلوار اور خنجر سے کوئی خوف نہیں ہے اور نہ ہی عشق کی اصل بنیاد پانی، آگ، ہوا اور خاک ہے دنیا میں عشق صلح بھی ہے اور جنگ بھی ہے یہ آب حیات بھی ہے اور تیز کاٹ دار تلوار بھی ہے عشق کی نگاہ سخت پتھر کو بھی توڑ دیتی ہے حق کا عشق آخر کار خود حق کی مکمل صورت بن جاتا ہے یعنی (حق کے ساتھ عشق آخر خود حق بن جاتا ہے) جبکہ خودی کی آسان تعریف 'عرفان نفس' ہے، اقبال کے خیال میں عرفان نفس کے بھی تین پہلو ہیں۔

۱۔ دنیا شناسی۔ ۲۔ خدا شناسی۔ ۳۔ خود شناسی۔

لیکن اقبال جس خودی کی بات کرتے ہیں وہ دراصل ان تینوں کا ہی مجموعہ ہے اور یہی معیار اور فلسفہ ہمیں اقبال کے تمام تر نظام اور فکر میں نظر آتا ہے اقبال کے خیال میں خودی کسی بھی انسان کی سب سے بڑی دولت ہے جس کے مسلسل اظہار پر اس کے وجود کا انحصار ہے خودی دراصل احساس ذات، شعور نفس اپنی پہچان وحدت وجدانی، خود داری اور خود اعتمادی کا دوسرا نام ہے چنانچہ انسان کو تلاش ذات کی جستجو کرتے رہنا چاہئے اسی میں اس کی ترقی کا راز پوشیدہ ہے خودی کی حیات وبقاء کے لئے ضروری ہے کہ انسان میں ذوق طلب اور سوز آرزو موجود ہو اس کے ساتھ ہی انسان اعلیٰ مقاصد اور نصب العین کی طلب اور جستجو کا آرزومند ہو۔

خودی (نفس انسانی) کا استحکام

اقبال کے خیال میں خودی کے استحکام کے لئے درج ذیل چار بنیادی اقدار کا ہونا ازحد ضروری ہے۔ ا۔ عشق۔ ۲۔ فقر واستغناء۔ ۳۔ جراءت مندی۔ ۴۔ حریت۔

ا۔ عشق:

اقبال کے خیال میں خودی (نفس انسانی) کی نشو نما اور مضبوطی کے لئے عشق کا ہونا بے حد ضروری ہے وہ عشق کو آگہی اور خود آگہی کا اصل محرک سمجھتے ہیں اس حوالے سے ان کی سوچ بڑی واضح اور دو ٹوک ہے اب چاہے وہ عشق حقیقی ہو یا عشق مجازی دونوں صورتوں میں وہ خودی کی بیداری کا سبب بنتا ہے یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ اقبال کے یہاں عشق کی اصطلاح روایتی معنوں سے ہٹ کر ہے وہ عاشق کے معشوق کی ذات میں فنا ہو کر وصال کے قائل نہیں بلکہ وہ وصال کے بجائے فراق کے قائل ہیں ان کے خیال میں عشق عاشق اور معشوق دونوں کی انفرادیت کو قائم رکھتا ہے لہٰذا فراق میں انسان کی خودی کی انفرادیت برقرار رہتی ہے بہ نسبت وصال کے کیونکہ وصال ایک سکونی کیفیت کا نام ہے جس میں لذت ہے اگرچہ فراق میں وصال کے مقابلے میں زیادہ لذت ہے کیونکہ اس میں بے چینی اور بے قراری غالب ہے جو مسلسل حرکت کی جانب اشارہ کرتی ہے چنانچہ اگر عشق میں بے چینی اور بے قراری نہ ہو تو ایسا عشق اقبال کی نظر میں عشق نہیں بلکہ موت

ہے۔

بقول جسٹس جاوید اقبال!

'انھیں تو سزا کے لئے بھی ایسی آگ قبول نہیں جس کے شعلے سرکش و رببا ک نہ ہو ۸۳۔

۲۔فقر و استغناء:

اقبال کے خیال میں خودی (نفس انسانی) کے استحکام کے لئے فقر و استغناء کا ہونا بہت ضروری ہے کیونکہ فقر و استغنا عادی دنیا سے لاتعلقی اور راضی بہ رضا رہنے سے نشونما پاتی ہے اقبال جس فقیر کی بات کرتے ہیں وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتا ہے بلکہ اپنے حال اور فقر و فاقہ پر خوش اور مطمئن نظر آتا ہے وہ شکوہ کے بجائے سجدہ شکر بجلاتا ہے فقر و استغناء کے حوالے سے وہ شاہین کی مثال بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کے شاہین کی تشبیہ محض شاعرانہ تشبیہ نہیں ہے بلکہ اس جانور میں اسلامی فقر کی تمام خصوصیات پائی جاتی ہیں

ا۔خوداراور غیرت مند ہے کے اور کے ہاتھ کلا راہوا شکار نہیں کھاتا ہے۔

۲۔بے تعلق ہے آشیانہ نہیں بناتا ہے۔

۳۔بلند پرواز ہے۔

۴۔خلوت پسند ہے۔

۵۔تیز نگاہ ہے۔ ۸۴۔

۳۔جراءت:

اقبال کے خیال میں خودی (نفس انسانی) کو مستحکم کرنے میں جراءت اہم کردار ادا کرتی ہے کیونکہ جراءت مند شخص ہی دنیا کی مشکلات کی دلیری سے مقابلہ کرتے ہوئے کامیابی کی جانب گامزن ہوتا ہے جراءت سے مراد محض بہادری سے جنگیں لڑنا نہیں ہے بلکہ اس سے مراد فکر و عمل بھی ہے۔ اقبال فرماتے ہیں' کمزور اپنے آپ کو خدا میں گم کرتے ہیں جبکہ جراءت منداسے اپنے اندر ڈھونڈ نکالتے ہیں۔ ۸۵۔

لہٰذا یہ طے شدہ امر ہے کے جراءت کے بغیر مراحل خودی کی تکمیل ناممکنات میں سے ہے۔

۴۔حریت:

اقبال کے یہاں حریت سے مراد تقلید سے آزادی ہے ان کا سارا فکروفلسفہ جمود کے خلاف ہے وہ چاہتے ہیں کے انسان کی خودی کی اس طرح سے نشو نما ہو کے اس میں بے تابی اور بے قراری ہمہ وقت متحرک رہے خودی کی یہ بے قراری انسان کو تخلیقی عمل کی طرف متوجہ کرتی ہے اور اقبال ایسے ہی مسلم معاشرے کا خواب دیکھتے ہیں کے جہاں افراد مسلسل حرکت و انقلاب، تغیر و تبدل اور جد و جہد کا عملی نمونہ پیش کرتے ہوئے ایجادات و اختراعات کے ذریعے نسل انسانی کی خدمت کو اپنا شعار بنائیں اس کے برعکس کسی بھی معاشرے میں جمود کی وجہ سے نفرت، خوف، بزدلی، لالچ، بے ضمیری، خوشامد اور موقع پرستی کے جذبات ابھرتے ہیں جو کسی بھی معاشرے کے لئے ناسور کی حیثیت رکھتے ہیں جس سے قوم زوال کا شکار ہو جاتی ہے اقبال کے خیال میں حضرت امام حسین اگر کمزور مسلمانوں کی طرح یزید کی بیعت کر لیتے تو معاملہ وہیں رفع دفع ہو جاتا لیکن وہ حریت کی حفاظت کی خاطر باطل قوتوں سے ٹکرا گئے اور جام شہادت نوش فرما کر دنیا کو یہ پیغام دے گئے کے انسان کو ہر حال میں حق کی سربلندی کے لئے کوشاں رہنا چاہئے اور اس کے لئے جان کی قربانی ہی کیوں نہ دینی پڑے دیکھا جائے تو حریت اور عشق ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں، امام حسینؓ نے انتہائی اقدام سے بھی گریز نہ کیا اور زندگی کی اعلیٰ اقدار کو امر کر دیا۔

صدق خلیل بھی ہے عشق، صبر حسین بھی ہے عشق
معرکہ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق۔۸۶

تربیت خودی یا تربیت نفس انسانی

اقبال کے خیال میں خودی کی تربیت کے تین مراحل ہیں کے جن سے گزر کر انسان، انسان کامل بنتا ہے۔ ا۔اطاعت۔
۲۔ضبط نفس۔۳۔نیابت الٰہی۔

۱۔اطاعت:

اقبال کے یہاں اطاعت سے مراد شریعت الٰہیہ پر عمل اور فرائض کی بر وقت ادائے گی ہے کیونکہ آئین الٰہی کی پابندی انسان میں احساس ذمہ داری پیدا کرتی ہے ،ان کے خیال میں اختیار جبر کہ ہی بطن سے پیدا ہوتا ہے۔۸۷؎

یعنی جبر کے پر پیچ راستوں سے گزر کر ہی انسان کو کچھ اختیارات حاصل ہوتے ہیں لہٰذا اسے چاہئے کہ وہ جہد مسلسل سے اپنی خودی کو مضبوط کرے اور ادب و احترام سے اطاعت الٰہی کی پابندی کرے۔

اس حوالے سے وہ اپنی مثنوی اسرار خودی میں فرماتے ہیں!

باطن ہر شے ز آئینے قوی　　　تو چرا غافل زایں ساماں روی

بازاے آزاد دستور قدیم　　　زینت پا کن ہماں زنجیر سیم

شکوہ سنج سختی آئیں مشو　　　از حدود مصطفی بیروں مرد۸۸؎

اقبال اس بند میں فرماتے ہیں ہر چیز کا باطن کسی نہ کسی آئین کی وجہ سے مضبوط و مستحکم بنتا ہے تو پھر تو نے کس لئے اس پابندی و رفرمانبرداری کو پس پشت ڈال رکھا ہے ؟اور کیوں غفلت برت رہا ہے اے پرانے آئین ودستور سے بے تعلق مسلمان تو پھر سے وہی چاندی کی زنجیر پاؤں میں ڈال لے اور آئین کی سختی کا گلہ شکوہ نہ کر بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقرر کردہ آئین و دستور کے دائرہ سے باہر نہ نکلے۔

۲۔ضبط نفس:

اس سے مراد انسان کا اپنی نفسانی خواہشات پر قابو پانا اور اپنے نفس کو دنیاوی اغراض ومقاصد سے پاک کرنا ہے بقول اقبال ،ضبط نفس افراد میں ہو تو خاندانوں کی تعمیر ہوتی ہے اور اگر قوموں میں ہو تو سلطنتیں قائم ہوتی ہیں۔۸۹؎

اقبال کے خیال میں خودی کی تربیت کا یہ مرحلہ بہت اہم ہے کیونکہ جب انسان تعمیل حکم کے ساتھ

ساتھ اس کی حکمتوں سے آگاہ ہو تا ہے جس سے اس کا باطن روشن ہو تا ہے پھر وہ خود شناسی سے خدا شناسی کے مرحلے میں داخل ہو تا ہے۔اس حوالے سے وہ فرماتے ہیں!

نفس تو مثل شتر خود پرور است — خود پرست وخود سوار وخود سر است

مرد شو آور زمام او بکف — تاشوی گوہر اگر باشی خزف

ہر کہ برخود نیست فرمانش رواں — می شود فرماں پذیر از دیگراں۔۹۰

اس بند میں اقبال کہہ رہے ہیں تیرا نفس اونٹ کی طرح اپنے آپ کو پالنے والا ہے اس کے ساتھ ہی وہ خود پسند اپنا سوار آپ ضدی اور سر کش بھی ہے لہٰذا تو مرد بن اور اپنے اندر مردانگی پیدا کر اور اپنے نفس کی لگام کو اپنے ہاتھ میں تھام لے اور اس پر قابو پالے کیونکہ اگر تو پتھر ہے تو گوہر بن جا اور پستی سے اٹھ کر بلندی اختیار کر جس کا اپنے نفس پر حکم نہیں چلتا تو وہ دوسروں کا ہی فرمانبردار بن جاتا ہے۔

۳۔نیابت الٰہی:

اقبال کی نظر میں نیابت الٰہی خودی کی تکمیل کا آخری مرحلہ ہے جہاں پہنچ کر انسان، انسان کامل بن جاتا ہے یہ مرد کامل اپنی اعلیٰ صلاحیتوں، حکمت، علم اور بصیرت کے سبب خلیفہ فی الارض اور نائب خدا کی اہم ترین ذمہ داریوں کا امین بن جاتا ہے اقبال اس خیال کو اسرار خودی میں اس طرح سے پیش کر رہے ہیں!

نائب حق ہمچو جان عالم است — ہستی او ظل اسم اعظم است

از رموز جزو و کل آگہ بود — در جہاں قائم بامر اللہ بود

نوع انساں را بشیر وہم نذیر — ہم سپاہی ہم سپہگر ہم امیر۔۹۱

اس بند میں اقبال یہ کہہ رہے ہیں خدا کا نائب دنیا میں روح کی مانند ہے اس کا وجود اسم اعظم کا سایہ ہو تا ہے وہ اشیاء کائنات کے تمام اسرار و رموز سے واقف ہو تا ہے اور ان کے تصرف پر مامور ہو تا ہے اس کی اہم ترین ذمہ داری یہ ہے کے وہ دنیا میں اللہ کے حکم کو جاری کرے وہ بنی نوع

انسان کے لئے خوشخبری دینے والا اور اسے برائی سے ڈرانے والا ہوتا ہے اگر ایک طرف وہ سپاہی ہے تو دوسری طرف وہ سپہ سالار اور سردار بھی ہے اقبال قرآن کریم کی اس آیت کو استحکام خودی پر حجت سمجھتے ہیں!

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْكُمْ اَنْفُسَكُمْ-لَا یَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ-اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِیْعًا فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔ ۹۲

ترجمہ۔ اے ایمان والو! تم پر فرض ہے کہ تم خودی کی محافظت کرو اگر تم ہدایت پر ہو تو وہ شخص جو گمراہ ہے تمھیں کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا ہے تم سبھی کو اللہ کی طرف واپس جانا ہے اور وہ تمھیں تمھارے اعمال پر مطلع کردے گا۔ ۹۳

نفس کی اقسام

قرآن کریم نے نفس انسانی کی تین اقسام بیان کر مائی ہیں تاہم اہل علم اور صوفیاء کرام نے بھی نفس انسانی کی ان اقسام پر سیر حاصل بحث کی ہے۔

قرآن کریم کے مطابق درج ذیل تین اقسام کے نفوس انسان کے اندر پائے جاتے ہیں۔

۱۔ نفس امارہ (حیوانی وجود)۔

۲۔ نفس لوامہ (روح ملکوتی)۔

۳۔ نفس مطمئنہ (راضی بہ رضا رہنے والا)۔

۱۔ نفس امارہ

نفس امارہ کو (حیوانی وجود) بھی کہا جاتا ہے یہ انسان کو پستی کی جانب دھکیلتا ہے یعنی انسان کو دنیا کی گہما گہمی، مال و اولاد کی طلب اس کی محبت اور اس کے حصول کی جانب متوجہ کرتا ہے جب کوئی انسان صرف دنیا کا ہی ہو کر رہ جائے تو وہ اپنے اس حقیقی منصب یا مقام سے دور ہو جاتا ہے جس کے لئے اسے تخلیق کیا گیا تھا تاہم درج ذیل چار محرکات جس میں شامل۔

۱ضروریات۔ ۲۔خواہشات۔ ۳۔شہوات۔ ۴۔اور جذبات انسان کو پستی کی جانب دھکیلتی

ہیں اسی وجہ سے قرآن کریم نے اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ اور اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ کی تعبیر اختیار کی یعنی انسان کو اللہ نے بہترین ساخت پر پیدا کیا لیکن پھر اس کو امتحان کے لئے اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ میں پھینک دیا گیا جہاں اس کا واسطہ تاعمر ضروریات، خواہشات، شہوات اور جذبات سے رہتا ہے اور ان کے حصول کے لئے ساری زندگی کوشش اور جدوجہد کرتا رہتا ہے اگر چہ نفس امارہ ایک سرکش نفس ہے جس میں حد درجہ سرکشی پائی جاتی ہے اور جس کے سدھرنے کے امکانات نا ہونے کے برابر ہیں اگر یہ نفس انسان پر غالب آجائے تو پھر ظلمت اور اندھیرے کے سوا اور کچھ ہاتھ نہیں آتا۔

فرائیڈ نفس امارہ کو Id یا Libido کہتا ہے یہ ایک حیوانی وجود ہے لہٰذا اس کا مکمل میلان بطن اور فرج سے متعلق ہے۔

درج بالا محرکات کا ایک اجمالی جائزہ ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے۔

۱۔ انسانی ضروریات میں سے کچھ کا تعلق بالکل بنیادی ضروریات میں ہے مثلاً۔

۱۔ روٹی۔ ۲۔ کپڑا۔ ۳۔ مکان۔

۱۔ ضروریات:

انسان اپنی ساری زندگی انہی ضروریات زندگی کے حصول کے لئے وقف کر دیتا ہے اس کے جسم و جان کے رشتے کی بقاء کے لئے لازم ہے کہ وہ غذا کھائے اپنے جسم کو ڈھانپنے اور موسم کی سختیوں سے بچنے کے لئے اس کو لباس کی بھی ضرورت ہوتی ہے جبکہ اپنے اور اپنے اہل خانہ کے سر کو چھپانے کے لئے اس کو گھر کی بھی حاجت ہوتی ہے جبکہ دشمنوں سے اپنی جان کی حفاظت بھی اس کی جبلت میں شامل ہے اگر چہ یہ تینوں بنیادی ضروریات انسان، جانور، پرندوں اور کیڑے مکوڑوں میں بھی پائی جاتی ہیں۔

۲۔ خواہشات:

، ضروریات سے اگلی منزل خواہشات کی ہیں تاہم صوفیاء کرام نے زندگی کے اس محرک کو ذرہ ہر قاتل

کہاہے کیونکہ اب انسان کا دل دنیا و مال و دولت سے لگنا شروع ہو گیا اور وہ اپنا صل مقصد حیات اور اہداف جس کے لئے اسے دنیا میں بھیجا گیا تھا اس نے اس سے سرف نظر کرنا شروع کر دیا لیکن انسان کی سرشت میں آرام طلبی، آرائش و زیبائش، حسن و جمال، خوشی کا حصول آسائشات کی طلب موجود ہے چنانچہ وہ اپنے اسی فطری رجحان و میلان کی جانب نہایت تیزی اور سرعت سے متوجہ ہوتا ہے۔

ایک امریکی ایکولوجسٹ ڈاکٹر ایلس سلورے کی ایک تحقیق کے مطابق انسان اس دنیا میں ایک ایلین ہے جو اس سے پہلے کسی دوسری دنیا میں آباد تھا جہاں وہ نہایت پر آسائش اور آرام دہ زندگی گزارتا تھا اور اس کو وہاں ہر قسم کا آرام و نعمتیں حاصل تھیں یعنی وہ ایک انتہائی ناز ک مزاج و ر لاڈلی مخلوق تھا جو انتہائی VVIP ماحول کا عادی تھا اور اس کا زندگی گزارنے کا طریقہ بھی نہایت Luxurious تھا تاہم وہ اس دنیا میں بھیج دیا گیا دوسری جانب دنیا کی دیگر مخلوقات تو آج ہزاروں برس بعد بھی اسی حال میں ہیں جیسے پہلے تھیں مثلاً جانور آج بھی کھونٹے سے بندھے ہوئے ہیں اور درخت آج بھی اسی جگہ موجود ہیں لیکن اگر کسی نے بے مثال ترقی کے مراحل طے کئے ہیں تو وہ صرف بنی نوع انسان ہے۔

اس کی نازک مزاجی کا عالم تو یہ ہے کہ وہ موسم کی سختی نہیں جھیل سکتا چنانچہ اس کو سردی اور گرمی سے بچنے کے لئے آرام دہ گھر اور لباس کی ضرورت ہے دیگر جانور اور درخت سخت دھوپ میں بھی گھنٹوں کھڑے رہتے ہیں لیکن انسان کا معاملہ اس کے برعکس ہے زیادہ دیر دھوپ میں کھڑے رہنے سے وہ یا تو بیمار ہو جاتا ہے یا پھر اس کی موت بھی واقع ہو سکتی ہے۔ وہ غذا کو نرم کر کے کھاتا ہے جبکہ دنیا کی دیگر مخلوقات ایسا نہیں کرتیں۔ موسم کے بدلنے سے وہ بیمار ہو جاتا ہے دیگر جانور اپنے چار پیروں سے چلتے ہیں لیکن انسان اپنے دو پیر سے چلتا ہے، اسی وجہ سے اس کو کمر اور ریڑھ کی ہڈی کا عارضہ بھی رہتا ہے جو دوسرے جانوروں کو نہیں ہے وہ ساری زندگی اپنے آرام اور آسائش کے لئے تگ و دو کرتا رہتا ہے لیکن دیگر مخلوقات نہایت سکون سے اپنی جگہ قائم و دائم ہیں

اور ہزاروں برسوں سے اسی طرح سے اپنی زندگی کے ایام گزار رہی ہیں۔
جہاں سے وہ آیا ہے وہاں کی کشش ثقل اور زمین کی کشش ثقل میں بہت زیادہ فرق ہے یعنی جہاں وہ پہلے بستا تھا وہاں کی Gravity بہت کم تھی لیکن زمین پر انسان کو کام کاج کے بعد تھکن کا احساس ہوتا ہے اور اس کو آرام کی ضرورت ہوتی ہے ۔انسان کی جینز اور اس کا DNA یہاں کی دیگر مخلوقات سے مختلف ہے انسان کو نرم بستر اور سر کے نیچے تکیہ چاہئے لیکن دیگر مخلوقات کو اس کی کوئی ضرورت نہیں ، بعض اوقات انسان اچانک بغیر کسی وجہ کے اداس اور افسردہ ہو جاتا ہے اور اس کو اپنا پرانا دیس بہت یاد آتا ہے، انسان اپنی اسی فطری تن آسانی کے لئے تمام عمر اپنی خواہشات کی غلامی کرتا ہے اسے عمدہ لباس ،خوش ذائقہ غذائیں اور آرام دہ طرز رہائش پسند ہے ، وہ حسن و جمال کا دلدادہ ہونے کے ساتھ ساتھ دیگر علوم و فنون میں بھی دلچسپی رکھتا ہے تاہم دنیا کی ترقی کے پیچھے یہی محرک کارفرما ہے اور دنیا کی ساری چہل پہل اور حسن و مستی اسی خواہش کے دم قدم سے ہے انسان عزت، دولت اور شہرت کی آرزو رکھتا ہے جبکہ اس کے اندرون میں بقائے دوام کی بھی دبی دبی خواہش مچلتی ہے ، دنیا بھر کی تہذیب و تمدن، تحقیق و جستجو، ہمیشہ زندہ رہنے کی خواہش، عزت، دولت، شہرت اور طاقت و تفوق کی آرزو کے در پردہ دراصل یہی خواہشات ہیں جو صورت بدل بدل کر انسان کو کسی نا کسی طور متحرک رکھتی ہیں یہ خواہشات ہی تو تھیں کہ جب خدائی کے دعویداروں نے ہرام مصر بنوا کر اپنے خاکی جسم کو رہتی دنیا تک دوام بخشا اور یہ بھی ایک معصوم اور بے ضرر سی خواہش ہی تو تھی جب ممتاز محل کے مرنے کے بعد شاہجہان نے اپنی بے پناہ محبت کے اظہار کو تاج محل کی شکل میں زندہ رکھا۔

یہ چمن زار یہ جمنا کا کنارہ یہ محل   یہ منقش در و دیوار یہ محراب یہ طاق
اک شہنشاہ نے دولت کا سہارا لے کر ہم غریبوں کی محبت کا اڑایا ہے مذاق
میری محبوب کہیں اور ملا کر مجھ سے ۔ ۹۴؎

قرآن کے مطالعہ سے تو جنت میں حضرت آدمؑ کی ہمشیگی زندگی اور دوام کی ایک خواہش نظر آتی ہے

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وُوْرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهَاكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخَالِدِيْنَ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النَّاصِحِيْنَ۔ ۹۵؎

ترجمہ۔ پھر انہیں شیطان نے بہکایا تا کہ ان کی شرم گاہیں جو ایک دوسرے سے چھپائی گئی تھیں ان کے سامنے کھول دے، اور کہا تمہیں تمہارے رب نے اس درخت سے نہیں روکا مگر اس لیے کہ کہیں تم فرشتے ہو جاؤ یا ہمیشہ رہنے والے ہو جاؤ، اور ان کے روبرو قسم کھائی کہ البتہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔

فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطَانُ قَالَ يَآ اٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى۔ ۹۶؎

ترجمہ۔ پھر شیطان نے ان کے دل میں وسوسہ ڈالا کے اے آدم میں تجھے ہیشگی کا درخت اور غیر فانی ملک کا بتاتا ہوں۔

زیر نظر آیت میں حضرت آدم و حوا کی ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہنے کی خواہش اور پھر اس کے نتیجے میں شیطان کے دھوکے میں آجانے کا واقعہ موجود ہے قرآن کریم کے مطالعے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کے جلیل القدر پیغمبر بھی خواہشات کی زد میں رہے۔

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصَّالِحِيْنَ۔ ۹۷؎

ترجمہ۔ (ابراہیم نے کہا) اے میرے پروردگار مجھے نیک بیٹا عطا فرما۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا۔ ۹۸؎

ترجمہ۔ جب ابراہیم نے کہا اے میرے پروردگار اس مکے کو امن کا شہر بنا۔

وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ۔ ۹۹؎

ترجمہ۔ اس شہر کے باشندے جو اللہ اور قیامت پر ایمان لے آئے ہیں انھیں پھلوں سے روزی دے۔

قَالَ اجْعَلْنِىْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّىْ حَفِيْظٌ عَلِيْم ۔ ۱۱۰؎

ترجمہ۔ یوسف نے کہا مجھے ملک کے خزانوں پر مقرر کر دیجئے میں نگہبان اور جاننے والا ہوں۔

مِنْ شَىْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِىْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ ۔ ۱۰۱؎

ترجمہ۔ یعقوب کے دل میں ایک خواہش تھی جسے اس نے پورا کیا۔

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِىْ صَدْرِىْ وَيَسِّرْ لِىٓ اَمْرِىْ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِىْ يَفْقَهُوْا قَوْلِىْ وَاجْعَلْ لِّىْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِىْ هَارُوْنَ اَخِى ۔ ۱۰۲؎

ترجمہ۔ (موسیٰ نے کہا) اے میرے پروردگار میرے لئے میرا سینہ کھول دے اور میرے لئے میرے کام میں آسانی پیدا فرما اور میری زبان کی گرہ بھی کھول دے تا کہ وہ میری بات کو سمجھ سکیں اور میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر مقرر کر دے۔

وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِى الظُّلُمَاتِ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ ۖ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۔ ۱۰۳؎

ترجمہ۔ مچھلی والے (یونس) کو یاد کرو جب وہ غصے میں لڑ کر چلا گیا پھر یہ سمجھا کے ہم سے پکڑ نہ سکیں گے۔

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِىْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ۔ ۱۰۴؎

ترجمہ۔ زکریا نے کہا اے میرے رب مجھے اپنی طرف سے پاک اولاد عطا فرما۔

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِى السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا ۚ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۔ ۱۰۵؎

ترجمہ۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم تمہارا بار بار آسمان کی طرف منہ پھیر پھیر کر دیکھنا دیکھ رہے ہیں، سو ہم تم کو اسی قبلے کی طرف جس کو تم پسند کرتے ہو منہ کرنے کا حکم دیتے ہیں۔

۳۔ شہوات

ایک انتہائی غیر معمولی محرک ہے، ماہرین نفسیات خصوصاً سگمنڈ فرائیڈ نے شہوت کے حوالے سے چونکا دینے والے انکشافات کئے ہیں فرائیڈ کے یہاں جنسی جبلت کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے فرائیڈ کہتا ہے کے یہ جبلت باقی تمام جبلتوں پر حاوی ہے جبکہ انسان کے تمام اعمال وافعال کی سب سے بڑی وجہ بھی یہی ہے وہ مزید کہتا ہے انسان کی تمام تر سوچ، فکر، خواہش اور سوچ اسی کے گرد گھومتی ہے اب شعور میں چاہے کچھ بھی ہو لیکن تمام عمر انسانی لاشعور میں شہوات کا ہی مکمل اثر ور سوخ ور تسلط قائم رہتا ہے فرائیڈ کے یہاں جنسی محرکات در اصل جامع الصفات جذبات کا دوسرا نام ہے جس کے دائرے میں ایسے اعمال وافعال بھی آجاتے ہیں جن کا بظاہر تناسلی اعضاء سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے بالفاظ دیگر ہر وہ عمل جس سے یک گونہ قلبی یا ذہنی آسودگی حاصل ہو وہ بہر حال شہوت کے ہی دائرے میں آئے گا وہ اس کو علیحدہ سے بطور محرک کے بیان کرتا ہے یہی نہیں بلکہ اس کا یہ بھی ماننا ہے کے اس کا آغاز انسان کے اس دنیا میں آنے کے بعد یعنی عہد طفولیت سے ہی شروع ہو جاتا ہے اس کی مثال میں وہ بچے کی پیدائش کے پہلے سال کا حوالہ پیش کرتے ہوئے یہ کہتا ہے ابتدائی عمر میں شیر خوار بچے کی حصول لذت کا سب سے بڑا ذریعہ اس کا منہ ہوتا ہے لہٰذا وہ ہر چیز کو منہ میں لے کر محسوس کرتا ہے منہ اس کی غذائی ضروریات ہی کا نہیں بلکہ اس کی جذباتی تسکین کا بھی ایک ذریعہ ہے فرائیڈ کے خیال میں چھوٹے بچوں کا ہمہ وقت لذت کا مود ذہن میں مشغول رہنا در اصل جنسیت کا مظہر اولین ہے پھر اس کے بعد کے ادوار میں بھی فرد کسی نا کسی اعتبار سے شہوت کی زد میں ہی رہتا ہے جو عمر کے مختلف مراحل میں مختلف اشکال میں سامنے آتی رہتی ہے جبکہ انسانی زندگی میں عمل کے حوالے سے شہوت کو یک اہم محرک تصور کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے صنعت و حرفت ادب اور آرٹ تخلیق ہوئے۔

اسلام نے اس سرکش محرک سے نبٹنے کے لئے نکاح کو آسان کیا لیکن بد قسمتی سے ہمارے سماج میں نکاح مشکل اور مہنگا ترین اور زنا آسان اور سستا ترین ہو چکا شہوت کی اسی سرکشی اور بے راہ روی

کی رو ک تھام کے لئے اسلام نے مر دوں کو چار بیو یاں بھی ر کھنے کی اجازت دی جبکہ طلاق اور خلع جیسے ناپسندیدہ افعال کی بھی مشر وط اجازت دی گئی تا کہ انسان کے نسب اور نسل کی حفاظت ہو سکے تاہم زمانہ قدیم سے آج تک اسی شہوت پر ستی کا دنیا بھر میں راج اور سکہ چل رہا ہے اب چاہے وہ فلم انڈسٹری، میڈیا یا او سز، فلم و ڈرامہ، ماڈلنگ، فحاشی کے لائسنس یافتہ یا غیر لائسنس یافتہ اڈے ہوں، بچوں کی جنسی پامالی، عریاں آرٹ یا فن مجسمہ سازی کی آڑ میں جسم انسانی کی تشہیر و تعریف ہو، الغرض کے اسی شہوات نے دنیا بھر کے لو گوں کو اپنے جال میں بری طرح سے جکڑ لیا، صرف یورپ اور امریکہ میں اس بزنس کے ذریعے سالانہ اربوں کھربوں ڈالرز کماتے ہیں یعنی شہوات ایک انڈسٹری بن چکی جس سے کئی باعزت لو گوں کا روز گار وابستہ ہے۔

۴۔ دنیا کی تعمیر اور تخریب کے پیچھے انسانی جذبات کار فرما ہیں تاہم دنیا میں جتنا امن اور سکون ہے وہ بھی اسی وجہ سے ہے جبکہ جتنا جنگ و جدل، قتل و غارت گری اور بے سکونی ہے اس کا محر ک بھی یہی ہے کامیاب انسان وہ ہے جو اپنے جذبات کو قابو کر نا سیکھ جائے۔

نفس انسانی میں جذبات کی جڑیں نہایت گہری اور مضبوط ہیں جبکہ بسا اوقات اس کا ظہور نہایت قوت کے ساتھ ہو تا ہے پھر یہ کے انسان کو کسی بھی عمل پر ابھارنے کا سب سے زیادہ قوی ترین محر ک بھی یہی جذبہ ہی ہو تا ہے اگر چہ انسانی جذبات کی بے شمار اقسام ہیں جن میں پیار محبت، ہمدردی، ایثار، وفا، نفرت، رقابت، جلن، رشک و حسد، بغض و عداوت اور غم و غصہ شامل ہیں اگر انسان میں رشک و حسد نا ہو تا تو شاید دنیا میں بہت کچھ نا ہو تا اسی طرح سے غم و غصہ میں بھرا شخص اپنی انتہائی غصے کی حالت میں وقتی طور پر ضروریات، خواہشات اور جذبات جیسے محر کات سے بے گانہ نظر آتا ہے کیو نکہ اس کے سر پر صرف اور صرف غصہ سوار ہو تا ہے یہی نہیں بلکہ غیرت و حمیت کے جذبات اسے اپنے خونی رشتہ داروں سے دور میدان جنگ میں دشمنوں کی صفوں میں بہادری سے لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کر نے پر مجبور کر تے ہیں تاہم انسان کے بے شمار اچھے اور برے اعمال اسی جذبات کی ایک کارستانی ہے اس کی مثال بھاپ سے بھی دی جاتی ہے اگر

اسے قابو میں رکھاجائے تو بے شمار تعمیری کام انجام دیئے جاسکتے ہیں جبکہ بصورت دیگر تخریب و تباہی کا سبب بنتی ہے یہ بھی دیکھنے میں آتا ہے کے انسان اگر اپنے جذبات پر قابو پانا سیکھ لے تو یہ اس کے لئے نہایت سودمند ثابت ہو سکتے ہیں وگرنہ بے قابو جذبات اپنے ساتھ کئی جب ہی اسلام صبرواستقامت کی بارہا تاکید و تلقین کرتا ہے یہی نہیں بلکہ خاموشی کو عبادت قرار دے دیا گیا یعنی کم سخنی یا کم گوئی کئی مسائل کو اٹھنے ہی نہیں دیتے چنانچہ بزرگ نصیحت کرتے ہیں کہ ایک چپ سو سکھ یعنی جذبات کا اظہار کرنے سے بہتر ہے کہ خاموشی اختیار کرلی جائے۔

۲۔نفس لوامہ

ا۔نفس لوامہ کو (روح ملکوتی) روحانی وجود اور نفس ناطقہ کہا گیا جبکہ قرآن کریم میں ’
وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِه۔۱۰۶ سے مراد میں نے انسان میں اللہ نے اپنی پھونک دی
انگریزی میں اس کو Devine Spark کہتے ہیں قرآن کریم میں اللہ نے نفس لوامہ کی قسم کھاتے ہوئے فرمایا ہے!

وَلاَ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ۔۱۰۷

ترجمہ۔میں قسم کھاتا ہوں نفس لوامہ (ملامت کرنے والے نفس) کی۔

نفس لوامہ انسان کو بلندیوں کی جانب لے جاتا ہے اور اسے اللہ کا فرمانبردار، اطاعت گزار اور مقرب بناتا ہے، اسی اعلیٰ روحانی صلاحیت کی وجہ سے انسان میں حق و باطل کو سمجھنے کی صلاحیت بیدار ہوتی ہے، یہ روحانی یا ملکوتی نور سے معمور ہوتی ہے جو انسان کو زمین سے نہیں آسمان سے ملتی ہے چنانچہ اس کی لپک ہمیشہ اللہ کی جانب ہوتی ہے یعنی ہر انسان کے اندر ایک بڑا داعیہ ہر وقت موجود ہوتا ہے جو اس کو بلندی کی جانب لے جانا چاہتا ہے، انسان کو حیوانیت سے ممتاز کرنے والی یہی روح ملکوتی ہے جو دنیا کے ہر انسان کے وجود میں کام کرتی ہے ،یہ روح ملکوتی انسان کو عقل و شعور سے آراستہ کرتی ہے اور اسی کی وجہ سے انسان وحی و الہام و پیغام خداوندی کو موصول کرنے کے قابل ہوتا ہے یہی وصف انسان کو اعلیٰ امور کی جانب متوجہ کرتا ہوئے برے کاموں

سے دو کتا ہے اگر چہ صوفیاء کرام نے ان دونوں وجود کے مابین ایک اور حقیقت یعنی 'قلب' کو بھی موضوع بحث بنایا ہے۔

مشہور ماہر نفسیات فرائیڈ نے انسانی شخصیت کے تین طبقات یا Levels کا تعین کیا ہے اگر چہ اس کے نظریات گمراہ کن ہیں لیکن قابل تحسین ان معنوں میں ہیں کہ فرائیڈ نے انسانی شخصیت کے ان تین پہلوؤں کا نا صرف تجزیہ یا مشاہدہ پیش کیا ہے بلکہ اس پر سیر حاصل بحث بھی کی ہے ، نفس لوامہ کو عرف عام میں ضمیر بھی کہا جاتا ہے تاہم تزکیہ نفس کی مختلف مشقوں عبادات اور غور وفکر اور اپنے اعمال کی درستگی کے بعد یہ نفس سدھر جاتا ہے اور اس میں سے سرکشی کم یا ختم ہو جاتی ہے کیونکہ ضمیر اسے گناہوں پر مسلسل ملامت کرتا ہے جس کے سبب وہ درست راستے کا تعین کر لیتا ہے۔

يَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ۔۱۰۸؎

ترجمہ۔ (انسان) کہتا ہے میں نے ڈھیروں مال اڑا دیا۔

مفسرین اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ ایسا انسان جو جائز نا جائز ذرائع سے مال کماتا ہے یعنی بدی اور حرام خوری بھی کی لیکن اس کے ساتھ ہی مساجد کو چندے یا غربا و یتمیٰ اور دارالعلوم کی سرپرستی بھی جاری رکھی نفس لوامہ پر کبھی شہوت کا غلبہ ہوتا ہے تو کبھی وہ اس سے باز بھی آجاتا ہے یعنی اچھائی اور برائی کی دونوں کیفیات ساتھ ساتھ چلتی ہیں۔

تزکیہ نفس

تزکیہ نفس کو Purification of the Self بھی کہتے ہیں تزکیہ نفس سے مراد یہ ہر گز نہیں کہ زندگی سے متعلق چاروں محرکات یعنی ضروریات ،خواہشات شہوات اور جذبات کو چھوڑ دیا جائے بلکہ ان تمام محرکات کو کنٹرول کیا جائے اللہ نے پیغمبروں اور انبیاء کرام کی صورت میں دنیا میں انسانوں کی ہدایت اور رہنمائی کے رول ماڈلز بھیجے۔ ان تمام قدسی نفوس حضرات نے جسم و جان کے رشتے کو برقرار رکھنے کے لئے تجارت، کھیتی باڑی اور روزگار بھی کمایا اپنے والدین،

بیوی بچوں اور دیگر رشتے داروں سے محبت بھی کی، نکاح کے ذریعے ازدواجی تعلقات بھی قائم کئے اور اپنے خاندان اور دیگر عزیز و اقارب سے میل ملاقات بھی کی یعنی دنیا سے صرف اتنا لیا جس کی ضرورت تھی بالفاظ دیگر ان تمام پیغمبروں نے ان تمام ضروریات و حاجات کو حدود میں رکھتے ہوئے یک متوازن نظام متعارف کروایا قرآن کریم بار بار تقویٰ کو اختیار کرنے کی بات کرتا ہے یعنی انسان اپنی حدود کو پہچانتے ہوئے پاکیزگی اختیار کرے قرآن کریم کی تمام آیات کو اگر چار حصوں میں تقسیم کر دیا جائے تو درج ذیل چار اقسام کی پاکیزگی کی ہدایت نظر آتی ہے۔

ا۔ روحانی پاکیزگی:

روحانی پاکیزگی کے حصول کے لئے عبادات کا پروگرام یا گیا تا کہ سرکش نفس کو عبادات کے ذریعے قابو کیا جا سکے جب ہی رات میں قیام، تہجد گزاری، شب بیداری، روزے، زکوٰۃ اور حج کے احکامات دئے گئے اور کہا گیا!

اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْـًٔا وَّ اَقْوَمُ قِيْلًا ۔۱۰۹؎

ترجمہ۔ بے شک رات کا قیام (تہجد یا شب بیداری) نفس کے پامال کرنے کے لئے زیادہ سخت ہے اور قول کو سیدھا کرنے والا ہے۔

خُذْ مِنْ اَمْوَالِـهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْـهِمْ ۗ اِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَّـهُم ۔۱۱۰؎

ترجمہ۔ (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان کے مال سے خیرات لیجئے اور انھیں پاک و صاف کیجئے اور ان کے لئے دعا کیجئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا ان کی تسلی کا سبب ہے۔

يَآ اَيُّـهَا الَّـذِيْنَ اٰمَنُـوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّـذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۔۱۱۱؎

ترجمہ۔ اے ایمان والو تم پر روزہ اسی طرح سے فرض کیا گیا ہے جس طرح سے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا تا کہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔

۲۔جسمانی پاکیزگی

اسلام میں جسمانی پاکیزگی کا بھی تاکیدی حکم وراہتمام موجود ہے، فطری طور پر انسان پاکی ور طہارت کے بعد سکون،خوشی اوراطمینان کی کیفیات سے ہم آہنگ ہوتا ہے جسم،لباس، گھراپنے اطراف کی پاکی وطہارت اورخوشبو کے استعمال سے انسان کے اندر مثبت روشنیوں کا بہاؤ تیز تر ین ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے عبادت میں دلجمعی قائم رہتی ہے دوسری جانب روحانیت کے سفر میں بھی ان محرکات سے سرف نظر آسان نہیں پاکی اختیار کرنے والا انسان شیطانی ورسفلی حملوں سے محفوظ و مامون رہتا ہے تاہم جسمانی پاکیزگی بندے سے اللہ کے تعلق میں نہایت اہم کردارادا کرتی ہے اورانسان کا رابطہ بہت جلد اللہ سے قائم ہو جاتا ہے، اسی لئے اسلام انسان کو غسل،وضو اور تیمم کے احکامات دیتا ہے تیمم کا حکم پانی کی عدم دستیابی یا نقصان پہنچانے کی صورت میں موجود ہے تاکہ بندے روحانی جسمانی، ذہنی ورنفسیاتی طور پر پرسکون رہ سکیں کیونکہ اکثر پانی کے نہ ہونے کی صورت میں لوگوں میں اضطراب،بے چینی،مایوسی،غم و غصہ اور چڑچڑاپن بڑھ جاتا ہے اگرچہ یہ ایک فطری تقاضا ہے اورہر انسان کی فطرت میں پاکی ورطہارت کی خواہش موجود ہوتی ہے۔اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

يَآ اَيُّـهَا الَّـذِيْنَ اٰمَنُـوَا اِذَا قُمْتُـمْ اِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِـرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ۚ وَاِنْ كُنْتُـمْ جُنُـبًا فَاطَّهَّرُوْا ۚ وَاِنْ كُنْتُـمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَـآئِطِ اَوْ لَامَسْتُـمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَـتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ۚ مَا يُرِيْدُ اللّـٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِـمَّ نِعْمَتَه عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُـرُوْنَ۔۱۱۲؂

ترجمہ۔اے ایمان والو جب تم نماز کے لئے اٹھو تو تمھیں چاہئے کے تم اپنے منہ اور ہاتھ کو کہنیوں تک دھولو اور سر پر ہاتھ پھیرلو اور دونوں پیر ٹخنوں تک دھولیا کرا گر جنابت کی حالت میں ہو تو نہا کر

پاک ہو جاؤ اگر بیمار ہو یا سفر کی حالت میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص رفع حاجت کر کے آئے یا تم نے عورتوں سے مقاربت کی ہو اور تمھیں پانی نہ ملے تو تم پاک مٹی سے کام لو بس اس پر ہاتھ مار کر اپنے منہ اور ہاتھوں پر پھیر لیا کرو اللہ تم پر تنگی نہیں کرنا چاہتا ہے مگر وہ چاہتا ہے کہ وہ تمھیں پاک کرے اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کرے شاید کہ تم شکر گزار بنو۔

۳۔غذائی پاکیزگی:

یہاں دو قسم کی غذائی پاکیزگی مراد ہے۔

۱۔رزق کو حلال ذریعے سے کمانا۔

۲۔پاکیزہ اور حلال طیب غذاؤں کو کھانا۔

کسی بھی صالح معاشرے میں یہ دونوں ہی اجزا اہم ترین ہیں کیونکہ انسانی صحت کا دارومدار اور سماجی سطح پر رزق حلال کا حصول یہ دونوں ہی محرکات کسی بھی سماج کو سدھارنے میں نہایت اہم کردار ادا کرتے ہیں اسلام کا پیغام مختصر اور جامع ہے لیکن اس پیغام میں نہایت گہری حکمتیں پوشیدہ اور مستور ہیں۔

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

يَآاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۔۱۱۳؎

ترجمہ۔اے لوگو جو زمین میں ہے اس میں سے حلال طیب کھاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو بے شک وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔

وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرَازِقِيْنَ ۔۱۱۴؎

ترجمہ۔ہم نے تمھارے لئے زمین میں روزی کے ذرائع (پیدا) کئے ہیں۔

فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلَالًا طَيِّبًا وَّ اشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۔۱۱۵؎

ترجمہ۔ اس میں سے کھاؤ جو اللہ نے حلال و پاکیزہ دیا ہے اور اللہ کی نعمت کا شکرادا کرو اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو۔

۴۔ اخلاقی پاکیزگی

اخلاقی پاکیزگی دین اسلام کی عمارت کا ایک اہم ستون ہے قرآن کریم اس کی بار بار تاکید کرتا ہے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کی بعثت کا بھی اصل مقصد یہی تھا کہ وہ بنی نوع انسانیت کو یہ بتائیں کے ہر انسان کے اندر خیر اور شر کی دو قوتیں پائی جاتی ہیں تاہم ان دونوں قوتوں کو ختم کرنا انسان کے بس میں نہیں لہٰذا ہر انسان کو اپنے نفس کے خیر کو دنیا میں عام کرتے ہوئے شر کی قوتوں کو کنٹرول کرنا چاہئے۔ اچھے اخلاق میں شامل ایک اللہ کی عبادت، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت، اللہ کے احکامات کی بجا آوری، حصول علم، اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت، صبر و شکر، استقامت، توکل، اخلاص، زہد و تقویٰ، صدق، ایفائے عہد، شیریں زبانی، عدل و احسان، قناعت، نیکی، ایثار، قربانی، والدین سے حسن سلوک، صلہ رحمی، پڑوسیوں کے حقوق کی ادائیگی، سلام میں پہل، مریض کی عیادت، جنازے میں شرکت، مجبور اور کمزوروں کی مدد، دوستی، محبت، حب الوطنی، شرافت، وقت کی پابندی، غیرت، مہمان نوازی، حفاظت، تجارت، رزق حلال، صدقہ و خیرات، پاکی، طہارت، سیاحت، عبرت، کائنات میں غور و فکر اور ذکر الٰہی وغیرہ۔

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا ۚ وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ۔

ترجمہ۔ تم سب اللہ کی بندگی کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ قرابت داروں یتیموں اور مساکین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ، پڑوسی رشتے دار سے اجنبی پڑوسیوں سے اور پہلو کے ساتھی، مسافر، کنیزوں اور غلاموں سے جو تمھارے زیر

دست ہیں سے احسان کامعاملہ کرو۔۱۱٦

خُذِالْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ ۔۱۱۷

ترجمہ۔ درگزر اختیار کرو نیکی کا حکم دو اور جاہلوں سے کنارا کش رہو۔

ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۔۱۱۸

ترجمہ۔ ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرتے ہوا ور ایک دوسرے کو رحم کرنے کی ہدایت کرتے رہو۔

۳۔نفس مطمئنہ

نفس مطمئنہ نفس انسانی کی بلند ترین شکل ہے اس کے ایک معنی کسی چیز پر چٹان کی مانند جم جانا یعنی جب کسی انسان کو کمال درجے کا تزکیہ اور تصفیہ نفس حاصل ہو جاتا ہے تو اس نفس کو نفس مطمئنہ کہلاتا ہے یہ نفس مکمل طور پر تابع فرمان اور راضی بہ رضا ہو تا ہے با الفاظ دیگر انسان میں نفس تو موجود ہے لیکن وہ نفس انسان کو برائی یا گمراہی کی جانب لے جانے سے قاصر ہو جاتا ہے۔

اہل علم حضرات کے نزدیک نفس مطمئینہ کی اعلیٰ ترین مثال رسالت مآب ﷺ ہے کیونکہ جب آپ ﷺ سے پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا! میرے ساتھ بھی شیطان ہے لیکن وہ مسلمان ہو چکا آپ ﷺ کا پورا وجود نور مجسم تھا جیسا سورہ النور میں کہا نور علی نور یعنی انوار ہی انوار۔

کئی اہل معرفت کی بھی کڑے مجاہدے اور عبادات و ریاضات کے بعد نفس مطمئینہ کے حصول تک رسائی ہو جاتی ہے لیکن اس کی شدت یا Intensity ہر گز وہ نہیں جس پر رسالت مآب ﷺ فائز ہیں لیکن کسی بھی درجے یا شدت میں عام افراد کی ارواح پر نور کا غلبہ ایک معقول اور قابل فہم بات ہے۔ اطمینان کی بھی درج ذیل دو اقسام ہیں۔

۱۔ ذہنی اطمینان۔

۲۔ قلبی اطمینان۔

۱۔ذہنی اطمینان:

ذہنی اطمینان کو ہم ذہنی سکون اور امن بھی کہہ سکتے ہیں بالفاظ دیگر فرد کا کائناتی اور دنیاوی معاملات پر مکمل یقین کی کیفیت کا قائم ہو جانا یعنی میرا رب صرف اور صرف اللہ تبارک تعالیٰ ہے اور مجھے مرنے کے بعد اسی کے سامنے پیش ہونا ہے یعنی ہر قسم کے شک وشبہے کا مکمل خاتمہ اور اللہ کی ذات پر کامل یقین۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! اللہ سے دنیا و آخرت میں عفو، عافیت اور یقین کی دعا مانگو بے شک یقین کے بعد کسی شخص کو عافیت سے بہتر کوئی شے نہیں ملی ۔۱۱۹

حضرت علیؓ نے فرمایا! میں اسلام کی ایسی تعریف کروں جو اس سے پہلے کسی نے نا کی ہو گی اسلام تسلیم کا نام ہے اور تسلیم یقین ہے اور یقین تصدیق ہے اور تصدیق ہی اقرار ہے اور اقرار ادائے گی ہے اور ادائے گی عمل ہے۔۱۲۰

۲۔قلبی اطمینان:

اس سے مراد انسان کا ہر قسم کے خوف وغم اور حزن و ملال سے آزاد ہونا یعنی راضی بہ رضا رہنا اس کو معرفت اور ایمان کی ایک اصطلاح یا مرتبہ احسان بھی کہا جاتا ہے یعنی ہر وقت انسان پر حضوری کی کیفیت کا طاری ہونا۔

بقول اقبال!

حد ادراک سے باہر ہیں باتیں عشق و مستی کی
سمجھ میں اس قدر آیا کہ دل کی موت ہے دوری۔۱۲۱

اس نظریے کی وضاحت یوں بھی کی جا سکتی ہے کے طبعی اور نفسیاتی اثرات میں نمایاں فرق ہوتا ہے مثلاً اگر کسی شخص کو گہری چوٹ لگ جائے تو جسمانی طور پر اس کی تکلیف اور درد کو محسوس کرے گا لیکن نفسیاتی اعتبار سے وہ کسی گہرے صدمے سے دوچار نہیں ہو گا کیونکہ اس کا مکمل یقین

اللہ تبارک تعالیٰ کی ذات پر قائم ہے وہ ہر حال میں راضی بہ رضا رہنے کے فن سے آشنا ہے لہٰذا یہ پریشانیاں اس کے لئے وقتی ہیں۔

ارشاد خداوندی!

يَآاَيَّتُهَاالنَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُاِرْجِعِىٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةًفَادْخُلِىْ فِىْ عِبَادِىْ وَادْخُلِىْ جَنَّتِىْ۔ ۱۲۲؎

ترجمہ۔ اے نفس مطمئنہ چل اپنے رب کی جانب اس حال میں کے تو اپنے انجام نیک سے خوش اور اپنے رب کے نزدیک پسندیدہ ہے شامل ہو جا میرے نیک بندوں میں اور داخل ہو جا میری جنت میں۔

مکمل اطمینان کی اس نعمت اور کیفیت کو سورہ الانعام میں شرح صدر سے تشبیہ دیا گیا۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

فَمَنْ يُّرِدِاللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِى السَّمَآءِؕ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ۔ ۱۲۳؎

ترجمہ۔ یہ حقیقت ہے کے جیسے اللہ ہدایت بخشنے کا ارادہ کرتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے اور جیسے گمراہی میں ڈالنے کا ارادہ کرتا ہے اس کے سینے کو تنگ کر دیتا ہے اور اسے ایسا بھینچتا ہے کے اسلام کا تصور کرتے ہی اسے یوں معلوم ہوتا ہے گویا اس کی روح آسمان کی طرف پرواز کر رہی ہے۔

مندرجہ بالا آیت میں سینے کو کھولنا یعنی 'شرح صدر' سے مراد کسی انسان کے لئے اسلام کی صداقت پر مکمل یقین کا قائم ہونا اور ہر قسم کے شکوک و شبہات اور تذبذب و تردد سے نجات ہے، اہل علم حضرات نے اس نکتے کی وضاحت میں پنڈولیم کی مثال دی ہے یعنی پنڈولیم کی حرکت میں جس قدر تیزی ہو گی وہ شخص اسی قدر معرفت سے محروم ہو گا۔

اہل معرفت کے یہاں خوشی اور غم ایک جیسے ہو جاتے ہیں تاہم نفس مطمئنہ پرایک وقت ایسا بھی آتا ہے جب انسان کسی چٹان کی مانند اپنے ارادوں پر جم جاتا یعنی زمانے کے حوادثات اور سرد و گرم اس کے لئے بے معنی ہو کر رہ جاتے ہیں۔

جبلت یا سرشت انسانی

الجبلۃ ۔ عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی انسان کا پیدائشی اور فطری وصف۔

جبلہ اللہ علی کذا ۔ کے معنی ہیں کہ اللہ نے انسان کی جبلت یا سرشت میں ایک ایسا وصف رکھا ہے جس وہ چاہتے ہوئے بھی ترک نہیں کر سکتا مثلاً کوئی شخص فطرتاً حیادار، سخی یا کریم النفس ہو تا ہے تو ایسے شخص کے لئے یہ کہا جاتا ہے کہ جبلہ اللہ علی الکرم یعنی اللہ نے اس شخص کی فطرت میں کرم اور شرافت رکھ دی ہے۔

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

وَاتَّقُوا الَّـذِی خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّـةَ الْاَوَّلِیْنَ۔ ۱۲۴ ؎

ترجمہ۔ اس ذات سے ڈرو جس نے تمھیں پیدا کیا اور تم سے پہلے لوگوں کی جبلت کو بھی پیدا کیا۔

قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ۔

ترجمہ۔ ہر شخص اپنی فطرت اور سرشت کے مطابق عمل کرتا ہے ۱۲۵ ؎

طبیعت، خصلت اور عادت میں فرق

علامہ حسین محمد راغب اصفہانی لکھتے ہیں انسان کی طبیعت، خصلت اور عادت میں فرق ہو تا ہے۔

الطبع عربی زبان کا لفظ ہے جس سے مراد انسان کی طبیعت اور مزاج کے ہیں۔

الطبع کی اصل طبع السیف یعنی تلوار کو ڈھالا گیا ہے یعنی لوہے کو تلوار کے روپ میں ڈھال کر اس کو مستقل ایک شکل دے دی گئی اسی طرح سے دینار اور درھم کو بھی لوہے سے ڈھال کر ایک مخصوص شکل دینا اس کو بھی عربی زبان میں الطبع کہتے ہیں، ہر انسان اپنی ایک مخصوص طبیعت اور مزاج رکھتا ہے اسی بناء پر ہر انسان دوسرے سے مختلف ہے، طبیعت کے لئے عربی زبان میں ایک لفظ

غریزہ' بھی استعمال کیاجا تاہے غرز کے معنی گاڑ نایاٹھو کنے کے ہیں یعنی انسان کے اندر کسی مخصوص عادت یامزاج کااس کے باطن کی گہرائی میں اتر جانے کے ہیں چنانچہ طبیعت اور غریزہ انسان کی اس قوت کو کہتے ہیں جس میں کسی تغیراور تبدل کی قطعاً گنجائش موجود نہ ہو اس نکتے کو سمجھنے کے لئے یہ مثال بھی پیش کی جاسکتی ہے کے شیمہ عربی زبان کالفظ ہے جو الشامہ سے ماخوذ ہے جس کے معنی تل کے ہیں جس طرح سے کوئی تل انسانی جلد میں پیوست ہو تاہے بالکل اسی طرح سے انسانی مزاج میں خوش مزاجی، سخاوت، نفاست، عدالت، شجاعت، امامت، شرافت، نجابت، انصاف، سچائی، عہد وفا، بھلائی، صلہ رحمی اور عجز وانکساری جیسی کئی صفات انسان کی فطرت کے اندر پیوست ہوتی ہیں اسی طرح سے کچھ لوگ جھوٹے، مکار، چالباز، وعدہ خلاف، والدین کے نافرمان، بد تمیز، بے غیرت، ڈرپوک، غضبناک اور بد مزاج ہوتے ہیں لہذا ایسے افراد کی جبلت بھی ان کے اندر پیوست ہوتی ہے جسے بدلنا ناممکنات میں سے ہے۔

اسی حوالے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے!

حضرت ابوالدرداء ؓ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تم یہ سنو کے فلاں پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ گیا ہے تو تم اس کی تصدیق کر لینا یعنی (مان جانا) لیکن اگر تم یہ سنو کے فلاں شخص کا خلق یعنی (سرشت یا جبلت) بدل گئی تو اس کی تصدیق نہ کرنا یعنی (اس بات کو نہ ماننا) وہ شخص اپنی اسی سرشت (جبلت) پر لوٹ جائے گا جس پر اسے پیدا کیا گیا ہے۔۱۲۶۔

حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ جبلت کی وضاحت کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں جس طرح سے کسی شخص کے سر کو قلم کرنے کے بعد اس کو جوڑ کر دوبارہ زندہ نہیں کیا جا سکتا ہے بالکل اسی طرح سے انسانی فطرت اور جبلت کو بھی بدلنا ناممکنات میں سے ہے۔

حضرت ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! مومنین میں سب سے امل ایمان والا وہ ہے جس کا خلق سب سے اچھا ہے اور تم میں سب سے بہتر لوگ وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے ساتھ خلق میں سب سے زیادہ بہتر ہوں۔۱۲۷۔

حضرت عائشہ ؓ بیان کرتی ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! مومن اپنے حسن اخلاق کی وجہ سے روزہ دار اور شب بیدار کا اجر و ثواب بھی پا لیتا ہے ۱۲۸۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! مجھے عمدہ اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہے۔ ۱۲۹۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ سے جب پوچھا گیا کس چیز کی وجہ سے لوگ کثرت سے جنت میں داخل کئے جائیں گے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا! خوف خدا اور حسن اخلاق کی وجہ سے پھر آپ ﷺ سے پوچھا گیا کس چیز کی وجہ سے کثرت سے لوگ جہنم میں داخل ئے جائیں گے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا! منہ اور شرم گاہ کی وجہ سے۔ ۱۳۰۔ حضرت معاذ بن جبل ؓ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے مجھے رخصت کرتے ہوئے آخری نصیحت فرمائی! اے معاذ ؓ لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آنا۔ ۱۳۱۔

حضرت ابو الدرداء ؓ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! قیامت کے دن مومن کے میزان میں حسن اخلاق سے زیادہ کوئی شے وزنی نہ ہو گی اور اللہ تعالی بے حیائی اور بری باتوں کو ناپسند کرتا ہے ۱۳۲۔

امام غزالی ؒ فرماتے ہیں انسانی خلق کی دو اشکال ہیں۔ ۱۔ ظاہری خلق۔ ۲۔ باطنی خلق۔

ظاہری خلق میں انسان کی ظاہری وضع قطع، قد، شکل صورت ناک نقشہ وغیرہ شامل ہے جس طرح سے کوئی لمبے قد کا انسان اپنا قد چھوٹا نہیں کر سکتا ہے اسی طرح سے چھوٹے قد کا انسان لمبا نہیں ہو سکتا ہے۔

باطنی خلق میں بھی تغیر و تبدل کی گنجائش نہیں کیونکہ حسن اخلاق کے حصول کے لئے ضروری ہے کے انسان اپنے غضب اور شہوت پر قابو پا سکے تاہم یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کے انسان طویل مجاہدے اور ریاضت کے باوجود بھی اپنے غضب اور شہوت پر قابو نہیں پا سکا لہذا اخلاق کو تبدیل کرنے کی کوشش محض کوشش ہی رہی اور اس میں کامیابی عبث اور وقت کا زیاں ہے انسان کی طرح کل اشیاء

کائنات کی بھی مخصوص جبلت اورسر شت ہے مثلاً کھجور کے درخت سے کھجور ہی پیدا ہو گا بکری کے وجود سے بکری ہی جنم لے گی، سورج کی کرنیں فصلوں کو پکاتی ہیں اور چاند کی کرنیں پھلوں، سبزیوں اور اناج میں مٹھاس اور ذائقہ پیدا کرتی ہیں، سانپ یا بچھو کو صرف ڈسنا آتا ہے چاہے وہ کسی سے محبت کا ظہار کریں یا نفرت کا ان کی سر شت میں صرف ڈسنا ہی لکھا ہے، شیطانی قوتیں شر پھیلاتی ہیں، انبیاء کرام نے دنیا میں خیر کو عام کیا

عادت:

عادت کا لفظ عاد، یعود سے بنا ہے انسان جب کسی عمل کو بار بار دہراتا ہے تو وہ عمل اس کی عادت بن جاتا ہے مثلاً اگر کوئی شخص صبح سویرے سو کر اٹھنے کا عادی ہے اور کافی عرصہ سے وہ جلد صبح بیدار ہو جاتا ہے تو یہ جلدی اٹھنا اس کی عادت کہلائے گا اسی طرح سے کسی شخص کو اگر اس کے والدین نے وقت کی پابندی کی عادت سکھائی ہے تو وہ اس عادت کا پابند ہو جاتا ہے، کوئی انسان جلدی سونے کا عادی ہوتا ہے، کسی کو وقت پر کھانا کھانے کی عادت ہوتی ہے، کوئی شخص اپنے ذاتی استعمال کی اشیاء کو سلیقے، قرینے اور ترتیب سے رکھنے کا عادی ہوتا ہے وغیرہ یعنی انسانی عادات مسلسل کسی عمل کو کرتے رہنے کے نتیجے میں انسان میں راسخ ہو جاتی ہیں۔

حوالہ کتب:

۱۔سورہ اعراف۔ آیت۔۱۷۲

۲۔سورہ اعراف۔ آیت۔۱۲۷

۳۔سورہ الصفٰت۔آیت۔۱۱۔

۴۔سورہ السجدہ۔آیت۔۹۔

۵۔سورہ الفجر۔آیت۔۲۷۔

۶۔تاج العروس۔علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی(متوفی۔۱۲۰۵ھ)۔مطبوعہ المطبعہ الیریہ مصر۔

۷۔لغات القرآن۔غلام احمد پرویز(متوفی۔۱۴۰۵ھ)۔ص۔۱۶۴۴۔مطبوعہ ادارہ طلوع اسلام ٹرسٹ

لاہور۔۱۹۹۸ء۔

۸۔المنجد۔لوئیس معلوف الیسوعی (متوفی۔۱۸۶۷ء)۔ص۔مطبوعہ المطبعہ الغاثولیکہ بیروت۔۱۹۲۷ء۔

۹۔سورہ آل عمران۔آیت۔۲۸۔

۱۰۔سورہ آل عمران۔آیت۔۳۰۔

۱۱۔سورہ انعام۔آیت۔۱۲۔

۱۲۔سورہ انعام۔آیت۔۵۴۔

۱۳۔سورہ الشمس۔آیت۔۹۔

۱۴۔سورہ الفجر۔آیت۔۲۷۔۳۰۔

۱۵۔سورہ التوبہ۔آیت۔۲۷۔

۱۶۔سورہ المائدہ۔آیت۔۱۱۹۔

۱۷۔سورہ الذاریات۔آیت۔۲۱۔

۱۸۔سورہ النزعت۔آیت۔۴۰۔۴۱۔

۱۹۔سورہ ق۔آیت۔۱۶۔

۲۰۔سورہ اخلاص۔آیت۔۱۔۵۔

۲۱۔روح کی پکار۔شمس الدین عظیمی۔ص۔۳۲۔۳۳۔مکتبہ عظیمیہ اردو بازار لاہور۔۲۰۰۵ء۔

۲۲۔سورہ البقرہ۔آیت۔۱۸۶۔

۲۳۔تشبیہات رومی۔ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم مرتب عبدالحلیم ہندس۔ص۔۵۰۲۔ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور
پاکستان۔۱۹۵۹ء۔

۲۴۔سورہ یٰسین۔آیت۔۳۶۔

۲۵۔سورہ الشوریٰ۔آیت۔۱۱۔

۲۶۔سورہ النساء۔آیت۔۱۔

۲۷۔محمدالرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ج۔سوم۔خواجہ شمس الدین عظیمی۔ص۔۵۷۔مکتبہ عظیمیہ کراچی۔

۲۸۔سورہ النور۔آیت۔۳۰۔

۲۹۔سورہ لقمان۔آیت۔۲۰۔

۳۰۔سورہ الجاثیہ۔آیت۔۱۳۔

۳۱۔سورہ الحدید۔آیت۔٦۔
۳۲۔نفسیات و مابعد النفسیات۔رئیس امروہوی۔ص۔۸۷۔ویلکم بک پورٹ کراچی۔۲۰۱۳ء۔
۳۳۔سورہ التکویر۔آیت۔۱۔۷۔
۳۴۔معالم التنزیل۔امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی(متوفی۔٥١٦ھ)۔ج۔٥۔ص۔٢١٦۔دار احیاء التراث العربی بیروت۔۱۴۲۰ھ۔
۳۵۔سورہ ھد۔آیت۔۲۲۔۲۴۔
۳٦۔المعجم الکبیر۔امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی(متوفی۳٦۰ھ)۔رقم الحدیث۔۱۲۲۴۵۔مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔
۳۷۔سورہ الطور۔آیت۔۲۱۔
۳۸۔سورہ النحل۔آیت۔۱۱۱۔
۳۹۔سورہ اعراف۔آیت۔۵۔
۴۰۔سورہ اعراف۔آیت۔۵۔
۴۱۔سورہ اعراف۔آیت۔۴۔۵۔
۴۲۔سورہ النساء۔آیت۔۸۴۔
۴۳۔سورہ انعام۔آیت۔۹۳۔
۴۴۔الکشف والخفاء و مزیلا الالباس۔علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی(متوفی۔۱۱٦۷۴)۔ج۔۱۰۔ص۔۱۲۲۔دار احیاء التراث العربی بیروت۔۱۴۲۲ھ۔
۴۵۔تفسیر القرآن العزیز۔امام عبد الرحمن بن محمد بن ادریس بن ابی حاتم رازی(متوفی۔۳۲۷ھ)۔مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ۔۱۴۱۷ھ۔
۴٦۔شرح الصدر۔حافظ جلال الدین سیوطی(متوفی۔۹۱۱ھ)۔ص۔٦۴۔دار الکتب العلمیہ بیروت۔۱۴۰۴ھ۔
۴۷۔سورہ اعراف۔آیت۔۴۰۔
۴۸۔سورہ بنی اسرائیل۔آیت۔۷۔
۴۹۔سورہ المائدہ۔۱۰۵۔
۵۰۔سورہ المائدہ۔آیت۔۲۵۔

۵۱۔ سورہ الذاریات۔ آیت۔۵۶۔
۵۲۔ سنن ترمذی۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی (متوفی۔۲۷۹ھ)۔ رقم الحدیث ۲۴۶۶۔ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۲۱ھ۔
۵۳۔ کشف المحجوب۔ حضرت سید علی بن عثمان الہجویری۔ ترجمہ الحاج کپتان واحد بخش سیالوی ص۔۱۴۵۔ الفیصل ناشران لاہور۔۲۰۰۶ء۔
۵۴۔ کنز العمال۔ علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری (متوفی۔۹۷۵ھ)۔ مطبوعہ موسسۃ الرسالہ بیروت۔
۵۵۔ تشبیہات رومی۔ ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم ص۔۲۳۷۔ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور پاکستان۔۱۹۵۹ء۔
۵۶۔ تشبیہات رومی۔ ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم ص۔۴۲۶۔ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور پاکستان۔۱۹۵۹ء۔
۵۷۔ کلیات اقبال (بال جبرائیل)۔ ڈاکٹر علامہ محمد اقبال۔ خزینہ علم و ادب لاہور۔۲۰۰۶ء۔
۵۸۔ سنن ترمذی۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی (متوفی۔۲۷۹ھ)۔ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۲۱ھ۔
۵۹۔ سنن الکبریٰ۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی (متوفی۔۴۵۸ھ)۔ مطبوعہ نشر السنہ ملتان۔
۶۰۔ سنن ترمذی۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی (متوفی۔۲۷۹ھ)۔ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۲۱ھ۔
۶۱۔ سنن الکبریٰ۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی (متوفی۔۴۵۸ھ)۔ مطبوعہ نشر السنہ ملتان۔
۶۲۔ کلیات اقبال (بانگ درا)۔ ڈاکٹر محمد اقبال۔ خزینہ علم و ادب لاہور۔۲۰۰۶ء۔
۶۳۔ کنز العمال۔ علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری (متوفی۔۹۷۵ھ)۔ مطبوعہ موسسۃ الرسالہ بیروت۔
۶۴۔ صحیح مسلم۔ امام ابو الحسین مسلم بن حجاج القشیری (متوفی۔۲۶۱ھ)۔ مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ۔
۶۵۔ سورہ البقرہ۔ آیت۔۱۸۶۔
۶۷۔ تشبیہات رومی۔ ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم ص۔۱۶۔ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور پاکستان۔۱۹۵۹ء۔
۶۸۔ تجلیات حکمت۔ مولف۔ آیت اللہ اصغر ناظم زادہ قمی۔ مترجم۔ سید قمر عباس۔ ص۔۴۸۱۔ مطبع دفتر تبلیغات اسلامی تہران۔۲۰۰۳ء۔
۶۹۔ احیائے العلوم۔ امام محمد بن محمد غزالی (متوفی۔۵۰۵ھ)۔ ج۔۳۔ ص۔۱۷۔ مطبوعہ دارالخیر بیروت۔۱۴۱۳ھ۔
۷۰۔ مکتوبات امام ربانی۔ مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی۔ ج۔۱۔ مکتوب۔۲۲۔ ص۔۱۵۸۔ اسلامی

کتب خانہ اردو بازار لاہور۔ سن ندارد۔
۷۱۔ نفحات الانس۔مولانا نور الدین محمد عبد الرحمن جامی۔ ص۔۵۵۔ دوست ایسوسی ایٹس لکر یمار کیٹ اردو بازار لاہور۔ ۲۰۰۳ء۔
۷۲۔ نفحات الانس۔مولانا نور الدین محمد عبد الرحمن جامی۔ ص۔۶۱۔ دوست ایسوسی ایٹس لکر یمار کیٹ اردو بازار لاہور۔ ۲۰۰۳ء۔
۷۳۔ نفحات الانس۔مولانا نور الدین محمد عبد الرحمن جامی۔ ص۔۱۰۷۔ دوست ایسوسی ایٹس لکر یمار کیٹ اردو بازار لاہور۔ ۲۰۰۳ء۔
۷۴۔ نفحات الانس۔مولانا نور الدین محمد عبد الرحمن جامی۔ ص۔۱۱۳۔ دوست ایسوسی ایٹس لکر یمار کیٹ اردو بازار لاہور۔ ۲۰۰۳ء۔
۷۵۔ نفحات الانس۔مولانا نور الدین محمد عبد الرحمن جامی۔ ص۔۱۴۴۔ دوست ایسوسی ایٹس لکر یمار کیٹ اردو بازار لاہور۔ ۲۰۰۳ء۔
۷۶۔ نفحات الانس۔مولانا نور الدین محمد عبد الرحمن جامی۔ ص۔۱۹۰۔ دوست ایسوسی ایٹس لکر یمار کیٹ اردو بازار لاہور۔ ۲۰۰۳ء۔
۷۷۔ نفحات الانس۔مولانا نور الدین محمد عبد الرحمن جامی۔ ص۔۲۰۴۔ دوست ایسوسی ایٹس لکر یمار کیٹ اردو بازار لاہور۔ ۲۰۰۳ء۔
۷۸۔ نفحات الانس۔مولانا نور الدین محمد عبد الرحمن جامی۔ ص۔۲۱۸۔ دوست ایسوسی ایٹس لکر یمار کیٹ اردو بازار لاہور۔ ۲۰۰۳ء۔
۷۹۔ نفحات الانس۔مولانا نور الدین محمد عبد الرحمن جامی۔ ص۔۲۲۰۔ دوست ایسوسی ایٹس لکر یمار کیٹ اردو بازار لاہور۔ ۲۰۰۳ء۔
۸۰۔ تشبیہات رومی۔ ڈاکٹر خلیفہ عبد الحکیم مرتب عبد الحلیم ہندس۔ ص۔۵۱۔ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور پاکستان۔ ۱۹۵۹ء۔
۸۱۔ سائیں بلھے شاہ۔ جے۔ آر۔ پوری اور جے۔ آر۔ شنگاری۔ ص۔۱۸۷۔ فکشن ہاوس لاہور ۲۰۰۰ تک
۸۲۔ کلیات اقبال (فارسی۔ اسرار خودی)۔ ڈاکٹر محمد علامہ اقبال۔ ترتیب و ترجمہ۔ پروفیسر حمید اللہ شاہ ہاشمی۔ ص۔۴۰۔ مکتبہ دانیال لاہور۔ سن ندارد۔
۸۳۔ افکار اقبال (تشریحات جاوید)۔ ڈاکٹر جسٹس جاوید اقبال۔ ص۔۲۰۔ سنگ میل پبلی کیشنز لاہور۔

۲۰۰۵ء۔
۸۴۔انواراقبال۔مرتب۔بشیراحمد ڈار۔ص۔۲۱۹۔۲۲۰۔اقبال اکیڈمی کراچی۔۱۹۶۷ء۔
۸۵۔افکاراقبال(تشریحات جاوید)۔ڈاکٹر جسٹس جاویداقبال۔ص۔۲۱۔سنگ میل پبلی کیشنزلاہور۔
۲۰۰۵ء۔
۸۶۔کلیات اقبال(اردو۔بال جبریل۔نظم ذوق وشوق)۔ڈاکٹرمحمداقبال۔ص۔۴۵۵۔خزینہ علم وادب اردو
بازارلاہور۔۲۰۰۶ء۔
۸۷۔افکاراقبال(تشریحات جاوید)۔ڈاکٹر جسٹس جاویداقبال۔ص۔۲۲۔سنگ میل پبلی کیشنزلاہور۔
۲۰۰۵ء۔
۸۸۔کلیات اقبال (فارسی۔اسرارخودی)۔ڈاکٹرمحمداقبال۔ترتیب وترجمہ۔پروفیسرحمیداللہ شاہاشمی۔۔ص۔
۷۶۔مکتبہ دانیال لاہور۔سن ندار
۸۹۔شذرات اقبال۔مرتب ڈاکٹرجاویداقبال۔مترجم۔افتخاراحمدصدیقی۔ص۔۱۳۶۔مجلس ترقی ادب لاہور۔
۱۹۷۳ء۔
۹۰۔کلیات اقبال (فارسی۔اسرارخودی)۔ڈاکٹرمحمداقبال۔ترتیب وترجمہ۔پروفیسرحمیداللہ شاہاشمی۔۔ص۔
۷۶۔۷۷۔مکتبہ دانیال لاہور۔سن ندار
۹۱۔کلیات اقبال (فارسی۔اسرارخودی)۔ڈاکٹرمحمداقبال۔ترتیب وترجمہ۔پروفیسرحمیداللہ شاہاشمی
۔ص۔۸۰۔۸۱۔مکتبہ دانیال لاہور۔سن ندارد۔
۹۲۔سورہ المائدہ۔آیت۔۱۰۵۔
۹۳۔روز گارفقیر۔سیدفقیروحیدالدین۔ج۔ا۔ص۔۱۸۳۔لائین آرٹ پریس فیریئرروڈکراچی۔۱۹۶۳ء۔
۹۴۔کلیات ساحر۔ساحرلدھیانوی۔ص۔۵۷۔مرتب۔خزینہ علم وادب لاہور۔۲۰۰۱ء
۹۵۔سورہ اعراف۔آیت۔۲۰۔۲۱۔
۹۶۔سورہ طٰہٰ۔آیت۔۱۲۰۔
۹۷۔سورہ الصفٰت۔آیت۔۱۰۰۔
۹۸۔سورہ البقرہ۔آیت۔۱۲۶۔
۹۹۔سورہ البقرہ۔آیت۔۱۲۶۔
۱۰۰۔سورہ یوسف۔آیت۔۵۵۔

۱۰۱۔ سورہ یوسف آیت۔۶۸۔

۱۰۲۔ سورہ طہٰ ۔ آیت۔۲۵۔۳۰۔

۱۰۳۔ سورہ الانبیاء آیت۔۸۷۔

۱۰۴۔ سورہ آل عمران آیت۔۳۸۔

۱۰۵۔ سورہ البقرہ آیت۔۱۴۴۔

۱۰۶۔ سورہ السجدہ آیت۔۹۔

۱۰۷۔ سورہ قیامۃ آیت۔۲۔

۱۰۸۔ سورہ البلد آیت۔۶۔

۱۰۹۔ سورہ المزمل آیت۔۶۔

۱۱۰۔ سورہ التوبہ آیت۔۱۰۳۔

۱۱۱۔ سورہ البقرہ آیت۔۱۸۳۔

۱۱۲۔ سورہ المائدہ آیت۔۶۔

۱۱۳۔ سورہ البقرہ آیت۔۱۶۸۔

۱۱۴۔ سورہ الحجر آیت۔۲۰۔

۱۱۵۔ سورہ النحل آیت۔۱۱۴۔

۱۱۶۔ سورہ النساء آیت۔۳۶۔

۱۱۷۔ سورہ اعراف۔ آیت۔۱۹۹۔

۱۱۸۔ سورہ البلد آیت۔۱۷۔

۱۱۹۔ المستدرک۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری (متوفی۔۴۰۵ھ)۔ مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ
۔ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت ۱۴۱۸ھ۔

۱۲۰۔ تجلیات حکمت۔ مولف۔ آیت اللہ اصغر ناظم زادہ قمی۔ مترجم سید قمر عباس۔ ص۔ ۵۱۲۔
مطبع۔ دفتر تبلیغات اسلامی تہران۔ ۲۰۰۳ء۔

۱۲۱۔ کلیات اقبال (اردو۔ بال جبریل)۔ ڈاکٹر محمد اقبال۔ ص۔۶۰۔ خزینہ علم و ادب اردو بازار لاہور۔۲۰۰۶ء۔

۱۲۲۔ سورہ الفجر۔ آیت ۲۷۔۳۰۔

۱۲۳۔ سورہ انعام۔ آیت۔۱۲۵۔

۱۲۴۔ سورہ الشعراء آیت۔ ۱۸۴
۱۲۵۔ سورہ الاسراء آیت۔ ۸۴۔
۱۲۶۔ مسند احمد۔ مجمع لزوائد، ج۔ ۷۔ ص۔ ۱۹۶۔
۱۲۷۔ سنن ترمذی۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی (متوفی۔ ۲۷۹ھ)۔ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ۔
۱۲۸۔ المستدرک۔ امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری (متوفی۔ ۴۰۵ھ)۔ مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ ۔ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت ۱۴۱۸ھ۔
۱۲۹۔ المستدرک۔ امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری (متوفی۔ ۴۰۵ھ)۔ مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ ۔ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت ۱۴۱۸ھ۔
۱۳۰۔ المستدرک۔ امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری (متوفی۔ ۴۰۵ھ)۔ مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ ۔ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت ۱۴۱۸ھ۔
۱۳۱۔ موطا امام مالک
۱۳۲۔ سنن ترمذی۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی (متوفی۔ ۲۷۹ھ)۔ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ۔

باب(۴):

اعضائے انسانی

۱۔ قلب انسانی

قلب کی تعریف:

لغات القرآن میں قلب کے بنیادی معنی الٹنے پلٹنے، لوٹ پوٹ یا ادلنے بدلنے کے ہیں چنانچہ قلب الشیء یقلبہ سے مراد کسی شے کو الٹ پلٹ کر دینا یعنی نیچے کا حصہ اوپر اور اوپر کا حصہ نیچے کر دینا لیکن مبالغہ کے ساتھ تقلب کے معنی بھی الٹ پلٹ ہونے کے ہیں جیسے کے تیز گرم ریت پر سانپ لوٹ پوٹ ہوتا ہے اسی طرح سے مقلب اس لوہے کو کہتے ہیں جس سے کسان کھیتی کرنے کے لئے زمین کی مٹی کو الٹ پلٹ کرتا ہے[۱۵۴] انسانی دل کو ثبات نہیں لہذا وہ مضطرب و بے چین رہتا ہے اس میں ہر لمحہ تغیر و تبدل کی کیفیات عیاں رہتی ہیں اسی لئے اس کو بھی قلب کہا جاتا ہے تاہم انسان کی عقل و بصیرت بھی مختلف زاویوں سے سوچتی اور سمجھتی ہے لہذا عقل کو بھی قلب کا نام دیا گیا ہے۔

ابن ہشام نے قلب کے چار معانی بیان کئے ہیں۔

۱۔ دل۔ ۲۔ عقل۔ ۳۔ ہر چیز کا خلاصہ۔ ۴۔ اور ہر چیز کا بہترین حصہ۔

ابن فارس نے کہا اس مادے کے دو بنیادی معنی ہیں۔

۱۔ کسی چیز کا خالص اور گرانقدر حصہ۔

۲۔ کسی چیز کو ایک رخ سے دوسرے رخ پر پھیرنا، اسی لئے اہل عرب کہتے ہیں ھذا عربی قلب یعنی یہ شخص خالص عرب ہے کھجور کے درخت میں پایا جانے والا ایک سفید اور مفید مغز جس کو گابھا کہا

جا تا ہے یہ کھجور کے درخت کا بہترین اور قیمتی حصہ ہے اسے عربی زبان میں قلب النخلہ کہتے ہیں۔
صاحب کتاب اشتقاق لکھتے ہیں ہر خالص شے کو قلب کہاجا تا ہے۔ا
قرآن کریم میں لفظ قلب ۱۳۲ مرتبہ آیا ہے جس سے مراد انسانوں کے مادی قلوب نہیں بلکہ انسان کا باطن ہے قرآن کریم میں قلب اور فواد دو الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے۔
فواد فاد سے مشتق ہے جس کے معنی تپش، خلش، سوز و گداز اور درد کے ہیں جبکہ قلب عقل، فکر، فہم و بصیرت کے معنوں میں استعمال ہو تا ہے ان دونوں کے استعمال میں کوئی خاص خط امتیاز بھی نہیں اس حوالے سے امام راغب اصفہانی نے لکھا ہے دل کو فواد اس وقت کہتے ہیں جب اس میں بھڑکنے کے معنی پائے جائیں۔
صاحب تاج نے لکھا فاد کے اصل معنی جلنے اور رہلانے کے ہیں اسی اعتبار سے دل کو فواد کہا جا تا ہے کیونکہ وہ بہت زیادہ جلتا اور دھڑکتا ہے۔ ۲
عربی لغات کی ان تشریحات کے پیش نظر جب بھی انسانی جذبات کی طرف اشارہ کیا جائے گا تو لفظ فواد کا ذکر آئے گا اور جب انسانی فکر و بصیرت سے متعلق کوئی بات کہی جائے گی تو وہاں لفظ قلب کا استعمال کیا جائے گا اگرچہ فواد اور قلب کا یہ فرق عمومی ہے لیکن ان دونوں کے معنی ایک ہیں جیسے یہ کہا جا تا ہے فادزیداً یعنی زید کے دل پر چوٹ لگی یا فاد خوف بکر یعنی بکر کو خوف نے بزدل کر دیا یہاں یہ بتانا ضروری ہے کے ان چیزوں کا تعلق جذبات سے ہے چونکہ فواد سوز و گداز کا منبع ہے۔ اسی حوالے سے مختلف ارشادات خداوندی ہیں!
وَ لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ۔ ۳
ترجمہ۔ کسی ایسی چیز کے پیچھے نہ لگو جس کا تمہیں علم نہ ہو یقیناً آنکھ، کان اور دل (فواد) سب ہی کی بازپرس ہونی ہے۔
اس آیت میں سمع و بصر تو حواس (Sense of Perception) کے ذرائع ہیں جبکہ فواد

سے مراد Mind یا جذبات کے ہیں قرآن کریم نے حصول علم کے لئے سمع بصر اور قلب کا ذکر کیا ، سماعت و بصارت ان حواس (Senses) کی ترجمان ہیں جن کے ذریعہ محسوس اشیاء کے متعلق معلومات ذہن انسانی تک پہنچتی ہیں یعنی یہ علم محسوسات
(Perceptual knowledge) کے ذرائع ہیں ان ذرائع سے جو معلومات
(Sense Data) قلب (Mind) تک پہنچتا ہے وہ اس سے تصورات
(Concepts) متعین کرتا ہے اس طرح سمع بصر و قلب سے
(Conceptual knowledge) حاصل ہوتا ہے قرآن کریم علم محسوسات اور علم تصورات پر بڑا زور دیتے ہوئے یہ کہتا ہے کے جو لوگ سمع و بصر اور قلب سے کام نہیں لیتے وہ نامراد اور جہنمی ہیں۔ ارشادات خداوندی ہیں!

مَنْ يَّـهْدِ اللّٰـهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّـمَ كَثِيْـرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۖ لَـهُـمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِـهَا ۖ وَلَـهُـمْ اَعْيُـنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِـهَا ۖ وَلَـهُـمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْـمَعُوْنَ بِـهَا ۚ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُـمْ اَضَلُّ ۚ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغَافِلُوْنَ ۔ ۴

ترجمہ ۔ جسے اللہ ہدایت بخشے بس وہی راہ راست پاتا ہے اور جسے اللہ اپنی رہنمائی سے محروم کر دے وہی ناکام و نامراد ہو کر رہتا ہے اور یہ حقیقت ہے کے بہت سے جن اور انسان ایسے ہیں کے جن کو ہم نے جہنم کے لئے ہی پیدا کیا ہے ان کے پاس دل ہیں مگر وہ اس سے سوچتے نہیں ان کے پاس آنکھیں ہیں مگر وہ ان سے دیکھتے نہیں ان کے پاس کان ہیں مگر وہ ان سے سنتے نہیں وہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گئے گزرے اور یہ وہ لوگ ہیں جو غفلت میں کھو گئے ہیں ۔

ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو کان لگا کر تمھاری بات سنتے ہیں اور پھر جب تمھارے پاس سے نکلتے ہیں تو ان لوگوں سے جنھیں علم کی نعمت بخشی گئی ہے پوچھتے ہیں کے ابھی ابھی انھوں نے کیا کہا

تھا؟یہ وہ لوگ ہیں کے جن کے دلوں پراللہ نے ٹھپہ لگادیا ہے یہ اپنی خواہشات کے پیرو بنے ہوئے ہیں رہے وہ لوگ جنھوں نے ہدایت پائی اللہ ان کو اور زیادہ ہدایت دیتا ہے اور انھیں ان کے حصے کا تقویٰ عطافرماتا ہے۔۵؎

وَ كُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَ جَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَ مَوْعِظَةٌ وَّ ذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۔۶؎

ترجمہ۔ اے محمد! یہ پیغمبروں کے قصے جو ہم تمھیں سناتے ہیں یہ وہ چیزیں ہیں جن کے ذریعے سے ہم تمھارے دل(فواد) کو مضبوط کرتے ہیں۔

وَ اَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا ؕ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْ لَاۤ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔۷؎

ترجمہ۔ ادھر موسیٰ کی ماں کا دل(فواد) اڑا جارہا تھا اور وہ اس کا راز فاش کر بیٹھتی گر ہم اس کی ڈھارس نہ بندھا دیتے۔

وَ لَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَ لَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَ لَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ۔۸؎

ترجمہ۔ حقیقت یہ ہے کے بہت سے جن اور انسان ایسے ہیں جن کو ہم نے جہنم کے لئے ہی پیدا کیا ہے ان کے پاس دل ہیں مگر وہ ان سے سوچتے نہیں ہیں۔

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَاۤ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَ لٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ۔۹؎

ترجمہ۔ کیا انہوں نے ملک میں سیر نہیں کی پھر ان کے ایسے دل ہو جاتے جن سے سمجھتے یا ایسے کان ہوجاتے جن سے سنتے پس تحقیق بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں اندھے ہو جاتے ہیں۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيَاتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا ۔۱۰؎

ترجمہ۔اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہو گا جسے اس کے رب کی آیات سنا کر نصیحت کی جائے اور وہ ان سے منہ پھیرے اور اس برے انجام کو بھول جائے جس کا سر وسامان اس نے اپنے لئے خود اپنے ہاتھوں سے کیا ہے (جن لوگوں نے یہ روش اختیار کی ہے) ان کے دلوں پر ہم نے غلاف چڑھا دئے ہیں جو انھیں قرآن کی باتیں سمجھنے نہیں دیتے اور ان کے کانوں میں ہم نے گرانی پیدا کر دی ہے تم انھیں ہدایت کی طرف کتنا ہی بلاؤ وہ اس حالت میں کبھی ہدایت نہیں پائیں گے۔

اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۔۱۱؎

ترجمہ۔تمھارا خدا تو بس ایک ہی خدا ہے مگر جو لوگ آخرت کو نہیں مانتے ان کے دلوں میں انکار بس کر رہ گیا ہے اور وہ گھمنڈ میں پڑ گئے ہیں۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۔

ترجمہ۔بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے ہیں حالانکہ در حقیقت وہ مومن نہیں ہیں وہ اللہ اور ایمان لانے والوں کے ساتھ دھوکے بازی کر رہے ہیں مگر وہ خود اپنے آپ کو ہی دھوکے میں ڈال رہے ہیں اور انھیں اس کا شعور نہیں ہے ان کے دلوں میں ایک بیماری ہے (یہاں نفسیاتی اور ذہنی امراض کا ذکر کیا گیا ہے) جسے اللہ نے اور زیادہ بڑھا دیا ہے اور وہ جھوٹ بولتے ہیں اس کی پاداش میں ان کے لئے ایک دردناک سزا ہے۔۱۲؎

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ

بَدَيْهِ وَ هُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۔ ۱۳؎

ترجمہ۔ ان سے کہو کے جو کوئی جبرائیل سے عداوت رکھتا ہے اسے معلوم ہونا چاہئے کے جبرائیل نے اللہ کے ہی اذن سے یہ قرآن تمھارے قلب پر نازل کیا ہے جو پہلے آئی ہوئی کتابوں کی تصدیق و تائید کرتی ہے اور ایمان لانے والوں کے لئے ہدایت اور کامیابی کی بشارت بن کر آئی ہے۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۔

ترجمہ۔ ان کے دلوں کو اللہ کی یاد سے اطمینان نصیب ہوتا ہے خبر دار ہو کے اللہ کی یاد وہ چیز ہے جس سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ ۱۴؎

وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّ قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ۔ ۱۵؎

ترجمہ۔ ان کے دل اس خیال سے کانپتے رہتے ہیں کے ہمیں اپنے رب کی طرف پلٹنا ہے۔

ذٰلِكَ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ۔ ۱۶؎

ترجمہ۔ جو اللہ کے مقرر کردہ شعائر کا احترام کرے تو یہ دلوں کے تقوی سے ہے۔

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۔ ۱۷؎

ترجمہ۔ کوئی مصیبت کبھی نہیں آتی مگر اللہ کے اذن سے ہی آتی ہے جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہے تو اللہ اس کے دل کو ہدایت بخشتا ہے، ، اور اللہ ہر چیز جاننے والا ہے۔

اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ۔ ۱۸؎

ترجمہ۔ یہ وہ لوگ ہیں کے جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت کر دیا ہے۔

تقلب۔ سے مراد جد وجہد کے ہیں جس کے لئے قرآن کریم میں درج ذیل آیات آئی ہیں:

اَوْ يَاْخُذَهُمْ فِيْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۔ ۱۹؎

ترجمہ۔ یا اچانک چلتے پھرتے انھیں (عذاب) پکڑ لے یا پھر ایسی حالت میں انھیں پکڑ لے جبکہ

انھیں خود آنے والی مصیبت کا کھٹکا لگا ہوا ہوا اور وہ اس سے بچنے کی فکر میں ہیں۔
اَلَّذِیْ یَرٰاكَ حِیْنَ تَقُوْمُ وَتَقَلُّبَكَ فِی السَّاجِدِیْنَ۔۲۰
ترجمہ۔وہ تمھیں اس وقت بھی دیکھ رہا ہوتا ہے جب تم اٹھتے ہو اور وہ (اللہ) سجدہ گزار لوگوں کے درمیان تمھاری نقل و حرکت پر نگاہ رکھتا ہے۔
قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ۔۲۱
ترجمہ۔یہ تمھارے منہ کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا ہم دیکھ رہے ہیں۔
وَاُحِیْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ یُقَلِّبُ كَفَّیْهِ عَلٰی مَآ اَنْفَقَ فِیْهَا وَهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوْشِهَا وَیَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّیْٓ اَحَدًا۔۲۲
ترجمہ۔آخر کار ہوا یہ کہ اس کا ثمر مارا گیا اور وہ اپنے انگوروں کے باغ کو ٹٹیوں پر الٹا پڑا دیکھ کر اپنی لگائی ہوئی لاگت پر ہاتھ ملتا رہ گیا۔
لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰی جَآءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كٰرِهُوْنَ۔۲۳
ترجمہ۔اس سے پہلے بھی ان لوگوں نے فتنہ انگیزیوں کی کوششیں کیں اور تمھیں ناکام کرنے کے لئے یہ ہر طرح کی تدبیروں کا الٹ پھیر کر چکے ہیں یہاں تک کہ ان کی مرضی کے خلاف حق آ گیا اور اللہ کا کام ہو کر رہا۔
فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۗ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ۔۲۴
ترجمہ۔جان لو کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اور اپنے اور مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگیے اور اللہ ہی تمہارے لوٹنے اور آرام کرنے کی جگہ کو جانتا ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارگاہ رب العزت میں یوں دعا گو ہوا کرتے تھے!
قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْ لِیْٓ اَمْرِیْ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ یَفْقَهُوْا

قَوْلِی۔

ترجمہ۔اے میرے رب مجھے شرح صدر عطا فرما اور میری مشکل آسان فرمادے۔

جس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا! اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ۔۲۵؎

ترجمہ۔کیا ہم نے آپ ﷺ کو شرح صدر عطا نہیں کیا؟

قلب سے متعلق احادیث نبوی ﷺ

حضرت سعیدؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! مومن کا دل صاف ہے اس میں چراغ ہے جو کے ظاہر کرتا ہے یعنی (ہر چیز اس میں روشن ہو جاتی ہے)۔۲۶؎

حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس شخص کے قلب کو اللہ نے ایمان کے لئے خالص و مخصوص کر لیو فلاح پا گیا اللہ نے اس کے دل کو سالم رکھا اس کی زبان کو سچا اور نفس کو مطمئن کر دیا اس کی خلقت اور طبیعت کو مستقیم و رسیدھا رکھا اس کے کانوں کو سننے والا بنایا اس کی آنکھوں کو دیکھنے والا بنایا یعنی (بصیرت) اس شخص نے فلاح پالی جس کے دل کو حق بات کا محافظ بنا دیا گیا۔۲۷؎

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! مومن کی قوت اس کے دل میں ہوتی ہے ہاتھ میں نہیں۔۲۸؎

حضرت عبیداللہ بن شمیطؒ روایت کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ نے مومن کے قلب میں طاقت رکھی ہے اس کے اعضاء میں نہیں۔۲۹؎

مندرجہ بالا آیات میں تقلب کے حوالے سے کچھ تشریحات کی گئیں تقلب جسمانی و رقلبی دونوں ہی قسم کی جد وجہد میں مستعمل ہے۔

مندرجہ بالا آیات میں قرآن کریم میں لفظ قلب کا ستعمال عقل اور جذبات دونوں کے لئے ہی کیا گیا ہے انگریزی زبان میں عقل، قلب اور فواد کے لئے لفظ Mind کا ستعمال کیا گیا ہے اسی طرح سے قرآن کریم میں قلب و رفواد کو ہم معنی و رمترادف معانی میں ستعمال کیا گیا ہے

امام غزالی فرماتے ہیں، قلب کے دو معنی ہیں۔

ا۔قلب گوشت پوست کا ایک لوتھڑا جو کے سینے میں بائیں جانب ہوتا ہے یہ ایک خاص قسم کا گوشت ہے جس کے درمیان میں ایک خلاء ہے اور جس میں سیاہ خون ہوتا ہے یہ منبع روح و سرچشمہ حیات ہے اس کا تعلق عالم محسوسات سے ہے لیکن یہ قلب ہمارا موضوع نہیں ۔

۲۔دوسرا قلب جو ایک روحانی ربانی لطیفہ ہے در حقیقت یہی لطیفہ انسان کی اصل حقیقت ہے یہ مدرک یعنی (ادراک کی صلاحیت رکھتا) ہے یہ عالم بھی ہے اور اسی سے خطاب و عتاب بھی ہیں باالفاظ دیگر آپ نے جسم مثالی کو قلب سے موسوم کیا ہے۔۳۰؎

آپ مزید فرماتے ہیں جس کو ہم قلب کہتے ہیں وہ اللہ تعالی کی معرفت کی جگہ ہے یہ وہ روح نہیں جو جانداروں میں ہوتی ہے نہ یہ جسم ہے نہ عرض بلکہ فرشتوں کے گوہر کی جنس سے ایک جوہر ہے معرفت الٰہی اور جمال خداوندی کا مشاہدہ اسی کی صفت ہے عبادت ہے تو اسی کے لئے اور اللہ تعالی کا خطاب و عذاب و ثواب کا مستحق بھی یہی ہے سعادت و شقاوت بھی اسی کا مقدر ہے اسی قلب کی حقیقت سے آگاہ ہونا معرفت الٰہی کی کلید ہے۔۳۱؎

آپ کے خیال میں قلب ایک روشن و شفاف آئینہ کی مانند ہے جبکہ برے اخلاق دھوئیں اور ظلمات کی مانند ہیں جو قلب تک پہنچ کر اس کو زنگ آلود کر دیتے ہیں نیند میں انسان کے ظاہری حواس بند ہو جاتے ہیں اور قلب کی کھڑکیاں کھل جاتی ہیں جس کی وجہ سے عالم ارواح اور لوح محفوظ میں غیب کی چیزیں نظر آتی ہیں اور جو کچھ آئندہ ہونے والا ہے وہ بھی دکھائی دیتا ہے۔ ۳۲؎

بقول اقبال!

اک دانش نورانی، اک دانش برہانی ہے دانش برہانی، حیرت کی فراوانی۔۳۳؎

حضرت علی بن بندار صیرانی کہتے ہیں قلوب کا فساد میں مبتلا ہونا زمانہ اور اہل زمانہ کے فساد کے مطابق ہوتا ہے۔ ۳۴؎

امام غزالی نے انسان کے باطنی رخ کو' قلب' کا نام دیا ہے جو کے ایک نورانی جوہر ہے۔

اقسام قلب

علماء کرام، اولیاء اور عرفاء نے قلب کی درج ذیل ۳ اقسام بیان کی ہیں۔

ا۔ پہلی قسم کے قلب کی پرواز دنیا میں رہتی ہے یعنی ان کے قلب میں خواہشات، شہوات اور نفسانی جذبات نفوذ پذیر ہوتے ہیں اور اس قلب کے حامل افراد دنیا کی خواہشات میں گم رہتے ہیں اس قسم کا قلب دنیا کی خواہشات میں معلق رہتا ہے اس قسم کا قلب ہر وقت کچھ ملنے کا منتظر رہتا ہے۔

۲۔ قلب کی دوسری قسم آخرت اور عقبیٰ کی فضاؤں میں محوپرواز رہتا ہے یعنی اس قلب کی خواہشات آخرت کی نعمتیں، جنتوں کا حصول، حور و قصور سے ملاقات اور بلند درجات کی خواہشات اور تمناؤں سے معمور ہوتا ہے اس قلب کا حامل شخص یہ چاہتا ہے کے وہ آخرت کی بزرگی، مقامات، بلندیوں، نعمتوں اور لذات کو حاصل کر سکے اس قسم کا قلب عقبیٰ کے حصول کی خواہشات میں معلق رہتا ہے اس کے ذوق اخروی اور جنتی ہوتے ہیں یہ قلب ہمہ وقت اللہ کی رضا کا منتظر رہتا ہے۔

۳۔ قلب کی تیسری قسم سدرۃ المنتھیٰ، عرش کی بلندیوں، عالم ملکوت اور عالم جبروت میں محوپرواز رہتے ہیں اس قلب کے حامل افراد اللہ کی محبت میں گرفتار رہتے ہیں یہ قلب اللہ کی محبت میں معلق رہتا ہے یہ اللہ کے ساتھ جڑا رہتا ہے یہ قلب ہمہ وقت اللہ کی ملاقات اور دیدار کا منتظر رہتا ہے۔ اس قلب کے حامل شخص کو دنیا عقبیٰ کی کسی شے کا مزہ نہیں۔

اس تیسری قسم کے قلب یعنی روحانی قلب کی بھی مزید تین اقسام ہیں یعنی (عطا، رضا اور لقاء)۔

ا۔ ان میں پہلی قسم کے قلب ہمہ وقت اللہ کی عطا اور اللہ کی رحمتوں کے منتظر رہتے ہیں اس قلب کو قلب آدمیون کہتے ہیں یعنی یہ قلوب حضرت آدم علیہ السلام کی اتباع میں اللہ کی رحمتوں کے منتظر ہوتے ہیں۔

۲۔ ان میں دوسری قسم کے قلب راضی بارضا رہتے ہیں اس قسم کے قلوب کو قلب براہیمی کہا جاتا ہے۔

۳۔تیسری قسم کے قلوب اللہ کی ملاقات کے منتظراور خواہش مند رہتے ہیں چنانچہ ایسے ہی قلوب کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! جو شخص اللہ کی ملاقات کا منتظر رہتا ہے اللہ بھی اس کی ملاقات کا منتظر رہتا ہے۔

اس قسم کے قلوب اللہ کے دیدار کے متمنی ہوتے ہیں اس قسم کے قلب کو قلب محمدی ﷺ کہتے ہیں رومی کہتے ہیں تعلیم قرآنی کے مطابق تو قلب، انسان کے اندر اللہ کی اپنی پھونکی ہوئی روح ہے جس کی فطرت کو خدا نے اپنی فطرت پر ڈھالا ہے یعنی فطرت اللہ التی فطر الناس علیھا، لیکن عالم جسمانی میں یہ قلب آلودہ ہو گیا اس کی وضاحت میں وہ کہتے ہیں خالص پانی میں جب مٹی کی آمیزش ہو جاتی ہے تو وہ کیچڑ بن جاتا ہے لیکن اس کیچڑ میں آب خالص تو موجود ہے لیکن وہ اس حالت میں ہے کہ اس سے طہارت حاصل نہیں کی جا سکتی بالکل اسی طرح سے جسمانی خواہشات کی گرفت سے آزاد ہو کر یہ قلب پھر اپنی اصلیت کی طرف عود کرتا ہے اس کے بعد وہ فرشی نہیں بلکہ عرشی ہو جاتا ہے۔ ۳۵؎

بعض لوگوں کے ظاہری اعمال گرچہ ایک جیسے ہوتے ہیں لیکن فطرت کے تفاوت سے ان کے نتائج عمل بالکل مختلف ہوتے ہیں لہٰذا کھرے اور کھوٹے کی اگر تسلی چاہئے تو اپنے نفس سے پوچھو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد پاک اس سے متعلق ہے قلب سے پرکھو۔

آگے چل کر رومی ایک مثال پیش کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں اگر نوالے میں معمولی سا تنکا چلا جائے تو انسان فوری طور پر اس کو محسوس کر لیتا ہے بالکل اسی طرح سے اگر حس روحانی بیدار ہو تو معمولی سے شر کا شائبہ بھی با آسانی محسوس ہو جاتا ہے۔ ۳۶؎

قرآن کریم کے مطالعے سے قلب کے ۱۳ درجات کا علم ہوتا ہے۔

۱۔قلب سلیم (پاکیزگی والا قلب):

لفظ ''سلیم'' عربی زبان کے لفظ اسلام سے مشتق ہے اس سے مراد فرمانبرداری اور حکم الٰہی کی بے چوں و چرا پابندی سے ہے۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ۔ ۳۷؎

ترجمہ۔ کوئی شخص قلب سلیم لئے ہوئے اللہ کے حضور حاضر ہو۔

انسانی قلب اور اس کے پاکیزہ جذبات جو کہ ہر طرح کے کفر و شرک اور فسق و فجور سے پاک ہوں کائنات کی ہر نعمت قلب سلیم کے ساتھ ہی نفع بخش ہے جس میں مال و دولت، اولاد اور بیش قیمت سواریاں و املاک شامل ہیں جہاں تک لفظ میں 'یا' میرا' کا تعلق ہے وہ اصولاً درست نہیں کیونکہ کائنات کی ہر شے اللہ کی طرف سے ہے اور وہ اللہ کی طرف لوٹ رہی ہے انبیاء کرام کی طرز فکر یہ ہے کہ وہ جب بھی کسی چیز کے متعلق سوچتے ہیں تو اس کے اور اپنے درمیان براہ راست رشتے اور تعلق سے گریز کرتے ہیں اور درمیان میں اللہ کی معرفت کا محکم اور لازوال خیال ان کے ذہنوں میں ہمہ وقت موجود ہوتا ہے ان کی طرز فکر یہ ہوتی ہے کہ کائنات کی تمام چیزوں کا اور ہمارا مالک اللہ ہے لہٰذا اس چیز سے اور ہمارا واسطہ محض اللہ تعالیٰ کی وجہ سے ہے اس اعتبار سے ان کے ذہن کی ہر حرکت میں اللہ تعالیٰ کا احساس موجود ہوتا ہے اور اللہ کی ذات بحیثیت محسوس کے ان مخاطب اور پیش نظر ہوتی ہے قانون کی رو سے اللہ تعالیٰ کی صفات ہی ان کا احساس بنتی ہیں اور پھر رفتہ رفتہ اللہ تعالیٰ کی صفات ان کے ذہنوں میں مستقل مقام حاصل کر لیتی ہیں بالفاظ دیگر ان کا ذہن اللہ تعالیٰ کی صفات کا قائم مقام بن جاتا ہے اور اس مقام کے حصول کے بعد ان کے ذہن کی ہر حرکت اللہ تعالیٰ کی صفات کی حرکت بن جاتی ہے اللہ کی صفات کی تمام حرکات قدرت اور حاکمیت کے وصف سے متصف ہیں چنانچہ ان کے ذہن کو یہ قدرت حاصل ہو جاتی ہے کہ وہ اپنے ارادوں کے مطابق موجودات کے کسی فرد اور کسی ہستی کو حرکت میں لاسکتے ہیں لہٰذا 'بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کی باطنی تفسیر کا بنیادی سبق بھی یہی ہے۔ ۳۸؎

۲۔ قلب منیب (رجوع کرنے والا قلب):

منیب انابت سے ہے جس کے معنی ایک جانب رخ کرنے والا اور بار بار اسی کی جانب پلٹنے والا

ہے جیسے قطب نما کی سوئی کا رخ ہمیشہ قطب کی ہی جانب رہتا ہے خواہ اس کو کتنا ہی ہلا لیا جائے یہاں قلب منیب سے مراد ایسا دل جو کہ مکمل خلوص نیت سے صرف اور صرف اللہ کی طرف مائل اور متوجہ ہو اور جیسے بھی حالات ہو دنیاوی چمک اور مادی فوائد ہوں انسان ہر حال میں پابند فرمان الٰہی کا نمونہ بن جائے۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

مَّنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ ۔۳۹

ترجمہ۔جو بے دیکھے رحمن سے ڈرتا ہے اور رجوع دل گرویدہ لئے ہوئے آیا ہے۔

بقول شاعر!

دل بینا بھی کر خدا سے طلب　　آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

۳۔ قلب محب (محبت کرنے والے قلوب):

یہ قلوب کی وہ قسم ہے جس کے حامل افراد اللہ کے آگے جھکے رہتے ہیں۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ ۔۴۰

ترجمہ۔علم سے بہرہ مند لوگ یہ جان لیں کے یہ حق ہے تیرے رب کی طرف سے اور وہ اس پر ایمان لے آئیں اور ان کے دل اس کے آگے جھک جائیں یقیناً اللہ ایمان والوں کو سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے!

جو شخص اللہ کے لئے جھکتا ہے یعنی (وہ اللہ کے لئے عاجزی کو اختیار کرتا ہے) تو ایسے شخص کے درجات اور اس کی عزت کو اللہ بلند فرماتا ہے۔

۴۔قلب وجل (خشیت رکھنے والے قلوب):

اس قلوب کے حامل افراد نیکی کرنے کے بعد بھی اپنے اندر خشیت کے جذبات رکھتے ہیں انھیں اس بات کا ڈر ہوتا ہے کے کہیں ان کی کسی کوتاہی سے اللہ ناراض نہ ہو جائے۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَّ قُلُوْبُـهُـمْ وَجِلَـةٌ اَنَّـهُـمْ اِلٰـى رَبِّـهِـمْ رَاجِعُوْنَ۔ ۴۱

ترجمہ :ان کے دل اس خیال سے کانپتے رہتے ہیں کے ہمیں اپنے رب کی طرف پلٹنا ہے۔

حضرت عائشہ ؓ نے رسول اللہ ﷺ سے اس آیت کی تفسیر جاننی چاہی اور پوچھا!

رسول اللہ ﷺ کیا اس سے مراد چوری، شراب نوشی، زنا اور گناہ کے کام کر کے ڈرنے سے ہے ؟

رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا نہیں اس سے مراد وہ شخص ہے جو نماز پڑھتا ہے، روزے رکھتا ہے، زکوۃ دیتا ہے لیکن اس کے باوجود وہ اللہ سے ڈرتا ہے۔

حضرت عمر ؓ فرماتے ہیں کے روز قیامت اگر تم دیکھو کے عمر ؓ کامیاب ہو گیا تو سمجھ لینا کے صرف اللہ کی رحمت نے اسے ڈھانپ لیا لیکن اگر وہ ناکام ہو گیا تو سمجھ لینا کے اللہ کا عدل قائم ہو گیا

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں مومن اللہ کی طاعت کر کے بھی اللہ سے ڈرتا ہے لیکن منافق گناہ اور معصیت کے کام کر کے بھی بے خوف رہتا ہے۔

۵۔ قلب تقی (متقی قلوب):

اس قلب کے حامل افراد متقی و پرہیز گار ہوتے ہیں وہ شعائر اللہ کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں اگر کسی مجبوری کے سبب کوئی عبادت چھوٹ جائے تو اس کا قلق انھیں چین نہیں لینے دیتا یہ لوگ فاذان ے وقت خاموشی اختیار کرتے ہیں تاہم اللہ کو ایسے لوگ بہت پسند ہیں۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

ذٰلِكَ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰـهِ فَاِنَّـهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ۔ ۴۲

ترجمہ۔ جو شخص اللہ کی مقرر کردہ شعائر کا احترام کرتا ہے تو یہ دلوں کے تقوی سے ہے۔

۶۔ قلب مہدی (اللہ کی رضا میں راضی قلوب):

اس قلب کے حامل افراد ہر حال میں راضی بہ رضا رہتے ہیں ہر قسم کی مشکل، پریشانی، دکھ درد، رنج والم میں یہ اللہ سے جڑے رہتے ہیں اور ہر حال میں اللہ کی رضا میں راضی رہتے ہیں صبر کرتے ہیں

اور کبھی بھی کسی غیر سے اللہ کی شکایت نہیں کرتے ، اللہ کے یہ ہدایت یافتہ بندے اس بات پر مکمل یقین رکھتے ہیں کہ اللہ کے ہر کام میں کوئی نہ کوئی مصلحت اور بہتری ہوتی ہے تاہم اپنے اسی یقین کی وجہ سے اگر وہ وقتی طور پر کسی مشکل میں گرفتار بھی ہو جائیں لیکن بلا آخر اللہ انھیں ان مشکلات اور پریشانیوں سے نکال کر کامیاب اور سرفراز فرماتے ہیں۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَه ۔ ۴۳ ؎

ترجمہ ۔ جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہے ، اللہ اس کے دل کو ہدایت بخشتا ہے۔

۷۔ قلب مطمئن (مطمین اور آسودہ حال قلوب):

اس قلب کے حامل افراد ہر حال میں اللہ کا شکر بجالاتے ہیں انھیں نہ کوئی خوف ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی غم وہ اللہ کی رضا میں راضی رہتے ہیں اور کبھی اللہ کے ذکر سے غافل نہیں ہوتے اللہ کی ذکر کی برکت سے ان کی زندگی میں سکون ، اطمینان ، راحت اور آسودگی رہتی ہے۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۔ ۴۴ ؎

ترجمہ ۔ جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو مان لیا ان کے قلوب کو اللہ کی یاد سے اطمینان نصیب ہوتا ہے خبر دار رہو کہ اللہ کی یاد (ذکر) سے ہی دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔

۸۔ قلب حی یا قلب شہید (مشاہدہ کرنے والے عبرت اور نصیحت حاصل کرنے والے قلوب)

اس قلب کے حامل افراد اقوام عالم کی شکست وفتح اور ان پر آئے ہوئے عذاب الٰہی سے عبرت و نصیحت حاصل کرتے ہیں ۔ اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَه قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ۔ ۴۵ ؎

ترجمہ ۔ اس تاریخ میں عبرت کا سبق ہے ہر اس شخص کے لئے جو دل رکھتا ہے تو جو توجہ سے بات کو

سنے۔

اس آیت کے سیاق و سباق کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کے قلب شہید سے مراد ایسا قلب جو زمانہ کے نشیب و فراز سے عبرت حاصل کرتا ہو خود تلخ تجربات سے بچتے ہوئے دوسروں کے تجربات سے فائدہ اٹھانے والا ہو ایسے قلب کا ہونا بھی عین سعادت ہے کیونکہ یہ اللہ کی طرف سے اس شخص کے لئے خاص عنایت ہے جو دنیا کے سرد و گرم و رتلخیوں سے سبق سیکھتا اور فائدے میں رہتا ہے۔

عربی میں شہید کے معنی گواہی دینے والا، تصدیق کرنے والا یا قسم کھانے کے بھی ہیں۔ ۴۶

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات ہیں مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے

مومن ایک سوراخ سے دوبار نہیں ڈسا جاتا ہے۔

جب تمھیں کوئی معاملہ درپیش ہو تو اپنے دل سے فتویٰ (مشورہ) لے لیا کرو۔

حضرت علی کا قول ہے امومن دنیا کو عبرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اس سے صرف ضرورت بھر غذا حاصل کرتا ہے وہ دنیا کے دلربا آہنگوں سے متنفر رہتا ہے اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو پسند فرماتے ہیں تو عبرتوں کے ذریعے سے اس کی نصیحت فرماتے ہیں اور جو زیادہ عبرت حاصل کرتا ہے اس کی ہلاکت کے امکانات بہت کم ہو جاتے ہیں۔ ۴۷

قلب کے حوالے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات درج ذیل ہیں!

حضرت عائشہ ؓ روایت کرتی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا بہت کثرت سے مانگا کرتے،

اے دلوں کو بدلنے والے میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ میں نے عرض کی

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ یہ دعا بہت زیادہ مانگتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہر دل رحمن کی دو انگلیوں کے درمیان ہے جب وہ چاہتا ہے تو اس دل کو مستقیم رکھتا ہے اور جب وہ چاہتا ہے تو اس کو ٹیڑھا کر دیتا ہے کیا تم نے اللہ کا یہ قول نہیں سنا! اے ہمارے رب ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر۔ ۴۸

امام حاکم نے صحیح سند کے ساتھ اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ سے روایت کیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابن آدم کے دل چڑیا کی طرح دن میں سات مرتبہ الٹ پلٹ ہوتے ہیں۔۴۹؎

حافظ جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) لکھتے ہیں اور امام احمد اور امام ابن ماجہ نے حضرت موسیٰ اشعریؓ سے روایت کیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ دل جنگل میں پڑے ہوئے ایک پر کی طرح ہے جس کو ہوا الٹتی اور پلٹتی رہتی ہے۔۵۰؎

حضرت امام شافعی فرماتے ہیں جب سے میں نے یہ سنا ہے کے جنت میں آپس کے دوستوں سے بھی ملاقات ہو گی بس اس دن سے میرے دل میں جنت کی تمنا بیدار ہو گئی۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں! اللہ کے ذکر سے قلب انسانی میں لطافت اور بشاشت پیدا ہو جاتی ہے اسی لئے اہل اللہ زندہ دل ہوتے ہیں جبکہ قلب کا اثر انسان کے کلام اور لباس پر بھی مرتب ہوتا ہے۔

۹۔ قلب مریض (مختلف روحانی واخلاقی بیماریوں کے شکار قلوب):

اس قلب کے حامل افراد کئی اخلاقی، روحانی بیماریوں اور قبیح عادات میں ملوث ہوتے ہیں جن کو شک و شبہات اور وسوسوں نے ہر طرف سے گھیر ا ہوتا ہے۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

يَا نِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۔۵۱؎

ترجمہ۔(نبی ﷺ کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم اللہ سے ڈرنے والی ہو تو دبی زبان سے بات نہ کیا کرو) کیونکہ اس طرح دل کی خرابی میں مبتلا کوئی شخص لالچ میں نہ پڑ جائے بلکہ سیدھی بات کیا کرو۔

۱۰۔ قلب الاعمیٰ (اندھے دل):

اس قلب کے حامل افراد ہر قسم کی نیکی، عبرت، نصیحت اور تلقین و تاکید سے بری ہوتے ہیں لاکھ ان کی ہدایت اور رہنمائی کی جائے لیکن ان پر کسی قسم کی کوئی ہدایت اثر انداز نہیں ہوتی وعظ و نصیحت کو یہ لوگ ایک کان سے سن کر دوسرے سے اڑا دیتے ہیں ہدایت کی باتیں ان کے کانوں میں سلاخ کی طرح گزرتی ہے۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

لَـهُمَافِى السَّمَاوَاتِ وَمَافِى الْاَرْضِ ؕ وَاِنَّ اللّٰـهَ لَـهُوَ الْغَنِىُّ الْحَـمِيْدُ۔ ۵۲؎

ترجمہ۔ حقیقت تو یہ ہے کے آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔

۱۱۔ قلب اللاھی (غافل قلوب):

ایسے قلوب کے حامل افراد دنیا کی رنگینیوں میں گم اور مگن ہیں ان کی آنکھوں کو دنیا کی چکا چوند نے خیرہ کر دیا وہ دنیا مال و زر، شہرت، عزت، دولت، جاہ اور منصب کی دوڑ اور کے حسن میں بری طرح سے گرفتار ہیں۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہیں!

لَاهِيَةً قُلُوْبُـهُـمْ ؕ وَاَسَرُّوا النَّجْوَى الَّـذِيْنَ ظَلَمُوْا هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُـمْ تُبْصِرُوْنَ ۔ ۵۳؎

ترجمہ۔ ان کے دل کھیل میں لگے ہوئے ہیں، اور ظالم پوشیدہ سرگوشیاں کرتے ہیں کہ یہ تمہاری طرح ایک انسان ہی تو ہے، پھر کیا تم دیدہ دانستہ جادو کی باتیں سنتے جاتے ہو۔

۱۲۔ قلب اثم (گناہ سے آلودہ قلوب):

ان قلوب کے حامل افراد کے دل گناہوں سے آلودہ ہوتے ہیں یہ حق کو جان بوجھ کر چھپاتے ہوئے جھوٹی گواہی یا دھوکے کو فروغ دیتے ہیں یہ لوگ شہادت کو چھپاتے ہیں اور جھوٹی گواہیاں

دیتے ہیں۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَ لَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ۚ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّه اٰثِمٌ قَلْبُه ۔ ۵۴؎

ترجمہ ۔اور شہادت ہر گز نہ چھپاؤ جو شہادت کو چھپاتا ہے اس کا دل گناہ آلود ہے۔

۱۳ ۔قلب متکبر (دھوکے میں مبتلا قلوب):

تکبر عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معانی دھوکے میں مبتلا ہونا یعنی اللہ کی دی ہوئی کسی نعمت پر اللہ کی شکر گزاری کے بجائے یہ سمجھنا کے یہ سب میری محنت کا نتیجہ ہے نیز تکبر کا ایک معنی کسی کو حقارت اور نفرت سے دیکھنا اس کی تذیب و تذلیل کرتے ہوئے اس کو نیچا دکھانا۔

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ۔ ۵۵؎

ترجمہ ۔اللہ ہر متکبر اور جبار کے قلب پر ٹھپہ لگا دیتا ہے۔

وَ لَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَ لَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۖ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۔ ۵۶؎

ترجمہ ۔لوگوں کے ساتھ غرور سے اپنا رخ نہ پھیرو اور زمین پر اکڑ کر مت چلو بے شک اللہ ہر متکبر اور اترا کر چلنے والے کو نا پسند فرماتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے! جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہو گا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ ۵۷؎

قلب کی قیمت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! مومن کا قلب اللہ کا عرش ہے۔

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! ایمان اسی دل میں ہوتا ہے جس میں اللہ کی محبت ہو۔ ۵۸؎

اسی حوالے سے ارشادخداوندی ہے!

وَمَنْ اَوْفٰی بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔ ۵۹؎

ترجمہ۔ ہم نے انسان کے نفس اور مال کو جنت کے بدلے میں خرید لیا۔

نفس انسانی کی قیمت تو جنت ہوئی جبکہ دل کی قیمت کو اللہ تعالی نے دیدار حق اور مشاہدہ جمال سے منسوب کیا لہٰذا جو شخص بھی خلوص دل سے اللہ کا ہو اتو اس کے بدلے میں اللہ تعالی نے جمال خداوندی کے مشاہدے کا تحفہ عظیم دینے کا وعدہ فرمایا۔

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ۔ ۶۰؎

ترجمہ۔ اس دن بہت سے چہرے تر و تازہ ہوں گے اور اپنے رب کا دیدار کر رہے ہوں گے۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ۔ ۶۱؎

ترجمہ۔ کتنے ہی چہرے اس دن چمک رہے ہوں گے اور وہ ہشاش بشاش ہوں گے۔

تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ۔ ۶۲؎

ترجمہ۔ تو ان کے چہروں پر نعمت کی تازگی معلوم کرے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد پاک ہے کہ قیامت کے دن کچھ لوگ کھڑے دیدار خداوندی میں محو ہوں گے وہ اللہ کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوں گے اور اللہ ان کی طرف دیکھ کر مسکرائے گا۔ ۶۳؎

بقول شاعر !

کس کام کا وہ دل ہے کہ جس دل میں تو نہ ہو　　بس نام کا وہ گل ہے جس گل میں بو نہ ہو
حجروں میں لاکھ بیٹھیے خلوت مگر کہاں　　جب تک کے جان و دل میں بسا تو ہی تو نہ ہو

فساد قلب سے متعلق چار اصول

امام غزالی (متوفی ۵۰۵ھ) نے فساد قلب کے حوالے سے چار اصول متعین کئے ہیں۔

۱۔دنیا کی امید۔۔۔اگر دنیا سے طویل امیدیں وابستہ کر لی جائیں تو یہی عمل نیکی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے یہ ایک لاعلاج مرض ہے کیونکہ اس کی وجہ سے عبادات میں کوتاہی اور سستی پیدا ہوتی ہے، ترک توبہ میں بھی تاخیر، مال و دولت کی محبت میں انسان بری طرح سے گرفتار ہو جاتا ہے اس کی تمام تر توجہ کا مرکز صرف اور صرف دنیا ہی ہوتی جس کی وجہ سے وہ اپنی موت اور آخرت سے بے پرواہ ہو جاتا ہے اور پھر بلا آخر اسی وجہ سے اس کے قلب میں سختی اور شقاوت بھی پیدا ہو جاتی ہے۔

بقول شاعر!

دل کے بگاڑ سے ہی بگڑتا ہے آدمی جس نے اسے سنوار دیا وہ سنور گیا

امیر المومنین حضرت علیؓ نے فرمایا عمر امیدوں اور تمناؤں کے درمیان ضائع ہو جاتی ہے صرف وہی شخص کامیاب ہوتا ہے جو اپنی امیدیں کم رکھتا ہے اور آخرت کی تیاری کرتا ہے اور جان لو کے جس کے دل میں دنیا آ گئی اس کا دل دنیا کی تین چیزوں کا خواہش مند ہو جائے گا۔

۱۔ کبھی نہ ختم ہونے والی لالچ ۔۲۔ کبھی نہ ختم ہونے والا غم۔۳۔اور کبھی نہ پوری ہونے والی آرزوئیں۔ ۶۴

۲۔عبادت میں جلدبازی۔۔۔قلب کے فساد میں ایک بات اور بھی قابل توجہ ہے کے ایسا شخص عبادت میں بہت جلدبازی کرتا ہے (یہاں جلدبازی کا مطلب قلب سے خشوع اور خضوع کا رخصت ہونا ہے) یا بہت کوتاہی کرتا ہے اس کا دل چونکہ دنیا کا ہی ہو کر رہ جاتا ہے لہٰذا عبادت میں لذت کے بجائے وہ اس پر گراں گزرتی ہے۔

حضرت علیؓ مزید فرماتے ہیں بعض لوگوں نے جنت کی رغبت میں عبادت کی لہٰذا ایسی عبادت تاجروں کی عبادت ہے کچھ لوگوں نے جہنم کے خوف سے عبادت کی لہٰذا ایسی عبادت غلاموں کی

عبادت ہے لیکن کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو کے بطور شکر کے اللہ کی عبادت بجلاتے ہیں تو سن لوایسی عبادت ہی آزاد لوگوں کی عبادت ہے آپ ؓ نے مزید فرمایا ایسی عبادت میں کوئی بھلائی نہیں ہے جس میں غور فکر شامل نہ ہو جبکہ سکون و اطمینان عبادت کی زینت ہیں۔ ۶۵؎

حضرت ابو بکر صدیق ؓ فرماتے ہیں جس پر نصیحت اثر نہ کرے وہ جان لے کے اس کا دل ایمان سے خالی ہو گیا۔

شفیق بلخی فرماتے ہیں جب تک کسی انسان کا دل اللہ کی یاد میں محو ہو تا ہے وہ جان لے کے وہ حالت نماز میں ہے خواہ وہ بازار میں ہی کیوں نہ ہو۔

بو علی سینا فرماتے ہیں کسی کے بارے میں برے خیالات اپنے دل میں نہ لاؤ کیو نکہ ان خیالات کے برے اثرات لازماً دل کو متاثر کرتے ہیں۔

مجد دالف ثانی فرماتے ہیں کفر کے بعد سب سے بڑا گناہ کسی کا دل دکھانا ہے خواہ وہ دل مومن کا ہو یا کافر کا۔

اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں گناہوں کی آگ دراصل جہنم کی آگ ہے جس کی خاصیت کو قرآن کریم نے یوں بیان کیا ہے!

نَارُ اللّٰـهِ الْمُوْقَدَةُ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْئِدَةِ ۔۶۶؎

ترجمہ ۔ کے تم کیا جانو کے وہ چکنا چور کر دینے والی جگہ کیا ہے؟ اللہ کی آگ جو خوب بھڑ کائی ہوئی ہے جو دلوں تک پہنچے گی اور پھر ان پر ڈھا نک کر بند کر دی جائے گی۔

اس آگ کا اصل محل قلب ہے اور دعوی کے ساتھ یہ کہا جا سکتا ہے کے گناہ گار کا دل ہر وقت بے چین و مضطرب رہتا ہے۔

قلب کی سختی کا علاج

حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا کے میرا دل بہت سخت ہو گیا ہے تو آپ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! یتیموں کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا

کرواور مساکین کو کھانا کھلایا کرو(تمھارا دل نرم ہو جائے گا)۔۶۷۔

انسانی دل: Heart:

انسانی جسمانی اعضاء میں دل کو نہایت اہمیت حاصل ہے جبکہ انسانی دل کو ایک مضبوط اور طاقتور عضو کی حیثیت سے جانا جاتا ہے جو انسان کی پیدائش سے لے کر موت تک بغیر رکے مسلسل دھڑکتا اور اپنا کام کرتا رہتا ہے۔

دل ایک بند مٹھی کی جسامت کا عضو ہے جو انسانی سینے میں مرکز سے تھوڑا الٹی جانب تھوڑی ترچھی حالت میں نصب ہے اللہ نے دل کی تخلیق میں ایک خاص عضلاتی بافت استعمال کیا ہے جس کو میڈیکل سائنس کی میں مایوکارڈیم(Myocardium) کہا جاتا ہے

دل کا بایاں حصہ خون کو پورے انسانی جسم میں بھیجتا ہے جبکہ دایاں حصہ پھیپھڑوں تک خون کو پمپ کرنے کا ذمہ دار ہے ا۔

ایک صحت مند انسان کے سینے میں موجود ،دل ایک منٹ میں ۷۰۔۸۰ مرتبہ دھڑکتا ہے اگرچہ دل کی دھڑکن عمر کے مختلف حصے میں مختلف ہو سکتی ہے جیسے کے نوزائیدہ بچوں کے دل کی دھڑکنے کی رفتار ایک منٹ میں ۱۲۰۔۱۶۰ تک ہو سکتی ہے جبکہ عمر رسیدہ افراد میں دل کے دھڑکنے کی رفتار تھوڑی کم بھی ہو سکتی ہے۔

ماہرین طب دل کو پمپنگ اسٹیشن کہتے ہیں کیونکہ دل کی اہم ترین ذمہ داری میں جس کے گندے خون کو صاف کر کے اس صاف خون کو جسم میں پمپ کرنا ہے تا کہ وہ خون جسم کے تمام اعضا میں پہنچ سکے اور تمام جسمانی عضلات خون سے توانائی اور آکسیجن کو حاصل کر سکیں۔

انسانی دل روز آنہ تقریباً ۷۰۰۰، ۳ لیٹر خون کو پمپ کرتا ہے جبکہ ایک اوسط انسانی زندگی میں یہ دل تقریباً (تین لاکھ ٹن) خون پمپ کرتا ہے۔دوسری جانب خون کو جسم کے ہر حصے تک پہنچانے کے لئے توانائی یعنی (بجلی) بھی خود ہی تیار کرتا ہے۔

ایک ۷۰ سال تک زندہ رہنے والے شخص کے جسم میں دل تقریباً (چار کھرب) مرتبہ دھڑ

کتاہے اگر چہ سخت جسمانی مشقت کے دوران دل کی دھڑکنے کی رفتار تیز ہو جاتی ہے جبکہ اس کے برعکس آرام دہ حالت یا دوران نیند دل کے دھڑکنے کی رفتار میں کمی ریکارڈ کی گئی ہے دل بظاہر ایک چھوٹا سا عضو ہے لیکن نہایت مضبوط اور طاقتور ہے یہ خون کو پمپ کر کے نہایت توانائی کے ساتھ اس خون کو رگوں میں دھکیلتا ہے۔

ماہرین طب یہ کہتے ہیں جسم انسانی میں رگوں کا ایک بہت بڑا نیٹ ورک یا جال بچھا ہوا ہے جس کی لمبائی اندازاً (۱۵۰،۰۰۰) کلومیٹر بتائی جاتی ہے تاہم رگوں کے اس جال میں بڑی اور باریک دونوں ہی طرح کی رگیں پائی جاتی ہیں۔

شمس الدین عظیمی فرماتے ہیں! انسانی جسم کے اندر خون کا حیرت انگیز نظام کام کر رہا ہے ان وریدوں اور شریانوں میں دوڑنے والا خون چوبیس گھنٹوں میں ۵۰۰۰ ۷ میل کا سفر طے کرتا ہے ایک انسان ایک گھنٹے میں تین میل کا سفر طے کرتا ہے تاہم اگر وہ مسلسل بغیر رکے ۲۶ ہزار ۳۲۸۰ گھنٹوں تک چلتا رہے تب ۵۰۰۰ ۷ میل کا سفر طے ہو پائے گا یعنی کم و بیش ایک ہزار دن و رات کی مسلسل مسافت انسانی طاقت سے باہر ہے اور اللہ نے انسان کے ارادے اور اختیار کے بغیر جسمانی مشینری کو متحرک رکھنے کے لئے دل کی یہ ڈیوٹی لگا دی ہے کے وہ اپنے اندر پھیلنے اور سکڑنے کی صلاحیت کو بروئے کار لا کر سارے جسم کے ایک ایک عضو تک خون کو فراہم کرتا رہے۔[۲]

تمام انسانی اعضاء خود کار جنریٹرز کے فرائض بھی انجام دیتے ہیں یعنی وہ اپنی ضرورت کے مطابق بجلی خود بناتے ہوئے اپنی کارکردگی کے نظام کو ازخود منظم بھی کرتے ہیں۔

ترکی کے مشہور مفکر ڈاکٹر ہلوک نور باقی لکھتے ہیں اللہ تعالی کی یہ عظیم قدرت کاملہ ہے کے اس نے انسان کو دل جیسا ایک عظیم معجزہ عطا فرمایا تاہم دنیا کے ہر انسان کے دل پر اللہ نے اپنے دستخط بھی ثبت کئے ہیں ماہرین نے جب ایک مردہ شخص کے دل کو دونوں اطراف سے کاٹا تو انھوں نے یہ دیکھا کے لفظ اللہ دل کی تہہ میں نا صرف ثبت ہے بلکہ ہر منٹ میں ۷۰ ـ ۸۰ مرتبہ دل کے

دھڑکنے کی صورت میں مسلسل ایک جھنڈے کی طرح لہرا بھی رہا ہے جبکہ دنیا میں پائے جانے والے ساڑھے سات ارب انسانوں کے دل میں ہر لمحہ اللہ کا یہ اسم لہرا رہا ہے۔ ۳۔

دل کی بیماریوں اور خرابیوں کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں جن میں زہریلے مادوں کی جسم میں موجودگی، بیکٹیریا، وائرس، فنجائی، طفیلیے، میٹابولزم کے تغیرات، دل کی ساختی یا فعلیاتی بے ترتیبی وغیرہ شامل ہیں تاہم امریکہ میں ۴۰ فیصد شرح اموات صرف امراض قلب کے سبب ریکارڈ کئے گئے ہیں۔ ۴۔

ایک جاپانی پروفیسر اپنی ریسرچ میں یہ انکشاف کرتے ہیں کے دل کی بیماریوں کا اصل سبب خون کی کمی بیشی نہیں بلکہ انسانی زندگی میں سکون اور اطمینان کا فقدان ہے۔

حوالہ کتب:

۱۔ لغات القرآن۔ غلام احمد پرویز (متوفی۔ ۱۴۰۵ھ)۔ ص ۱۳۸۷۔ ادارہ طلوع اسلام لاہور۔ ۱۹۵۹ء۔

۲۔ لغات القرآن۔ غلام احمد پرویز (متوفی۔ ۱۴۰۵ھ)۔ ص ۱۲۵۷۔ ادارہ طلوع اسلام لاہور۔ ۱۹۵۹ء۔

۳۔ سورہ بنی اسرائیل۔ آیت ۳۶۔

۴۔ سورہ اعراف۔ آیت ۱۷۸۔ ۱۷۹۔

۵۔ سورہ محمد۔ آیت ۱۶۔ ۱۷۔

۶۔ سورہ ہود۔ آیت ۱۲۰۔

۷۔ سورہ القصص۔ آیت ۱۰۔

۸۔ سورہ اعراف۔ آیت ۱۷۹۔

۹۔ سورہ الحج۔ آیت ۴۶۔

۱۰۔ سورہ کہف۔ آیت ۵۷۔

۱۱۔ سورہ النحل۔ آیت ۲۲۔

۱۲۔ سورہ البقرہ۔ آیت ۸۔ ۱۰۔

۱۳۔ سورہ البقرہ۔ آیت ۹۷۔

۱۴۔ سورہ رعد۔ آیت ۲۸۔

۱۵۔ سورہ المومنون۔ آیت۔۶۰۔

۱۶۔ سورہ الحج۔ آیت۔۳۲۔

۱۷۔ سورہ التغابن۔ آیت۔۱۱۔

۱۸۔ سورہ المجادلہ۔ آیت۔۲۲۔

۱۹۔ سورہ النحل۔۴۶۔

۲۰۔ سورہ الشعراء۔ آیت۔۲۱۸۔۲۱۹۔

۲۱۔ سورہ البقرہ۔ آیت۔۱۴۴۔

۲۲۔ سورہ کہف۔ آیت۔۴۲۔

۲۳۔ سورہ التوبہ۔ آیت۔۴۸۔

۲۴۔ سورہ محمد۔ آیت۔۱۹۔

۲۵۔ سورہ الم نشرح۔ آیت۔۱۔

۲۶۔ المسند۔ امام احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ)۔ رقم الحدیث۔۱۳۰۰۴۔ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ

۲۷۔ المسند۔ امام احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ)۔ رقم الحدیث۔۱۳۰۰۴۔ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ

۲۸۔ فردوس بماثور الخطاب۔ امام انوشجاع شیرویہ بن شیرویہ الدیلمی (متوفی۔۵۰۹ھ)۔ مطبوعہ دارا لکتب العلمیہ بیروت۔۱۴۰۶ھ۔

۲۹۔ شعب الایمان۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی (۴۵۸ھ) مطبوعہ داعا لکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۰ھ۔

۳۰۔ احیاء العلوم۔ امام ابوحامد محمد الغزالی (متوفی۔۵۰۵ھ)۔ ج۔۳۔ ص۔۱۸۔ دار الاشاعت کراچی۔

۳۱۔ کیمیائے سعادت۔ امام ابو حامد محمد الغزالی (۵۰۵ھ)۔ مطبوعہ دارا لکتب العلمیہ بیروت۔

۳۲۔ کیمیائے سعادت۔ امام ابو حامد محمد الغزالی (۵۰۵ھ)۔ مطبوعہ دارا لکتب العلمیہ بیروت

۳۳۔ کلیات اقبال (اردو ترجمہ۔ بال جبرائیل) ڈاکٹر محمد اقبال۔ ص۔۱۷۔ خزینہ علم و ادب لاہور۔۲۰۰۶ء۔

۳۴۔ کشف المحجوب۔ سید علی بن عثمان الحجویری۔ ترجمہ۔ الحاج کپتان واحد بخش سیالوی۔ ص۔۱۶۹۔ ناشران الفیصل لاہور۔۲۰۰۶ء۔

۳۵۔ تشبیہات رومی۔ خلیفہ عبدالحکیم ص۔۳۶۷۔ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور پاکستان۔۱۹۵۹ء۔

۳۶۔ تشبیہات رومی۔ خلیفہ عبدالحکیم ص۔۳۳۔ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور پاکستان۔۱۹۵۹ء۔

۳۷۔ سورہ الشعراء۔ آیت۔۸۹۔

۳۸۔ لوح و قلم۔ حضرت قلندر بابا اولیاء۔ ص۔۶۵۔۶۶۔ مکتبہ تاج الدین بابا اولیاء کراچی۔ سن ندارد۔
۳۹۔ سورہ ق۔ آیت۔۳۳۔
۴۰۔ سورہ حج۔ آیت۔۵۴۔
۴۱۔ سورہ المومنون۔ آیت۔۶۰۔
۴۲۔ سورہ حج۔ آیت۔۳۲۔
۴۳۔ سورہ تغابن۔ آیت۔۱۱۔
۴۴۔ سورہ رعد۔ آیت۔۲۸۔
۴۵۔ سورہ ق۔ آیت۔۳۷۔
۴۶۔ لغات القرآن۔ غلام احمد پرویز(متوفی۔۱۴۰۵ھ)۔ ص۔۹۸۲۔ ادارہ طلوع اسلام لاہور۔
۴۷۔ تجلیات حکمت۔ مولف۔ آیت اللہ اصغر ناظم زادہ قمی۔ مترجم۔ سید قمر عباس۔ ص۔۳۶۔ مطبع۔
دفتر تبلیغات اسلامی تہران۔ ۲۰۰۳ء۔
۴۸۔ المسند۔ امام احمد بن حنبل(متوفی ۲۴۱ھ)۔ ص۔۲۵۔ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ۔
۴۹۔ شعب الایمان۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی(۴۵۸ھ) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۰ھ۔
۵۰۔ سنن ابن ماجہ۔ امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ(متوفی ۲۷۳ھ)۔ ص۔۱۰۔ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔
۵۱۔ سورہ احزاب۔ آیت۔۳۲۔
۵۲۔ سورہ حج۔ آیت۔۶۴۔
۵۳۔ سورہ الانبیاء۔ آیت۔۳۔
۵۴۔ سورہ بقرہ۔ آیت۔۲۸۳۔
۵۵۔ سورہ مومن۔ آیت۔۳۵۔
۵۶۔ سورہ لقمان۔ آیت۔۱۸۔
۵۷۔ شعب الایمان۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی(۴۵۸ھ) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۰ھ۔
۵۸۔ کنز العمال۔ علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری(متوفی ۹۷۵ھ) مطبوعہ موسسۃ الرسالہ
۵۹۔ سورہ التوبہ۔ آیت۔۱۱۱۔
۶۰۔ سورہ القیامۃ۔ آیت۔۲۲۔۲۳۔
۶۱۔ سورہ عبس۔ آیت۔۳۸۔۳۹۔

۶۲۔ سورہ المطففین۔ آیت۔ ۲۴۔

۶۳۔شعب الایمان۔امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی (۴۵۸ھ) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۰ھ۔

۶۴۔ تجلیات حکمت۔ مولف۔ آیت اللہ اصغر ناظم زادہ قمی۔ مترجم۔ سید قمر عباس۔ ص۔ ۵۳۔ مطبع دفتر تبلیغات اسلامی تہران۔ ۲۰۰۳ء۔

۶۵۔ تجلیات حکمت۔ مولف۔ آیت اللہ اصغر ناظم زادہ قمی۔ مترجم۔ سید قمر عباس۔ ص۔ ۳۱۰۔ مطبع دفتر تبلیغات اسلامی تہران۔ ۲۰۰۳ء۔

۶۶۔ الھمزہ۔ آیت۔ ۶۔ ۷۔

۶۷۔ مشکوۃ۔ امام ولی الدین تبریزی (متوفی ۷۴۲ھ)۔ ص۔ ۴۲۵۔ مطبوعہ اصح المطابع دہلی دار ارقم۔

۲۔انسانی دماغ

انسانی دماغ ایک انتہائی پیچیدہ عضو ہے اب تک دماغ پر کی جانے والی تحقیق سے یہ ثابت ہوا ہے کے انسانی دماغ کے کئی پوشیدہ اسرار ہیں جن کو سائنسدان ابھی تک سمجھنے سے قاصر ہیں ایک محتاط اندازے کے مطابق ایک انسانی دماغ میں ۱۰۰ بلین کے لگ بھگ نیورانز پائے جاتے ہیں جبکہ ہر نیوران میں دس دس ہزار تک رابطے (Connections) ہوتے ہیں تاہم توانسانی دماغ کی ساخت اور پیچیدگی حیران کن ہے دوسری جانب اس کی کارکردگی او وظائف اس سے بھی زیادہ پریشان کن ہیں کیونکہ ایک نارمل انسانی دماغ میں اندازاً ۱۰ سے ۱۲ بلین نیورانز، ۱۲۰ بلین گال Ghal(Gale) اور تقریباً ۱۰ ارب خلیات پائے جاتے ہیں جبکہ نیورانز اور خلیات کے باہمی رابطوں کی تعداد ایک اندازے کے مطابق کھربوں سے متجاوز ہے دماغ کی ساخت چونکہ انتہائی پیچیدہ اور نازک ہے لہٰذا قدرت نے اسے بیرونی خطرات اور چوٹ سے محفوظ رکھنے کے لئے ایک سخت کھوپڑی میں محفوظ کیا ہے ایک انسانی کھوپڑی آٹھ ہڈیوں سے جبکہ پورا کاسہ سر جسے Skull کہتے ہیں وہ کل بائیس (۲۲) ہڈیوں سے مل کر بنا ہے جس میں سے ۱۴ ہڈیاں انسانی چہرے کی بناوٹ میں اپنا کردار ادا کرتی ہیں ان ہڈیوں پر چہرے کے پٹھے نہایت خوبصورتی سے اور ایک مخصوص تناسب کے ساتھ قائم ہیں جس کی وجہ سے ہم مختلف تاثرات کا ظہار با آسانی کر سکتے ہیں ایک مرد کے دماغ کا وزن ۴۶ اونس جبکہ ایک عورت کے دماغ کا وزن ۴۴ اونس ہوتا ہے بے حد ذہین لوگوں کا دماغ ۶۴ اونس تک ہو سکتا ہے۔

گزشتہ ادوار میں ماہرین کا یہ خیال تھا کے اگر دماغ کا سائز بڑا ہو گا تو وہ شخص زیادہ ذہین ہو گا لیکن موجودہ تحقیق نے ان نظریے کو غلط ثابت کر دیا سائنسدانوں کے مطابق دماغ کے وزن اور حرام مغز کے وزن کے درمیان پائی جانے والی نسبت ہی دراصل ذہانت کو ثابت کرتی ہے انسانی دماغ کا وزن اس کے حرام مغز کے وزن سے اوسطاً ۵۰ گنا زیادہ ہوتا ہے دماغ کا وزن حرام مغز کے وزن

سے جتنا زیادہ ہو گا فرد اتنا ہی ذہین تصور کیا جائے گا لیکن اگر صرف دماغ کا وزن ہی ذہانت کی علامت ہو تا تو دنیا میں پائی جانے والی کئی عظیم الجثہ مخلوقات انسانوں سے زیادہ ذہین ہو تیں۔ ماہرین کے مطابق اگر انسانی دماغ کی صلاحیتوں کے برابر کوئی کمپیوٹر بنالیا جائے تو اس کا سائز ایمپائر اسٹیٹ بلڈنگ جتنا ہو گا اس کی بلندی ۱۲۵۰ فٹ کے برابر اور اس کو چلانے کے لئے ایک ارب بجلی در کار ہو گی یہی نہیں بلکہ ایک انسانی دماغ یک دن میں اتنی برقی تحریکات پیدا کر تا ہے جتنی پوری دنیا کے ٹیلی فون ایک دن میں پیدا کرتے ہیں یہ اللہ تعالی کی ایک عظیم الشان نشانی ہے جس کا وزن محض تین پونڈ ہے اگرچہ اعضاء انسانی کو اپنے دن بھر کے اعمال کو بہتر انداز سے انجام دینے کے لئے از خود بجلی بھی Generate کرنی پڑتی ہے جدید تحقیق کے مطابق ایک انسانی دماغ کو ایک سیکنڈ میں تقریباً یک لاکھ سے زائد مختلف اور پیچیدہ کیمیاوی رد عمل کے بے شمار مراحل سے گزرنا پڑتا ہے اور اسے ایسا کرنے کے لئے بے پناہ طاقت اور توانائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ تحقیق سے سے یہ بھی ثابت ہوا ہے کے ایک ذہین ترین انسان اپنی پوری زندگی میں صرف ۵۔۱۰ فیصد تک دماغ ستعمال کرتا ہے۔

بقیہ ۹۰۔۹۵ فیصد تک دماغ سرے سے استعمال ہی نہیں ہو تا۔

مشہور زمانہ سائنسدان آئن اسٹائین کو دنیا کے ذہین ترین انسان ہونے کا شرف حاصل ہے مرنے کے بعد جب آئین اسٹائین کے دماغ کو لیبارٹری میں محفوظ کر لیا گیا و رآج تک محققین سر توڑ کوششوں میں لگے ہوئے ہیں وہ کسی طرح سے یہ معلوم کر لیں کے آخر آئین اسٹائین کے دماغ میں وہ کونسی ایسی صلاحیت تھی جو کے اسے دوسرے انسانوں سے منفرد اور Genius ثابت کرتی ہے محققین کا یہ بھی خیال ہے کے آئین اسٹائین کے دماغ میں Data Processing کی صلاحیتیں عام انسانوں سے زیادہ تھیں یعنی شاید وہ نتائج کو بہتر انداز سے مرتب کرتا تھا۔

قرآن کریم انسان کو ان ۹۰ فیصد خوابیدہ صلاحیتوں کے ادراک کا شعور دیتا ہے۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَ قُلْنَا يَآ اٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْـهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَ لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۔ ا؎

ترجمہ۔ ہم نے آدم سے کہا تم اور تمھاری بیوی دونوں جنت میں رہو اور یہاں جو چاہے فراغت سے کھاؤ مگر اس درخت کے قریب بھی نہ جانا ورنہ تمھارا شمار ظالموں میں ہو گا۔

مندرجہ بالا آیت میں تفکر سے یہ نکتہ واضح ہوا حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا کو جنت میں ہر طرح کی آزادی حاصل تھی وہ اپنی مرضی کھاپی اور گھوم پھر سکتے تھے یہ بات تو واضح نہیں ہوئی کے ان دونوں کا جنت میں قیام کتنا تھا؟ لیکن جتنا عرصہ بھی وہاں قیام تھا وہ دونوں خوش اور مطمئن تھے (خوشی اطمینان، سکون، راحت اور فرحت کی کیفیات ہی دراصل جنت کی کیفیات ہیں) لیکن جب وہ اس درخت کے قریب گئے اور ان سے نافرمانی کا ارتکاب ہوا تو ان سے جنت چھین لی گئی اور انھیں زمین پر بھیج دیا گیا (جہاں وہ مضطرب اور پریشان ہو گئے) جب ان سے نافرمانی سرزد ہوئی تو اس وقت ان کے اندر دو دماغ بن گئے۔

۱۔ایسا دماغ جو حواس کی پابندیوں سے آزاد تھا۔

۲۔ایسا دماغ جو حواس کی پابندیوں میں قید تھا

اس نکتے کی وضاحت میں شمس الدین عظیمی فرماتے ہیں ہر انسان کے اوپر دو دماغوں کا غلبہ ہوتا ہے۔ ۱۔ ایک دماغ فرمانبرداری کا دماغ ہے (جیسے جنت کا دماغ بھی کہہ سکتے ہیں) اس کے ذریعے آدم جنت میں رہتے تھے۔ ۲۔ دوسرا دماغ نافرمانی اور کٹ حجتی کا دماغ ہے

۱۔جنت کا دماغ: (یقین اور فرمانبرداری کا دماغ)

قرآن کریم حکمت کو خیر کثیر سے تعبیر کرتا ہے اور تمام انسانوں کو بار بار تفکر، تدبر، جستجو اور تحقیق کی جانب متوجہ کرتا ہے تا کہ وہ حصول بصیرت کے بعد نائب حق بن سکیں۔

رومی اس نکتے کی وضاحت میں کہتے ہیں عقل کا انسان کے ساتھ ایک عجیب رشتہ ہے پہلے انسان طالب حکمت ہوتا ہے پھر وہ ترقی کرتے کرتے خود منبع حکمت بن جاتا ہے اس کے حافظے کی لوح

حقائق ازلیہ کی لوح محفوظ بن جاتی ہے انسان کی روح، روح القدس سے فیضیاب ہوتی ہے کیونکہ انسان کی رفتار ارتقا یہ ہے کے ابتداً عقل اس کی معلم ہوتی ہے لیکن آخر کار انسان معلم بن جاتا ہے اور عقل اس کی شاگرد تاہم حقیقت وجدان کی جانب سفر کرتے ہوئے ایک مقام پر استدلال اور عقل ناکام و نامراد ہو جاتی ہیں، رومی مزید کہتے ہیں جیسے خشکی کی سواری پانی میں کام نہیں دے سکتی بالکل اسی طرح سے جہاں بحر توحید آجائے وہاں وجدانی بصیرت عقل استدلالی سے الگ ہو جاتی ہے کیونکہ عقل ساحل تک پہنچا کر انسان کو خیرباد کہہ دیتی ہے جیسے کے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے معراج پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا! اب اس سے آگے کا سفر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود طے کیجئے کیونکہ مجھے اگلے مقام پر جراءت پرواز نہیں۔ ۲؎

یقین اور فرمانبرداری والا دماغ نورازلی سے رہنمائی حاصل کرتے ہوئے اپنے حقیقی منصب کی جانب محو سفر رہتا ہے۔

۲ ۔نافرمانی کا دماغ

(شیطان کے وسوسوں کی آماجگاہ جہاں شک پروان چڑھتا ہے)

فی زمانہ لوگوں کی کثیر تعداد اسی نافرمانی والے دماغ کے زیر تسلط ہے جس میں شک وشبہ، نافرمانی، بے یقینی اور اسفل جذبات کی بھرمار ہے۔ ۳؎

آپ مزید کہتے ہیں دن کے وقت انسان کا دماغ بے دریغ استعمال ہوتا ہے اور وجدانی دماغ استعمال نہیں ہوتا لہٰذا انسان کائنات کے حقیقی علم سے ناواقف ہی رہتا ہے اور جب یہ بھول چوک والا دماغ دن بھر کے کام کر کے تھک جاتا ہے تو بے سدھ اور بے خبر ہو کر ایسا سوتا ہے کہ اسے وجدانی دماغ کی کارگزاریوں کی خبر ہی نہیں رہتی لیکن اس کا آسان طریقہ یہ ہے کے انسان اپنے وجدانی دماغ (بائیں دماغ) سے رابطہ قائم کرے اور اپنے شعور میں اتنی سکت پیدا کرے کے وہ لاشعوری و روجدانی دماغ کی کارگزاریوں سے واقف رہے اس صورت میں دماغ آدھے یونٹ کے طور پر نہیں بلکہ پورے یونٹ کے طور پر کام کرے گا جس کے نتیجے میں دنیاوی معاملات میں

غلطیوں، پریشانیوں اور پیچیدہ بیماریوں کے امکانات میں حیرت انگیز کمی واقع ہو جاتی ہے۔۴؎
رومی اس نکتے کی وضاحت میں کہتے ہیں ابلیس لاکھوں برس تک خدا کی عبادت میں مصروف رہا لیکن آدم سے حسد نے اس کو مادہ پرست بنا دیا وہ آدم کی ظاہری شکل و صورت پر ہی قیاس کرتے ہوئے اسے محض مٹی کا ایک پتلا سمجھتا رہا لیکن وہ انسان کامل کے ممکنات کو نہ دیکھ سکا اور نہ ہی اس کی نگاہ اس کے اصل معنی تک پہنچ سکی جس کی وجہ سے وہ روحانیت کی مٹھاس سے محروم رہا چنانچہ تمام حس اور مادہ پرست انسان اسی ابلیس کی ذریت ہیں۔۵؎
رومی مزید کہتے ہیں بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی بلکہ اسی نافرمانی کے دماغ نے انسان کو انسان کا شکاری بنا دیا کیونکہ الفاظ اور نام بھی بڑے بڑے جال ہیں جس کے ذریعے سے لوگوں کو بڑے پیمانے پر فریب دیا جاتا ہے کوئی پیرو مرشد، مجدد یا پھر جھوٹا نبی بن گیا گرچہ ان کے پاس سوائے لفظوں کے اور کچھ بھی نہیں۔۶؎

دو دماغ

جدید سائنسی تحقیقات بھی نہایت حیران کن ہیں جب سائنسدانوں نے یہ انکشاف کیا کہ ہر انسانی سر میں دو دماغ موجود ہوتے ہیں۔
۱۔ ایک سیدھی طرف کا دماغ۔ ۲۔ دوسرا الٹی طرف کا دماغ۔
یہ دونوں دماغ آپس میں مختلف اور پیچیدہ عصبی ریشوں یعنی Corpuscallosum سے ملے ہوتے ہیں یہ دونوں ہی دماغ اپنی ایک علیحدہ شناخت بھی رکھتے ہیں دماغ کے عقب میں واقع Corpuscallosum کو ہم دو پروسیسرز کے درمیان ایک نیٹ ورک کنکشن بھی سمجھ سکتے ہیں کارکردگی کے اعتبار سے یہ دونوں ہی پروسیسرز انتہائی تیز رفتار، طاقتور اور کئی پیچیدہ اور منفرد افعال کو نہایت سرعت کے ساتھ انجام دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں، سیدھے طرف کا دماغ الٹے حصے کو اور الٹے طرف کا دماغ انسان کے سیدھے حصے کو کنٹرول کرتا ہے۔
امریکہ کے ماہر عصبیات ڈاکٹر راجر اسپیری وہ پہلے انسان ہیں جنھوں نے انسانی سر میں دو دماغوں

کا نکشاف کیاان کی اسی تحقیق پرانھیں ۱۹۸۱ء میں طب کانوبل انعام بھی دیا گیاواقعہ کچھ یوں ہے کے ایک دماغی مریض جس کوشدید قسم کے دورے پڑتے تھے ماہرین اورخود ڈاکٹر راجرا سپیری نے یہ تجویز کیاکے اس کے سر میں موجود دماغ کے کچھ حصے کو نکال دیا جائے ورنہ یہ پاگل ہو جائے گالہٰذا اس کے سر میں سے دماغ کے ایک پورے حصے کو نکال دیا گیا یہ حصہ Corpuscallosum تھا جیسے بذریعہ آپریشن دماغ سے نکال دیا گیا، سرجری کے چند ہفتوں کے بعد مریض نارمل ہو گیا اور روزمرہ کے معمولات انجام دینے لگا لیکن ایک عجیب مسئلہ جو اس کو درپیش ہوا وہ یہ تھا کے وہ اکثر چیزوں کو پہچان تو لیتا لیکن اسے یہ معلوم کرنے میں ناکامی کا سامنا ہو تا کہ آخر یہ کس کام آتی ہے ؟تاہم سی قسم کے مختلف تجربات سے یہ انکشاف ہوا کے خیالات کے مختلف عمل ایک دوسرے سے بالکل علیحدہ ہیں جو سیدھے یا الٹے دماغ میں جنم لے رہے ہیں ان تجربات سے ایک بات اور واضح ہوئی کے دماغ کے دونوں ہی حصے مختلف عمل سوچ اور شعبوں میں اپنی ایک انفرادی حیثیت رکھتے ہیں اس دریافت سے دنیائے عصبی سائنس میں ایک ہلچل مچ گئی یہی وہ تحقیق تھی کے جس پر ڈاکٹر راجر کو نوبل پرائز دیا گیا سی نوعیت کا یک اور کیس ڈاکٹرز کے لئے حیران کن تھا جب ایک بچے کو اسپتال میں داخل کیا گیا وہ مرگی کے شدید دوروں سے متاثر تھا تمام ماہرین نے یہ فیصلہ کیا کے اس کے دماغ کے سیدھے حصے کو سرجری کے ذریعے سے نکالنا پڑے گا ورنہ اس کی جان کو خطرات لاحق ہو سکتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی ڈاکٹرز اس حقیقت سے بھی واقف تھے کے آپریشن کے بعد دماغ کا وہ حصہ جواب علیحدہ کر دیا گیا ہے ایک مواد Cerebrospina سے بھر جائے گا جب سرجری کے بعد بچے کو ہوش آیا تو اس کے تمام کاموں میں بے قاعدگی شروع ہو گئی کیونکہ دماغ کا سیدھا حصہ اب اس کے سر میں موجود نہ تھا لہٰذا احکامات کو موصول کرنے میں جسم کو شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا لیکن بچہ حیرت انگیز طور پر ایک سال کے اندر اندر معمولات زندگی کی طرف لوٹ آیا اور وہ نہایت کامیابی سے روزمرہ کے معمولات کو انجام دینے لگا یعنی اسے محض ایک سال کے قلیل عرصے میں اپنے الٹے طرف کے دماغ کو تیار کرنا

پڑا کے وہ بھی سیدھے طرف کے دماغی حصے کے کام کو انجام دے جو کے اب اس کے سر میں موجود نہیں تھا۔ سائنسی دنیا میں یہ ایک اہم پیش رفت تھی۔ سائنسدانوں کے نزدیک اگر کسی انسان کے دماغ میں صرف ایک حصہ ہو تو زیادہ بہتر ہوتا ہے کیونکہ اگر دونوں طرف کے حصوں کا آپس میں تال میل بگڑ جائے تو کئی مہلک امراض و پیچیدگیاں لاحق ہو سکتی ہیں جن میں لزا ہمیر، مرگی، نقص کلام یا Dysleia اور کئی قسم کے نفسیاتی اور دماغی امراض شامل ہیں۔ دماغ کی سیدھی طرف کا حصہ تخلیقی دماغ کہلاتا ہے جس کی بے شمار خصوصیات ہیں جن میں شامل یقین کی قوت، مذہب پر یقین اور اعتماد، اشیاء کی جزئیات کا ادراک، جستجو، جاننا، سیکھنا، وسعت پذیری، قوت مشاہدہ، جوش و خروش اور خطرات کو مول لینا ہے جبکہ الٹی طرف کے دماغی حصے میں عقلی موشگافیاں، علم ریاضی، علم منطق، علم فلسفہ، زبان و بیان کی صلاحیتیں، ماضی، تاریخی علوم، سائنسی علوم، معلومات، حکمت اور تنظیمی قوتیں وغیرہ شامل ہیں لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انسان اپنے دماغ کے سیدھے حصے کا استعمال کم سے کم کرتا چلا جاتا ہے اور دماغ کا الٹا حصہ زیادہ سرگرم اور ایکٹو ہو جاتا ہے بالغ ہونے کے بعد دماغ کے سیدھے حصے کا استعمال صرف اور صرف دو فیصد رہ جاتا ہے۔

۱۸۳۶ء میں فرانس میں منعقدہ ایک کانفرنس میں ڈاکٹر مارک ڈیکس نے پہلی بار یہ انکشاف کیا کے قوت گویائی سلب ہونے کا ایک سبب انسانی دماغ کے بائیں نصف حصے سے ہوتا ہے اگر اس حصے کو کوئی چوٹ یا صدمہ پہنچے تو پھر انسان کی بولنے کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے عام طور پر انسانی دماغ کے دونوں حصے مل کر کام کرتے ہیں لیکن ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا ہے کیونکہ کبھی کبھی سیدھے اور الٹی طرف کے دماغ کسی ایک نظریے پر متفق نہیں ہوتے جس کے نتیجے میں ان دونوں کے درمیان ایک جنگ کی کیفیت شروع ہو جاتی ہے اور بسا اوقات یہ کشمکش شدت اختیار کر جاتی ہے جس کے نتیجے میں کئی ذہنی الجھنیں، مسائل اور بیماریاں بھی جنم لیتی ہیں ماہرین کے مطابق عام طور پر ایسی جنگوں میں دماغ کا الٹا ہی حصہ جیتتا ہے نیز یہ حیرت انگیز انکشاف بھی ماہرین کی جانب سے کیا گیا کے انسانوں کی کثیر تعداد ایسی بھی ہے جن میں پائے جانے والے دونوں دماغوں کی عمر بھر لڑائی

رہتی ہے دنیامیں پائے جانے والے بہت ہی کم لوگ ایسے ہیں جن کے ان دونوں دماغوں میں مکمل استعداداور ہم آہنگی یاUnderstandingپائی جائےاور ایسے ہی لوگ زبردست اسکالرز، کامیاب سائنسدان محقق مدرس، قانون دان، موسیقار، مصور، شاعر، ادیب اور قابل ترین انسان بنتے ہیں اور محیر العقول کارنامے انجام دیتے ہیں۔

اگر ان دونوں دماغوں میں ہم آہنگی پیدا کو ردی جائے تو انسان ذہنی طور پر مطمین اور پر سکون ہو جاتا ہے اس کے ساتھ ہی وہ اپنی مختصر سی عمر میں اگرچاہے تو بڑے بڑے معرکے بھی سر کر سکتا ہے یہ ایک حقیقت ہے کہ جوافراد اپنے دونوں ہاتھوں سے یکساں، ایک ساتھ اور پوری قوت سے کام کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں ایسے افراد کے دماغ کے دونوں حصے یکساں طور پر غالب ہوتے ہیں جبکہ اصطلاحاً انھیں ایمبی ڈیکسٹر واس Ambidextrous کہاجاتا ہے۔۱۴۵

دماغ کے حصے: Section of Brain:

انسانی دماغ کو مجموعی طور پر تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

۱۔بالائی دماغ Fore Brain۔ ۲۔وسطی دماغ۔Mid Brain۔

۳۔زیریں (عقبی) دماغ۔Hind Brain

۱۔بالائی دماغ۔Fore Brain

یہ دماغ کا سب سے اہم، بڑااور منفرد حصہ ہے ۱۹۹۳ء میں فلیڈ مین نے جب دماغ کی ساخت پر کام کیا تو اس نے یہ بتایا کے اس حصے میں پایا جانے والا Cerebrum کئی موٹی تہوں والا ارتعاش پیدا کرنے والا بل کھاتا ہوا ریشہ ہے جو بے شمار تہوں پر مشتمل ہے اگر ان تہوں کو کھول کر بکھیرا جائے تو یہ تقریباً۴مربع فٹ جگہ گھیرے گا ان تہوں کی تعداد جتنی زیادہ ہو گی فرد کی ذہانت بھی اسی اعتبار سے زیادہ ہو گی۔

انسانی دماغ کا یہ حصہ ۹ بلین نیورانز سے مل کر بنتا ہےCerebrum ایک انتہائی پیچیدہ عضو ہے جو کسی بھی انسان کی شعوری فعال بیرونی دنیا سے حسی تعلقات یاداشت حر کی مہارتیں ستدلالی

اور تخیلاتی قوتیں نیز قوت فکر و فیصلہ وزبان وبیان کی بے شمار صلاحیتوں سے آراستہ ہے
Cerebrum میں مختلف Lobes پائے جاتے ہیں جو انسانی جسم کی مختلف حرکات و سکنات کو
کنٹرول کرتے ہیں مثلاً Frontal Lobe جو کے پیشانی کے مقام پر ہوتا ہے یہ
پیروں اور چہرے کی حرکات و سکنات اور بولنے کی صلاحیت کو کنٹرول اور منظم کرتا ہے۔
Pariental Lobe دماغ کے پچھلے حصے میں پایا جاتا ہے جو کے انسانی جلد کے لمس، دباؤ اور
درجہ حرارت کو کنٹرول کرتا ہے
Occipital Lobe بصارت اور ادراک کو کنٹرول کرتی ہے اگر اس میں نقائص پید ہو جائیں
تو انسان بینائی سے محروم ہو جاتا ہے Temporal Lobe اس کی وجہ سے حس سماعت، حس
شامہ اور حس ذائقہ کے حواس کو کنٹرول کیا جاتا ہے Cerebrum کے دونوں
اطراف Thalamus بھی پایا جاتا ہے ذمہ داریوں کے اعتبار سے اسے انسانی دماغ کا
ٹریفک پولیس بھی کہا جا سکتا ہے کیونکہ دماغ کو جو بھی حسی پیغامات اور سگنلز موصول ہوتے ہیں انھیں
Thalamus ہی اگلے مراکز کی جانب بھیجتا ہے جیسے سننا دیکھنا محسوس کرنا اور سونگھنا وغیرہ تو ان
تمام سگنلز اور احساسات کو دماغ کا یہی حصہ اگلے درست مقام تک منتقل کرتا ہے یہی حصہ غیرارادی
حرکات کو کنٹرول بھی کرتا ہے اور توجہ کا مرکز بھی ہے اس کے ساتھ ہی انسانی موڈ مثلاً افسردگی،
پریشانی، اداسی، بے آرامی، درد اور نیند کو بھی انسانی دماغ کا یہی حصہ کنٹرول کرتا ہے اس کے نچلے
حصے میں HypoThalamus پایا جاتا ہے اس کا سائز مٹر کے دانے کے برابر جبکہ سائز تقریباً
۴ گرام تک ہوتا ہے اس میں بے شمار نیورانز پائے جاتے ہیں جو کے دل کی دھڑکن، بلڈ پریشر،
جسم کا اندرونی و بیرونی درجہ حرارت، بھوک پیاس، نیند، جنسی عمل، جارحیت اور دیگر ہیجانات کو
کنٹرول کرتا ہے۔

۲۔ وسطی دماغ: Mid Brain

دماغ کے اس حصے میں کچھ ایسے سگنلز پائے جاتے ہیں جو کے بصارت، آنکھوں کی حرکات آواز،

اس کی شدت اور اتار چڑھاؤ کو بھی کنٹرول کرتے ہیں Mid brain بے شمار حسی سگنلز کو صول کر کے Cerebrum کے متعلقہ حصوں کو بھیجتا ہے۔

۳۔ عقبی (زیریں) دماغ: Hind Brain:

دماغ کا یہ حصہ پچھلے سر کے نچلی جانب یعنی گردن کی طرف ہوتا ہے، اسے قدیمی دماغ بھی کہاجاتا ہے اس دماغ کے بھی تین حصے ہوتے ہیں۔

۱۔ حرام مغز Spinal Cord۔ ۲۔ چھوٹا دماغ Cerebellum۔ ۳۔ پونز Pons۔

۱۔ حرام مغز کو Medulla بھی کہاجاتا ہے یہ ایک ڈیڑھ انچ کی لمبی محرابی شکل کی نالی ہے جو کے Cerebrum کے بالکل نیچے انسانی کھوپڑی میں واقع ہے، جو دماغ اور حرام مغز کو آپس میں ملاتی ہے یہ بالائی دماغ اور حرام مغز کے درمیان واسطے کا کام کرتی ہے لہٰذا اس کی اہمیت سے انکار بھی ممکن نہیں کیونکہ یہ کئی اہم مور انتہائی ذمہ داری سے سرانجام دیتی ہے دماغ کا یہ حصہ کئی غیر ارادی حرکات جن میں دل کی دھڑکن بلڈ پریشر، نبض کی رفتار، غذا نگلنے کی صلاحیت، کھانسنا، چھینکنا اور قے کرنے وغیرہ کو کنٹرول کرتا ہے جسم کے توازن کو درست طریقے سے برقرار رکھنا اس کے علاوہ نیند اور آرام کی حالت میں بلڈ پریشر کو اعتدال میں رکھنا اس عضو کی ذمہ داری ہے۔

۲۔ چھوٹے دماغ کو Cerebellum بھی کہاجاتا ہے یہ حرام مغز کے بالکل اوپر پایاجاتا ہے اس میں موجود بے شمار نیورانز کے ذریعے دماغ کے مختلف حصوں سے رابطہ استوار کیاجاتا ہے یہ حصہ اندازاً دماغ کے بارہ مختلف حسی اور حرکی جوڑوں کا آپس میں متوازن اور منظم تعلق قائم کرتا ہے۔ Cerebellum انسانی جسم کے Muscles and Nervous system کی منظم کارکردگی کو کنٹرول کرتا ہے

۳۔ Pons یونانی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی پل کے ہیں چونکہ یہ نیورانز کی گزرگاہ بھی ہے جس کی لمبائی اندازاً ڈھائی سینٹی میٹر ہے اس کی ذمہ داریوں میں شامل اعصاب اور جسم کے دائیں بائیں حصوں کے درمیان ربط پیدا کرنا ہے نیز نیند اور خواب دیکھنے کے اعمال اس کے ماتحت ہیں،

یہ حصہ سر کی پوزیشن کو بھی منظم رکھتا ہے اور نظام سماعت کے پیچیدہ حصوں کی کارکردگی میں اپنا کردار ادا کرتا ہے۔

دماغ اور ذہن میں فرق

انسانی دماغ گوشت پوست، رگ و ریشے، خلیات اور دیگر عصبیات سے مل کر بنا ہے انسانی ذہن ایک ان دیکھی توانائی کا نام ہے ذہن اور دماغ کے باہمی عمل کو نیورو سائنس کے ماہرین نے کافی حد تک مانا ہے لیکن اب بھی بہت سے ایسے حقائق پوشیدہ اور مستور ہیں کے جن کو
میٹافزکس اور پیرا سائیکالوجی کے ماہرین کی رہنمائی میں تحقیق کی از سر نو آغاز کی ضرورت ہے ذہن، دماغ اور جسم کا آپس کا تعلق صدیوں سے ماہرین اور سائنسدانوں کے لئے ایک معمہ بنا ہوا ہے
مختلف محققین اور فلاسفرز نے اس ضمن میں اپنے اپنے خیالات کو بھی پیش کیا ہے انھوں نے انسانی ذہن، دماغ اور جسم کو ایک دوسرے سے مربوط قرار دیا ہے ان ہی اہم فلسفیوں میں ڈسکارٹ بھی ہیں۔ ذہن و جسم دونوں اپنی اپنی جگہ ایک مکمل اور مربوط نظام رکھتے ہیں۔
ڈسکارٹ نے ذہن اور دماغ کو علیحدہ علیحدہ تصور کرنے کے ساتھ ہی ان دونوں میں ایک باہمی ربط قائم کرنے والی انرجی اور توانائی کو Nature کا نام دیا ہے قدیم دور میں اس قدرتی توانائی کے ذریعے امراض کا علاج کیا جاتا تھا۔
امریکہ کے ایک سائنسدان پروفیسر آئین اسٹیونسن کا یہ کہنا ہے، ہم اپنے دماغ کو ہی ذہن خیال کرتے ہیں جبکہ حقیقت یہ نہیں ہے انسانی ذہن گوشت پوست کے دماغ سے آزاد ایک غیر مادی حیثیت رکھتا ہے۔
سائنسدانوں کی تحقیق کے مطابق ذہن ایک نہ نظر آنے والی ایجنسی ہے جس نے ہر شعبے کا احاطہ کیا ہوا ہے جسم کی ہر حرکت اس کے تابع ہے اور یہ کائنات سے توانائی حاصل کرتا ہے توانائی کا حصول اور اخراج اگر درست طریقے سے ہو گا تو فرد اپنے ذہن کی مدد سے اپنے حواس کو مزید فعال بنا کر اپنے لاشعوری صلاحیتوں میں بے پناہ اضافہ کر سکتا ہے حضور قلندر بابا اولیاءؒ اس کی وضاحت میں

فرماتے ہیں جب ذہن میں کوئی کوئی خیال آتا ہے تو اس کا کوئی نہ کوئی کائناتی سبب بھی ضرور ہوتا ہے، خیال کا آنا اس بات کی دلیل ہے کے ذہن کے پردے پر کوئی حرکت ہوئی ہے جبکہ یہ حرکت ذہن کی ذاتی حرکت نہیں ہو سکتی اس کا تعلق کائنات کے ان تاروں سے ہے جو کائنات کے نظام کو ایک خاص ترتیب میں حرکت دے رہے ہیں مثلاً جب کوئی تیز ہوا کا جھونکا آتا ہے تو اس کے یہ معنی ہوتے ہیں کے کرہ ہوائی میں کوئی تغیر واقع ہوا ہے اسی طرح سے جب انسان کے ذہن میں کوئی ایسی چیز وارد ہوتی ہے تو اس کے معنی بھی یہی ہیں کے انسان کے لاشعور میں کوئی حرکت واقع ہوئی ہے جس کا سمجھنا خود ذہن انسانی کی تلاش پر ہے۔

آپ کے مطابق ذہن نسمہ (روح) کا ہی دوسرا نام ہے'۔۸؎

ڈاکٹر W.A.Tiller یہ کہتے ہیں ہم اپنے ذہن کی توانائی کو استعمال کر کے وقت میں سفر کر سکتے ہیں ماہرین کا یہ ماننا ہے کے جب انسان اپنے ذہن کو کسی اہم مسئلے کی طرف پوری یکسوئی اور توجہ کے ساتھ لگاتا ہے تو اس عمل میں بے شمار توانائی خرچ ہوتی ہے جس کی وجہ سے انسان کا دماغ تھک جاتا ہے بالکل اسی طرح سے جس طرح جب کوئی سخت عضلاتی ورزش کے بعد تھکتا ہے انسانی دماغ کیونکہ دو نصف حصوں میں منقسم ہے جس میں سے ہر نصف حصہ آدھے جسم کو کنٹرول کرتا ہے یعنی سیدھا حصہ الٹے جسمانی حصے کو اور الٹا دماغی حصہ سیدھے جسمانی حصوں کو کنٹرول کرتا ہے۔ دماغ کے مختلف حصوں کی یہ ذمہ داری ہے کے وہ مختلف جسمانی اعضاء کو کنٹرول کریں اور ان کے پیغامات کو وصول کر کے اس پر اپنے احکامات صادر کریں ایک انسانی دماغ میں اندازاً ۱۰ ـ ۱۲ بلین نیورانز ہوتے ہیں جو کہ ساری زندگی انتہائی تندہی سے اپنے کام سرانجام دیتے ہیں جبکہ نوعیت کے اعتبار سے دماغ کی یہ ساری سرگرمی پوری دنیا کے ٹیلی کمیونیکشن کے نظام سے کہیں زیادہ بروقت، مستعد اور اسمارٹ ہے۔

یاداشت کی لائبریری

انسانی جسم میں خلیات کی ٹوٹ پھوٹ کا عمل ہر وقت جاری رہتا ہے انسانی جسم کا ہر عضو نو سال کے

بعدازخودنیابن جاتاہے لیکن انسانی دماغ میں قطعاً کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی یہی وجہ ہے کے ہر انسان اپنےماضی کےواقعات کواچھی طرح سےیادرکھتاہے ہرانسان میں پیدائشی اوراکتسابی دونوں ہی حافظے موجودہوتےہیں۔

ا۔پیدائشی حافظہ: .... Inborn Memory:

یہ حافظے کی وہ قسم ہے جس میں شامل افراد کی انفرادی زندگی کا ریکارڈ، کائناتی ریکارڈ اورنوعی ریکارڈ موجودہوتاہے۔

۲۔اکتسابی حافظہ: Learned Memory:

یہ حافظہ بھی درحقیقت پیدائشی حافظے کاہی مرہون منت ہوتاہے، اس میں انسان بالواسطہ طریقہ سےاپنی مادی زندگی میں رونماہونےوالےواقعات پرتوجہ مرکوزکرکےاپنےحافظے کومتحرک کرلیتا ہےحالانکہ وہ تمام معلومات اوراطلاعات پہلے سےہی انسانی حافظے میں موجودہوتی ہیں لیکن چونکہ یہ تمام اطلاعات لاشعور میں ہوتی ہیں لہٰذا انسان اس سےبراہ راست طریقے سےواقف نہیں ہوتا۔

حضورقلندربابااولیاءفرماتےہیں انسان بالطبع مصور، کاتب، درزی، لوہار، بڑھئی، فلسفی، طبیب وغیری وغیرہ سب کچھ ہوتاہے مگراسے کسی خاص فن میں یک خاص قسم کی مشق کرنی پڑتی ہے فی الواقع وہ تمام صلاحیتیں اورنقوش اس کےذہن میں موجودتھےصرف اس نےانھیں بیدارکیاجبکہ استادنےجتناکام کیاوہ محض مختلف صلاحیتوں کواجاگرکونےمیں یک مددتھی۔۹؎

انسانی دماغ پرکام کرنےوالےسائنسدانوں کایہ کہناہے کہ اگرانسانی دماغ کودنیاکےعجائبات میں شمارکیاجائےتوبےجانہ ہوگاکیونکہ دنیاکی تمام بڑی بڑی ایجادات یہاں تک کےسپرکمپیوٹرز تک انسانی دماغ کےآگے محض بچوں کےکھلونےہیں۔

ماہرین کےمطابق اگرانسان چاہےتووہ ۸۰۰یاداشتیں فی سیکنڈ کی رفتارسےاپنےدماغ میں محفوظ کرسکتاہےاوروہ ایسامسلسل بغیرکسی وقفےکے۷۵سالوں تک کرسکتاہے ماہرین یہ بھی کہتےہیں

اگر انسانی دماغ کی صلاحیتوں کے برابر کوئی کمپیوٹر بنایا جائے تو اس کا سائز ایمپائر اسٹیٹ بلڈنگ کے برابر یعنی بلندی ۱۲۵۰ فٹ کے برابر ہو گی جبکہ اس کو چلانے کے لئے ایک ارب واٹ بجلی بھی درکار ہو گی لیکن اللہ تعالی کی اس عظیم الشان نشانی کا وزن محض 3 پونڈ ہے اگرچہ تمام انسانی اعضاء خود کار جنریٹرز بھی ہیں وہ اپنی ضرورت کے مطابق بجلی بھی خود بناتے ہیں۔

جدید تحقیق کے مطابق نسانی دماغ یک سیکنڈ میں یک لاکھ کیمیاوی رد عمل کے مختلف مراحل سے گزرتا ہے اور اسے ایسا کرنے کے لئے بے پناہ قوت اور طاقت کی ضرورت ہوتی ہے یہی نہیں بلکہ ماہرین کے مطابق ایک انسانی دماغ پورے دن میں اتنی زیادہ برقی تحریک پیدا کرتا ہے جتنی پوری دنیا کے ٹیلی فون ایک دن میں پیدا کرتے ہیں۔

محققین کے مطابق کسی بھی بات کی وضاحت یا اس کو سمجھانے کے لئے بے پناہ معلومات کی ضرورت ہوتی ہے اگرچہ معلومات کو ناپنے کا ابھی تک حتمی طریقہ دریافت نہیں ہوا لیکن پھر بھی ماہرین کے مطابق معلومات کے کسی بھی یک جز کو Bit کہا جاتا ہے سادہ سے سوال یا جواب میں ایک Bit جبکہ پیچیدہ سوالات اور ان کے جوابات کے لئے ایک سے زائد Bit کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح سے یک درمیانی کتاب کو پڑھنے میں اندازاً یک کروڑ

Bit (7 10) کی ضرورت ہوتی ہے، ٹی وی کے ایک گھنٹے کے پروگرام کو دیکھنے کے لئے اندازاً (10 12 Bit) جبکہ پوری دنیا میں موجود لائبریریز اور ان میں موجود کتب اور تصاویر ی معلومات میں تقریباً (10 16 or 10 17 Bit) پائی جاتی ہیں۔

سائنسدانوں کے مطابق کسی اور سیارے پر جہاں زندگی ہم سے کروڑوں سال پہلے شروع ہوئی تھی شاید ان کی معلومات کا ذخیرہ۔

Bit (30 10 or 20 10) ہو کیونکہ ان کی معلومات کا ذخیرہ ہمارے مقابلے میں کہیں زیادہ اور مختلف ہے، سائنسدانوں کے مطابق کائنات کی کھوج لگانے میں سب سے پہلا اور اہم قدم درست سوال کا کرنا ہے اور ایسے ہی اربوں کھربوں سوالات کے جوابات سے ہم کائناتی

اسراراوراس کی پیچید گیوں کوجانتےاور سمجھتے ہیں۔

عقل انسانی

عقل انسانی ایک نادیدہ شے ہے جیسے محسوس تو کیاجا سکتاہے لیکن اسے دیکھایاچھوانہیں جا سکتا تاہم اس کی حدود کاتعین بھی ناممکنات میں سے ہے کسی بھی انسان کی قدر وقیمت اور کائنات میں اس کی حیثیت کو سمجھنے کے لئے اس کی عقل کو ہی معیار بنایاجا تاہےاوراسی بنیاد پراس کی توقیرو تعظیم کامقام متعین کیاجا تاہے۔

عقل انسانی کے ضمن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چنداحادیث صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درج ذیل ہیں۔

حضرت ابو بکرصدیق ؓ سے روایت ہے، ایک دن انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استفسار کیا! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کواللہ نے کس چیز کے ساتھ مبعوث فرمایاہے ؟ تواس کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! عقل کے ساتھ، حضرت ابو بکرصدیق ؓ نے دوبارہ سوال کیا بھلا ہم عقل کو کس طرح سے اختیار کرسکتے ہیں ؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا گرچہ عقل کی کوئی انتہاء نہیں لیکن جس شخص نے اللہ کے حلال کوحلال اورحرام کوحرام جاناتووہ عاقل ہے پھر یہ کے وہ شخص راہ خدا میں کوشش کرے اللہ کی عبادت کرے اور مصیبت پر صبر کرے تو گویا وہ صحیح راستے پر گامزن ہے۔۱۰؎

حضرت ابوسعیدخدری ؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! اللہ تعالیٰ نے عقل کو تین حصوں میں تقسیم فرمایاہے۔

۱۔اللہ کی معرفت۔

۲۔اللہ کی اطاعت۔

۳۔اوراللہ کے حکم پر صبر لہٰذا جس شخص میں عقل کے یہ تینوں حصے موجودہوں گے وہ کامل العقل کہلائے گا۔۱۱؎

۳۔ حضرت ابو ذرغفاری ؓ کے ایک سوال پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا! حضرت ابراہیم علیہ

السلام کے صحیفے میں یہ لکھا ہے عقل مند پر واجب ہے کے وہ اپنے زمانے کی بصیرت رکھتا ہو۔ ۱۲؎

۴۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا! اے اللہ تو مجھے میرے کانوں اور آنکھوں اور عقل سے فائدہ دے۔ ۱۳؎

۵۔ حضرت عمرؓ بن خطاب سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا! آدمی کی کمائی میں عقل سے بڑی کوئی چیز نہیں یہ عقل انسان کو ہدایت کی راہ دکھاتی ہے اور ہلاکت سے روکتی ہے بندے کا ایمان اور اس کا دین اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک کے اس کی عقل کامل نہ ہو۔ ۱۴؎

۶۔ حضرت براءبن عازبؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے ہر شے کی ایک سواری ہے اور انسان کی سواری عقل ہے تم میں وہ بہتر ہے جس کی عقل زیادہ ہو۔ ۱۵؎

امام شافعیؒ کا قول ہے چار چیزیں عقل انسانی کو تیز کرتی ہیں۔

۱۔ فضول کلام سے اجتناب۔

۲۔ دانتوں کی صفائی (مسواک کا استعمال)۔

۳۔ صالحین کی مجلس میں بیٹھنا۔

۴۔ علماء عرفاء اور صوفیاء کرام کی صحبت اختیار کرنا۔

حوالہ کتب:

۱۔ سورۃالبقرہ آیت۔۳۵۔

۲۔ تشبیہات رومی۔ خلیفہ عبدالحکیم ص۔۵۹۔ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور پاکستان۔۱۹۵۹ء۔

۳۔ احسان و تصوف۔ خواجہ شمس الدین عظیمی۔ ص۔۲۸۱۔ اشاعت شعبہ علوم سلامیہ بہاءالدین زکریا یونیورسٹی ملتان۔ ۲۰۰۴ء۔

۴۔ صدائے جرس۔ خواجہ شمس الدین عظیمی۔ ص۔۲۱۵۔ طباعت و اشاعت۔ مراقبہ ہال ملتان۔

۵۔ تشبیہات رومی۔ خلیفہ عبدالحکیم ص۔۷۵۔ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور پاکستان۔۱۹۵۹ء

۶۔ تشبیہات رومی خلیفہ عبدالحکیم ص۔۵۷۔ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور پاکستان۔۱۹۵۹ء

۷۔روزنامہ ایکسپریس سنڈے اسپیشل۔

۸۔لوح و قلم۔حضرت قلندر باباولیاء۔ص۔۲۲۲۔مکتبہ تاج الدین باباولیاء کراچی۔سن ندارد۔

۹۔لوح و قلم۔حضرت قلندر باباولیاء۔ص۔۸۔مکتبہ تاج الدین باباولیاء کراچی۔سن ندارد۔

۱۰۔حلیۃ الاولیاء۔امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہائی(متوفی ۴۳۰ھ)مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ۔

۱۱۔حلیۃ الاولیاء۔امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہائی(متوفی ۴۳۰ھ)مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ۔

۱۲۔ کنز ابوالحسن علی بن ابی ذرالفصیح (متوفی۔۱۳۱۰ھ)۔مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت۔

۱۳۔سنن ترمذی۔امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی(متوفی ۲۷۹ھ)۔مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۱۴ھ۔

۱۴۔شعب الایمان۔امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی(۴۵۸ھ)مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۰ھ۔

۱۵۔الاحیاء۔الحافظ زین الدین عبدالرحیم العراقی(متوفی۔۸۰۶ھ)۔مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت۔

۳۔انسانی جگر: Liver:

انسانی جسم میں جگر کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے جگر کا شمار اعضاء رئیسہ یعنی بڑے انسانی غدہ میں کیا جاتا ہے جگر کا واسط وزن تقریباً ۳۔۴ پونڈ یعنی اندازاً ڈیڑھ کلو گرام ہوتا ہے یہ پیٹ کے دائیں جانب پسلیوں کے نیچے اور معدے کے اوپر پایا جاتا ہے جگر دو حصوں میں منقسم ہوتا ہے اس کا دایاں حصہ بڑا اور بایاں حصہ چھوٹا ہوتا ہے جبکہ اس کا کچھ حصہ پسلیوں کے نیچے تک موجود ہوتا ہے جگر کی ساخت گنبد نما ہوتی ہے جبکہ اس کی رنگت گہری سرخی مائل ہے اس عضو کی درست کارکردگی پر انسانی صحت کا دارومدار قائم ہے۔

ماہرین طب جگر کو پاور پلانٹ کہتے ہیں کیونکہ یہ عضو جسم کو صاف و شفاف توانائی فراہم کرتا ہے انسانی جسم میں جگر اپنی کارکردگی کے لحاظ سے نہایت حیرانگیز عضو ہے اگر کسی وجہ سے جگر کا ۹۰ فیصد حصہ کٹ جائے تو بھی یہ اپنے ۱۰ فیصد حصے سے بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کرے گا لیکن بسا اوقات یہ دوبارہ اپنی اصلی حالت میں بھی آجاتا ہے جگر انتہائی نامساعد حالات میں بھی نہایت خوش اسلوبی سے نا صرف اپنی ذمہ داریوں کو نبھاتا ہے بلکہ پیدائش سے لے کر موت تک بغیر رکے اپنے افعال و نہایت تندہی سے مکمل کرتا ہے۔

جگر کو پروسسنگ پلانٹ بھی کہا جاتا ہے کیونکہ کچھ نہایت اہم ترین کیمیائی اجزاء کی تیاری یہاں ہوتی ہے اس کے ساتھ ساتھ انسانی جسم میں موجود فضلات اور زہریلے مادوں کا اخراج اور صفائی کا کام بھی یہاں ہوتا ہے جگر کی یوں تو کئی اہم ترین ذمہ داریاں ہیں لیکن ان میں سے ایک اہم ترین ذمہ داری یہ بھی ہے کے انسانی جگر نظام ہضم سے جذب ہونے والے غذائی اجزاء کو اس وقت تک دل، پھیپھڑوں اور دوسرے اہم اعضاء تک نہیں پہنچنے دیتا جب تک ان کی کیمیائی صفائی نہ کر لے۔

جگر کا ایک اہم کام صفرا (Bile) پیدا کرنا ہے جبکہ صفرا کا بنیادی کام چکنائی کو ہضم کرنا اور

غذا کے مضر صحت اجزاء کو ختم کرنا ہے دوسری جانب صفراء کی موجودگی میں آنتوں کی حرکت اور کارکردگی میں تیزی پیدا ہوتی ہے جبکہ ایک صحت مند انسانی جگر ۲۴ گھنٹوں کے دوران تقریباً ۵۔۹ لیٹر صفرا بناتا ہے

جگر مختلف وٹامنز کو اسٹور کرتا ہے اور جب انسانی جسم کو کوئی کمزوری یا بیماری لاحق ہو تو ایسے وقت میں جگر میں اسٹور شدہ یہ وٹامنز انسان کے کام آتے ہیں جیسے وٹامن B انسانی دماغ، اعصاب، دل اور خون کی نالیوں کی درست کارکردگی کے لئے ضروری ہے اسی طرح سے وٹامن A انسانی بصارت کو قائم رکھنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے اگر کسی وجہ سے ان وٹامنز کی جسم میں کمی واقع ہو جائے تو یقینی طور پر انسانی اعضاء شدید طور پر متاثر ہو سکتے ہیں لیکن یہ اللہ تعالی کا خاص احسان ہے کہ انسانی جسم میں موجود جگر جیسے عضو کو یہ ذمہ داری سونپی گئی ہے کہ وہ ان وٹامنز کو نا صرف اسٹور کرے بلکہ وقت ضرورت ان کی کمی کو دور بھی کرے۔

وٹامن D انسان کے جسم میں ہڈیوں اور دانتوں کی مضبوطی میں اہم کردار ادا کرتی ہے جبکہ وٹامن K خون کو جمنے میں مدد دیتی ہے بصورت دیگر زخم لگ جانے کی صورت میں جسم سے زیادہ خون بھی ضائع ہو سکتا ہے جگر میں وٹامن D اور وٹامن K اسٹور ہوتا ہے اور وقت ضرورت جب جسم کو ان وٹامنز کی ضرورت ہو تو کام بھی آتا ہے۔

جگر کے ایک خلیے کے اندر تقریباً (۵۰۰) مختلف کیمیائی تعاملات

(Chemical Reactions) ہوتے ہیں جن میں سے بیشتر تعاملات کا ابھی اندازہ بھی نہیں لگایا جا سکا کیونکہ وہ انتہائی تیزی سے ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصے سے بھی کم وقت میں اپنا کام مکمل کر لیتے ہیں جگر خون کی شکر کی مقدار اور سطح میں اعتدال قائم رکھتا ہے اس کے ساتھ ہی گلائی کوجن بھی تیار کرتا ہے جگر یوریا بھی بناتا ہے یوریا دراصل غذا کے پروٹینی اور نائٹروجینی اجزاء کا فضلہ ہوتا ہے یہ مضر صحت اجزاء خون کے ذریعے جب جگر میں پہنچتے ہیں تو جگر ان کو خون سے علیحدہ نکال کر یوریا میں تبدیل کر دیتا ہے جو بلا آخر گردوں سے ہوتے ہوئے پیشاب کے ذریعے

جسم سے خارج ہو جاتے ہیں جگر کو کیمیائی بھٹی بھی کہا جاتا ہے کیونکہ جگر خون میں شامل تمام مضر صحت اجزاء کو جلا کر ختم کر دیتا ہے جگر کو مفید اور مضر صحت اجزاء کی بخوبی پہچان ہوتی ہے وہ صرف اور صرف نقصان دہ اجزاء کو جسم سے صاف کر تا ہے اور مفید اور کار آمد اجزاء کو جسم میں رہنے دیتا ہے۔

جگر اپنا کام اس وقت شروع کرتا ہے جب بچہ ابھی رحم مادر میں نشو نما پا رہا تھا اس وقت جگر خون کے سرخ خلیات تیار کرتا ہے لیکن پیدائش کے بعد جگر اپنا یہ کام بند کر کے دوسرے اہم امور کی جانب متوجہ ہو جاتا ہے جگر اایک اہم کام خون کی صفائی بھی ہے جگر میں جسم میں موجود کل خون کا چوتھائی حصہ ہر وقت موجود رہتا ہے یہ خون کی اتنی بڑی مقدار ہے جو جسم کے کسی اور عضو میں موجود نہیں ہوتی ہے جگر میں فی منٹ ایک لیٹر سے زیادہ خون فلٹر کرنے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے یعنی یہ ایک گھنٹے میں ۶۰ لیٹر خون با آسانی فلٹر کر لیتا ہے جگر خون کے سرخ و رسفید خلیات کو بنانے کا یک کارخانہ ہے یہ خون کے تناسب کو بھی بر قرار رکھتا ہے اسی ضمن میں یہ تلی (Spleen) کی مدد سے خون سے ناکارہ سرخ خلیات ہ جن ی عمر چار ماہ سے زیادہ ہو چکی ہے انھیں علیحدہ کر کے جسم سے خارج کر دیتا ہے۔

جگر میں ایک دفاعی خلیہ کوپفر (Kuppfer) پایا جاتا ہے یہ خلیے نظام دوران خون کے لئے حکمت عملی کا مرکز تصور کئے جاتے ہیں کوپفر (Kuppfer) خون میں شامل مضر صحت بیکٹر یاز کو صرف 0.10 سیکنڈ میں تباہ کر دیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ نظام دوران خون میں بمشکل 1% مضر صحت بیکٹر یاز کے داخل ہونے کا خطرہ ہوتا ہے یہ امر قابل غور ہے کے ایک معمولی خلیے کو یہ ادراک کس طرح حاصل ہوا کہ وہ مفید اور مضر میں تمیز پیدا کر سکے۔

بے شک یہ اللہ تعالی کی عظیم الشان نشانیوں میں سے ایک ہے کے جس نے ذرے کو بھی یہ شعور بخشا کے وہ ہمہ وقت انسانیت کی بھلائی اور خدمت کے لئے سر گرم ہیں اور اس نظام میں ذرہ بھر بھی غلطی کے امکانات موجود نہیں۔

کاربوہائیڈریٹ، انسانی جسم کو حرارت اور توانائی مہیا کرتے ہیں اس کے ایک گرام سے

اوسطاً (۴) کیلوریزحاصل ہوتی ہے۔غذائی کاربوہائیڈریٹ ہاضمے کے دوران گلوکوز میں تبدیل ہو کر جسم کوفوری توانائی فراہم کرتا ہے انسانی دماغ وراعصابی بافتے جن کو
(Nervous Tissues) بھی کہتے ہیں وہ صرف اور صرف گلوکوز سے ہی توانائی حاصل کرتے ہیں اگرانھیں گلوکوز نہ ملے توپھران کی کارکردگی متاثرہوتی ہے اوران اعضاء کو ناقابل تلافی نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔

جسم میں کاربوہائیڈریٹ، گلائی کوجن کی شکل میں ذخیرہ ہوتا ہے انسانی جگر میں اس کی مقدار gm 100 تک ذخیرہ ہوسکتی ہے سخت جسمانی محنت یاروزے کی حالت میں گلائی کوجن، گلوکوز کی حالت میں تبدیل ہو کرانسان کوطاقت اورتوانائی فراہم کرتا ہے۔

جگر میں پروٹین %21-17 تک پائی جاتی ہے پروٹین یونانی زبان کالفظ ہے جس کے معانی 'پہلی اہمیت کی چیز' تاہم پروٹین انسان کی پیدائش سے لے کرموت تک ہر وقت ہونے والی جسمانی تبدیلیوں میں اہمیت کی حامل ہے کیونکہ انسانی جسم میں مسلسل خلیات کی ٹوٹ پھوٹ کے ساتھ ساتھ نئے خلیات کی تشکیل، خون کی نالیوں میں لچک کاپیدا کرنا، خون کے دباؤ کواعتدال میں رکھنا دانتوں اورہڈیوں کے بنیادی ڈھانچے کوقائم رکھنا بالوں اورناخنوں کی اچھی صحت، پانی کے توازن کوقائم رکھنا جسم میں تیزابیت اوراساسیت کومتوازن رکھنا ٹشوز اوران کی مرمت کے کام میں پروٹین اپنا کردار مسلسل ادا کرتی رہتی ہے تاہم جسم میں پروٹین ہمیشہ ایک حالت میں نہیں رہتی ہے بلکہ پرانی پروٹین کی جگہ نئی پروٹین لے لیتی ہے پروٹین کے ایک گرام میں (۴) کیلوریز ہوتی ہیں تاہم یہ وہ واحدغذا ہے جو جسم کونائٹروجن فراہم کرتا ہے لیکن اہم بات یہ ہے کہ جسم میں پروٹین کی صحیح مقدار جگر کی بہترین کارکردگی کے لئے بہت ضروری ہے۔

جگرایک کیمیکل پلانٹ بھی ہے کیونکہ یہ عضومخصوص کیمیائی عمل کے ذریعے سے جسم میں موجود بے حدخطرناک زہریلے مادوں کو جوسائنائیڈز ہر جیسے مہلک ہوتے ہیں انھیں مختلف پیچیدہ عمل سے گزار ر صحت بخش پروٹین میں تبدیل کرتا ہے اس کے ساتھ ہی جگران اجزاء کوتوازن اور

تناسب بھی برقرار رکھتا ہے جگر بیماریوں کے خلاف اینٹی باڈیز (Antibodies) بھی تیار کرتا ہے۔

ایک جاپانی پروفیسر کی تحقیق کے مطابق جگر کے امراض کا اصل سبب مایوسی اور دل شکستگی ہے۔

۴۔ گردے Kidneys:

تمام ریڑھ دار جانوروں میں گردے پائے جاتے ہیں گردے پیٹ کی پچھلی جانب واقع ہوتے ہیں گردوں کا اہم کام خون میں موجود فاضل مادوں کو فلٹر کر کے پیشاب کے ذریعے سے جسم سے خارج کرنا ہے اس کے ساتھ ساتھ یہ جسم کے مائع کی مقدار کو بھی متوازن رکھتے ہوئے جسم کی تیزابیت کو بھی کنٹرول کرتے ہیں پیشاب چھوٹی چھوٹی نالیوں کے ذریعے یوریٹر زمیں جمع ہوتا ہے

گردے لوبیا کی شکل کا ایک عضو ہے جس کی لمبائی تقریباً (۵) انچ ہے یہ ٹشوز کی دو تہوں پر مشتمل ہوتا ہے جس میں ایک بیرونی کورٹیکس ورایک اندرونی میڈولا ہے گردوں میں لاکھوں کی تعداد میں فلٹریشن یونیٹس یعنی (نیفرونز) پائے جاتے ہیں یہ چھوٹی چھوٹی نالیوں کا نیٹ ورک کورٹیکس سے لے کر میڈولا تک ہے۔

گردے پیٹ کے اندر پشت کی طرف ریڑھ کی ہڈی کے ساتھ دائیں اور بائیں جانب واقع ہوتے ہیں گردے ایک بار یک جھلی پریٹونیم (Peritonium) میں ملفوف ہوتے ہیں تاہم گردوں کے اوپر ایڈرینل غدود (Aderenal Glands) ہوتے ہیں ہر گردے میں تقریباً (دس لاکھ) خوردبینی نالیاں یا (Nephrons) پائے جاتے ہیں Nephrons گردوں کی ساختی اکائی سمجھی جاتی ہے یہ خوردبینی جسامت کی بار یک چھلنیاں انسان کی پیدائش سے لے کر اس کی موت تک برابر اپنے فرائض انجام دیتے ہیں۔

دونوں گردوں میں پائے جانے والے Nephrons کی تعداد تقریباً (بیس لاکھ) کے لگ بھگ ہیں یہ (۲۰ لاکھ) نیفرونز تاعمر انسان کی خدمت کرتے رہتے ہیں جبکہ ۲۴ گھنٹوں

میں اندازاً (۲۵۰) لیٹر مائع اور (پانچ پونڈ) ٹھوس اجزاء کو جسم سے خارج کرنے میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں Nephrons کے علاوہ تقریباً (۲ لاکھ) فٹ لمبی باریک نالیاں 99% مائع اور ٹھوس مادوں کو دوبارہ جذب کر کے خون کی گردش میں شامل کر دیتی ہے گردے ہمارے جسم میں کئی افعال سرانجام دیتے ہیں جن میں شامل

Filtaration, Secretion, Reabsorption and

Counter-Current Exchange

شامل ہیں یہ تمام افعال ہر Nephrons میں سرانجام پاتے ہیں۔

ماہرین کے مطابق ہر ۲ منٹ کے دوران ہمارے پورے جسم کا مکمل خون گردوں میں سے گزر کر صاف ہوتا ہے گردے اس خون میں سے مضر صحت اجزاء کو علیحدہ کرتے ہیں اور صحت بخش اجزاء کی حفاظت بھی کرتے ہیں۔

گردے کبھی غلطی سے بھی صحت بخش اجزاء کو جسم سے خارج نہیں کرتے کیونکہ اگر وہ ایسا کرنے لگیں گے تو انسان کی موت واقع ہو جائے گی ہر ۲۴ گھنٹے میں گردے جتنا مائع الگ کر سکتے ہیں وہ انسانی جسم میں موجود پانی کی مقدار سے پانچ گنا زائد اور خون کی نالیوں میں موجود خون سے پچاس گنا زائد ہوتا ہے ایک انتہائی پیچیدہ عمل ہے جسے اگر انسان کے سپرد یہ کام کر دیا جائے تو اس کو ایک مکمل سائنسی آلات سے لیس لیبارٹری اور ہزاروں ماہرین کی خدمات کی ضرورت پیش آئے گی۔

لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ بے عیب نظام اور کرشمہ قدرت ہے کے انسانی جسم میں واقع ایک چھوٹا سا عضو ساری عمر بغیر تھکے اپنے افعال کو بہترین طریقے سے انجام دیتا رہتا ہے اور اس سے کبھی غلطی سے بھی بھول چوک نہیں ہوتی۔

گردے کبھی صحت بخش پروٹین یا خون کے سرخ خلیات کو ضائع نہیں کرتا گردوں کے اندر خون کی صفائی کے کام انجام دینے والے گلومیریولس (Glomerulus) بھی پائے جاتے

ہیں گلومیر یولس کے گرد تین جھلیاں پائی جاتی ہیں ان جھلیوں کے ذمہ یہ کام ہے کہ وہ خون میں شامل مضر صحت اجزاء کو خارج کریں گی اور صحت بخش اجزاء کی حفاظت کریں گی اس کے ساتھ ساتھ یہ جھلیاں اس بات کا بھی فیصلہ کرتی ہیں یہ مضر صحت اجزاء اب کن مراحل کو طے کرتے ہوئے جسم سے خارج ہوں گے اور مفید اجزاء کو اب کون سے مراحل طے کر کے جسم کا حصہ بننا ہے یہ اللہ تعالی کی عظیم الشان قدرت کاملہ ہے کے اس نے ان باریک جھلیوں کو شعور بخشا ہے جو کے تا عمر انسان کی بلا معاوضہ خدمت پر مامور ہیں اگر یہ اعضاء انسانی جسم سے زہریلے مادوں کا اخراج روک دیں تو انسان کی موت واقع ہو سکتی ہے۔

گردوں کی صفائی: Dialysis:

گردوں کی صفائی (کڈنی ڈیالیسس مشین) کے ذریعے سے کی جاتی ہے جب تک گردوں کا ٹرانس پلانٹ نہ ہو جائے اس وقت تک اس مشین کے ذریعے گردوں کی صفائی کا کام ہوتا رہتا تا کہ وہ زندہ رہ سکے اگر انسان ان زہریلے مادوں کے اخراج کے لئے ڈایالائسس (Dialysis) کی تیکنیک سے استفادہ کرے تو اس پر ایک خطیر رقم خرچ ہوتی ہے جو ہر کس و نا کس کے بس کی بات نہیں اگر گردے اپنی خدمات سے انکار کر دیں تو پھر خون میں مضر صحت اجزاء کی مقدار بڑھ جائے گی ایسے مریضوں کے بلڈ پریشر میں بے قاعدگی واقع ہو جاتی ہے اور مریض طرح طرح کی پیچیدہ بیماریوں کا شکار ہو جاتا جن میں شامل نمونیا، السر، سانس کا تیزی سے پھولنا اور بار بار بے ہوشی کا طاری ہونا، ڈایالسس (Dialysis) کی تیکنیک سے استفادہ کرنے والے مریضوں کو اپنے خون کو صاف کروانے کے لئے مشینوں کا سہارا لینا پڑتا ہے تا کہ خون سے نائٹرو جینی فاسدات کو صاف کروایا جا سکے یہ عمل بہت دشوار اور تکلیف دہ ہے تاہم زیادہ تر لوگ ہیموڈایالسس (Hemo Dialysis) ہی کرواتے ہیں اس طریقہ علاج میں ڈاکٹر مریض کی وریدوں میں رسائی حاصل کرتا ہے اور اس مقصد کے لئے وہ مریض کی ٹانگ، بازو یا بعض اوقات اس کی گردن میں خفیف سی سرجری کرتا ہے اور جلد میں کئے گئے شگاف کے ذریعے

دوسوئیاں ایک اس کی وریداور ایک اس کی شریان میں داخل کی جاتی ہے پھر خون کوصاف کرنے کے لئے ڈیالیسس مشین میں داخل کیا جاتا ہے۔

مشینی گردے یا مصنوعی گردے کو جس میں ڈایلائزیٹ(Dialysate) نامی محلول ہوتا ہے جو خون کی صفائی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے Dialysate کے اجزاء ترکیبی کو بھی بہت احتیاط اور مہارت سے متوازن حالت میں برقرار رکھا جاتا ہے اس عمل کے دوران مریض کے خون کی ایک نالی کے ذریعے براہ راست مشین میں داخل کیا جاتا ہے جس کے اندر Dialysate میں ڈوبی ایک تفاوتی نفوذ پذیر جھلی کے ذریعے خون میں سے نائٹروجینی فاسدات اور فاضل اجزاء نفوذ کر کے ڈایالائزیٹ میں خارج ہو جاتے ہیں جس کے بعد صاف خون واپس جسم کے دوران خون میں شامل کر دیا جاتا ہے یہ عمل ہفتے میں تین مرتبہ چھ سے دس گھنٹوں تک جاری رکھا جاتا ہے اس دوران مریض کو ایک مخصوص مناسب خوراک اور پانی کے استعمال کی ہدایت کی جاتی ہے۔

عموماً بعض کیسز میں Dialysis کے دوران جسم کا کافی خون ضائع بھی ہو جاتا ہے ایسی صورت میں مریض کو دوسرا خون چڑھانا پڑتا ہے بعض اوقات یہ دوسرا خون جسم قبول نہیں کرتا دوسری جانب اس نئے خون کو قبول کرنے کی صورت میں بھی جسم کو کئی پیچیدگیوں کو برداشت کرنا پڑتا ہے کیونکہ نئے خون کا DNA، عادات اور مزاج میں فرق ہوتا ہے جسے نئے ماحول میں اپنے آپ کو ایڈجسٹ کرنے میں مشکلات پیش ہوتی ہیں۔

Dialysis کا دوسرا طریقہ پیریٹونیل ڈایالائسس (Peritoneal Dialysis) کہلاتا ہے اس طریقے میں مریض کے پیٹ میں ایک چیرا لگایا جاتا ہے اور اس چیرے میں سے ایک نالی گزاری جاتی ہے پھر ڈایالائزیٹ کی تھیلی میں اس محلول کو مریض کی پیریٹونیل کیوٹی (Peritoneal Cavity) میں کئی گھنٹوں کے لئے اس کو بھر دیا جاتا ہے جس کے نتیجے میں پیریٹونیل کیوٹی کی جھلیوں میں سے گزرنے والے خون میں سے فاسد مادے رس رس کر ڈایالائزیٹ (Dialysate) میں شامل ہو جاتے ہیں بعد ازاں ڈایالائزیٹ محلول کو پیریٹونیل

کیوٹی میں سے ڈایالائزیٹ کی تھیلی میں واپس نکال لیا جاتا ہے یہ عمل تقریباً ایک گھنٹے تک جاری رہتا ہے اور زندگی بھر روزانہ دہرایا جاتا ہے تاہم پیریٹونل ڈایالائسس میں مریض کو ہاسپٹل میں کئی گھنٹے نہیں گزارنے پڑتے ہیں بلکہ یہ ڈایالائسس کسی بھی صاف ستھری اور روشن جگہ پر با آسانی کیا جا سکتا ہے اس قسم کے ڈایالائسس میں مریض کو تکلیف بھی نہیں ہوتی لیکن اس طریقہ علاج کا سب سے بڑا خطرہ پیریٹونیل جھلی کا انفیکشن ہے۔

ڈایالائسس گردے کی بیماری کا علاج نہیں ہیں یہ بس جسم سے فاضل اور زہریلے اجزاء کی صفائی میں ایک کردار ادا کرتے ہیں چنانچہ ڈیالائسس صرف وقتی طور پر مریض کی زندگی کو بچانے کا ایک طریقہ ہے۔

تبدیلی گردہ: Kidney Transplantation:

اگر گردے اپنا کام کرنا چھوڑ دیں تو ایک صورت Kidney Transplant یعنی (انتقال گردہ) کی بھی ہوتی ہے لیکن یہ طریقہ علاج اپنے اندر بے شمار پیچیدگیاں لئے ہوئے ہے مثلاً گردے کی میچنگ سب سے بڑا اور اہم مرحلہ ہوتا ہے اس کے بعد مریض کا اس عطیہ شدہ گردے کو Accept کرنا پھر تاعمر مہنگی دواؤں اور پرہیز کی مستقل انجام دہی وغیرہ بصورت دیگر انسان کی موت تو یقینی ہے، اس وقت گردوں کے امیدوار مریضوں کی تعداد دستیاب گردوں کے مقابلے میں تین گنا زیادہ ہے تاہم ٹرانس پلانٹ کے ذریعے زندہ رہنے والے مریضوں کی تعداد اور شرح ڈایالائسس کروانے والے مریضوں کے مقابلے میں بہتر ہے ٹرانس پلانٹ کروانے کے لئے کسی زندہ رشتہ دار کا گردہ درکار ہوتا ہے تاہم یہ طریقہ علاج ۷۷ فیصد کامیاب ہے اور ایسے مریض تقریباً دس برس تک زندہ رہتے ہیں۔

طبی ماہرین اس طریقہ علاج میں بہتری کی کوششوں میں مصروف ہیں تاہم مستقبل میں ہو سکتا ہے کہ گردوں کے عارضے میں مبتلا مریض بہتر طبی سہولتوں تک پہنچنے میں کامیاب ہو سکیں ۔[۱۳]

گردے انسانی جسم میں نا صرف نمکیات کے توازن کو برقرار رکھتے ہیں بلکہ جسم سے مسلسل زہریلے مادوں کے اخراج میں بھی اپنا بہترین کردار ادا کرتے ہیں۔

۵۔ انسانی پھیپھڑے: Lungs:

پھیپھڑے انسانی جسم میں سانس کی آمد و رفت کو کنٹرول کرنے کے اہم ترین فریضے پر فائز ہیں اسی وجہ سے پھیپھڑوں کا شمار اعضاء رئیسہ میں کیا جاتا ہے انسان کی پیدائش سے قبل جب ابھی وہ چار ہفتوں کا جنین تھا اس وقت سے ہی پھیپھڑوں کی نشو نما کا آغاز ہو جاتا ہے جب ہی جب بچہ دنیا میں آتا ہے تو فوراً سانس لینے کا عمل شروع ہو جاتا ہے جو بغیر رکے تاعمر جاری رہتا ہے یعنی اگر انسان اگر نیند کی حالت میں بھی ہو تو سانس لینے کا عمل جاری رہتا ہے ہر انسان کو اللہ نے دو پھیپھڑوں سے نوازا ہے پھیپھڑوں کی بناوٹ چونکہ اسفنجی ہوتی ہے جو سانس لینے اور خارج کرنے کے عمل کو آسان بناتی ہے پھیپھڑوں کا سب سے اہم فریضہ تمام جسمانی خلیات کو آکسیجن کی مناسب مقدار کی فراہمی اور جسم سے کاربن ڈائی آکسائیڈ کا اخراج ہے۔

پھیپھڑے اپنی اسفنجی بناوٹ کی وجہ سے زیادہ سے زیادہ آکسیجن کو جذب کر کے اپنے حجم میں اضافہ کر لیتے ہیں Cartilage پھیپھڑوں کی مضبوطی اور ان کی پائیداری میں ایک اہم کردار ادا کرتے ہیں جس کی وجہ سے سانس لینے کے دوران وہ ہوا کے زیادہ دباؤ سے متاثر نہ ہوں جبکہ دوسری جانب ان کی شکل و صورت بھی اپنی اصلی حالت میں برقرار رہے۔

ماہرین کے مطابق انسانی جسم میں موجود دونوں پھیپھڑوں میں اندازا

(700 million Alve Oli) پائے جاتے ہیں جن کا مکمل حجم 70-90 miter

(cube) ہوتا ہے جس کا بنیادی مقصد پھیپھڑوں کے حجم میں بہ وقت ضرورت اضافہ ممکن ہو سکے۔ تحقیق سے یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ Alve Oli میں اتنی لچک پائی جاتی ہے کہ وہ وقت ضرورت پھول جاتے ہیں اور ایک اندازے کے مطابق اس کے حجم کو ایک ٹینس کورٹ کے حجم کے برابر مانا گیا ہے جو انسانی جسم میں موجود جلد کے کل حجم سے 20 گنا زیادہ ہے بعض اوقات زیادہ

مشقت اور دوڑ بھاگ سے سانس پھول جاتا ہے ایسی صورت میں پھیپھڑوں میں موجود Alve Oli پھیپھڑوں کو زیادہ آکسیجن بہم پہنچاتا ہے تاکہ سانس کی رفتار بحال ہو سکے۔

انسان کی پیدائش سے قبل جب جنین ابھی صرف 23 weeks کا تھا تو اس وقت جنین کے پھیپھڑوں میں ڈیٹرجنٹ کی طرح کا ایک کیمیکل بننا شروع ہو جاتا ہے جس کو میڈیکل سائنس میں Surfactant کہا جاتا ہے Surfactant کا اہم کردار آکسیجن کی آمد و رفت میں اضافہ اور مضر صحت جراثیموں کا خاتمہ ہے اسی وجہ سے اگر بچے کی پیدائش (22 weeks) کے بعد ہو تو اس کے بچنے کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں بہ نسبت 23-24weeks کے بچوں کے کیونکہ 22 weeks کے جنین میں ابھی Surfactant کی نشو نما کی ابتداء ہی نہیں ہوتی تاہم 23 weeks میں پیدا ہونے والے بچوں میں Respiratory Distress Syndrome نامی بیماری دیکھنے میں آتی ہے اس بیماری میں بچے کو سانس لینے میں بہت دشواری ہوتی ہے جس کی وجہ سے ان کی موت واقع ہو جاتی ہے اس بیماری کی سب سے بڑی وجہ پھیپھڑوں میں Surfactant کی کمی بیان کی جاتی ہے۔

تمام جانداروں کے پھیپھڑوں کے گرد ایک شفاف اور لچکدار حفاظتی جھلی جس کو Pleural Membrane کہتے ہیں موجود ہوتی ہے اس جھلی کا اہم کام پھیپھڑوں کی حفاظت ان میں نمی کے تناسب کو برقرار رکھنا اور سانس کے عمل کو آسان بنانا ہے ایک مکمل سانس کا کل والیوم (450cm cube) ریکارڈ کیا گیا ہے اس میں آکسیجن کا لینا اور کاربن ڈائی آکسائیڈ کا اخراج دونوں شامل ہیں اس عمل کو میڈیکل سائنس میں Tidal Volume کہتے ہیں انسانی پھیپھڑوں میں ہوا کا کم سے کم تناسب (1500 cm cube) ریکارڈ کیا گیا ہے یہ کم سے کم ہوا تا عمر انسانی پھیپھڑوں میں موجود رہتی ہے جو باوجود کوشش کے بھی ختم نہیں کی جا سکتی دوسری جانب انسان کی زندگی کی بقاء کے لئے اتنی ہوا کی موجودگی ہر صورت ضروری ہے میڈیکل سائنس میں اس ہوا کو Residual Volume کہا جاتا ہے۔

پھیپھڑوں میں آکسیجن کو اخذ کرنے کی چھوٹی چھوٹی تھیلیاں ہوتی ہیں جن کو (Air Sacs) کہتے ہیں ان (Air Sacs)) کی تعداد تقریباً (۳ ر ب) کے قریب بتائی جاتی ہے ایک منٹ میں تقریباً (۶ لیٹر) ہوا ہمارے پھیپھڑوں میں داخل ہوتی ہے اسی طرح سے ایک بالغ فرد کے پھیپھڑے میں اوسطاً (۳ لیٹر) ہوا سما سکتی ہے جبکہ پھیپھڑوں میں ہوا کے راستے تقریباً کل (2,400) کلومیٹر طویل ہوتے ہیں ہر پھیپھڑے کی سطح کا رقبہ تقریباً 646 مربع فٹ ہوتا ہے۔ ۱۴؎

پھیپھڑوں کی کمزوری بیماری یا شدید نوعیت کے کسی بھی مرض میں مریض کھانسی سانس کے پھولنے اور جسمانی کمزوری کی شکایت کرتے ہیں بسا اوقات مریض کے لئے چند قدم چلنا بھی دشوار ہوتا ہے کیونکہ ان کے پھیپھڑوں میں لچک کم یا ختم ہو جاتی ہے خواتین کے مقابلے میں مردوں میں پھیپھڑوں کے عارضے کی شرح 10 گنا زیادہ نوٹ کی گئی ہے جس کی عام وجوہات میں تمباکو نوشی ماحولیاتی آلودگی اور نامناسب طرز زندگی ہے بسا اوقات پھیپھڑے سوجن کا شکار ہو جاتے ہیں جس کو میڈیکل سائنس میں Bronchitis کہا جاتا ہے اس بیماری میں مریض کا سانس بہت پھولتا ہے اور مریض کو اپنے سانس کو بحال کرنے کے لئے دواؤں کا مستقل استعمال کرنا پڑتا ہے صرف اس بیماری سے برطانیہ جیسے ترقی یافتہ ملک میں سالانہ (130,000) اموات واقع ہوتی ہیں جو پوری دنیا میں شرح کے اعتبار سے سب سے زیادہ ہے۔

ایک جاپانی پروفیسر کی تحقیق کے مطابق سینے اور پھیپھڑوں سے جڑے تمام مسائل اور بیماریوں کا اصل سبب آکسیجن کی کمی نہیں بلکہ شدت غم ہے۔

۶۔ انسانی جسم میں خون کی اہمیت:

Imporatance of Blood in Human body:

خون (Blood) وہ حیات بخش مائع ہے جو انسان اور جانوروں کے تمام جسمانی اعضاء اور عضلات کو توانائی و رغذائیت فراہم کرتا ہے دل پورے جسم کو خون پمپ کرتا ہے اور یہ پمپ شدہ

خون مختلف چھوٹی بڑی خون کی نالیوں کے ذریعے تمام جسمانی نظام میں توانائی، حرارت اور زندگی کو بحال رکھتا ہے کیونکہ خون غذائی جزاء جس میں شامل پروٹین، کاربوہائیڈریٹ اور دیگر وٹامنز اور منرلز جن پر زندگی کا انحصار ہے کو جسم کے مختلف بافتوں میں جذب کر کے انھیں توانائی بہم پہنچاتا ہے۔

ایک بالغ انسانی جسم میں اندازاً (5-6 liter) خون موجود ہوتا ہے جو انسان کے جسمانی وزن کا (6-7%) ہوتا ہے تاہم نومولود اور کم سن بچوں میں خون کے تناسب میں کمی ہوتی ہے اگرچہ ہر انسان میں خون کی مقدار الگ یعنی کم یا زیادہ ہو سکتی ہے مثلاً نوجوان جو زیادہ جسمانی مشقت، دوڑ بھاگ اور زیادہ ورزش کرتے ہیں ایسے افراد میں خون کی مقدار گھٹتی ہے لیکن زمانہ حمل میں خون کی مقدار بڑھ جاتی ہے خون کی ایک اہم ذمہ داری پورے جسمانی نظام میں آکسیجن کی ترسیل بھی ہے یعنی خون پھیپھڑوں سے آکسیجن کو جذب کر کے تمام جسم میں اس آکسیجن کو پہنچاتا ہے دوسری جانب کاربن ڈائی آکسائیڈ کو واپس پھیپھڑوں تک لا کر اسے سانس کے ذریعے خارج کرنے میں ایک اہم ترین فریضہ انجام دیتا ہے تاہم اگر کسی وجہ سے خون آکسیجن کی ترسیل چھوڑ دے تو انسان کی موت چند منٹ میں واقع ہو سکتی ہے۔

جسم کے مدافعاتی نظام میں بھی خون کی اہمیت کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا ہے کیونکہ جسم کے تمام ٹشوز یہاں تک کے ہڈیاں بھی خون سے طاقت اور توانائی حاصل کرتی ہیں۔

خون پلازما نامی پانی نما ایک محلول بناتا ہے جس میں اربوں کی تعداد میں سرخ اور سفید خلیات موجود ہوتے ہیں پلازما نامی یہ محلول حل شدہ نمکیات، ہارمونز، روغنیات، گلوکوز، امینوایسڈز اور دیگر اجزاء کا ایک مرکب ہوتا ہے۔

انسانی رگوں میں دوڑنے والے خون میں قدرت کی بے شمار نشانیاں پوشیدہ ہیں جن میں سے اب تک صرف چند ایک تک ہی رسائی ممکن ہو سکی ہے انسان کا اس کے خون سے رشتہ اس کے دنیا میں آنے سے قبل ہی قائم ہو جاتا ہے جب جنین ابھی تخلیق کے دوسرے ماہ میں ہی ہوتا ہے تو

اس دوران جنین کا اپنا خون بننا شروع ہو جاتا ہے۔

جنین تخلیق کے بالکل ابتدائی مرحلے یعنی علق کی شکل میں رحم مادر سے چپک کر ماں کے خون سے توانائی حاصل کرتا ہے لیکن حیران کن بات یہ ہے کے جنین اور ماں کا خون ہمیشہ ایک علیحدہ شناخت اور تشخص رکھتے ہیں اور تخلیق کے کسی بھی مرحلے میں ماں اور بچے کا خون آپس میں نہیں ملتے یہی نہیں بلکہ والدین اور دیگر بہن بھائیوں کا خون اور خون کا گروپ مختلف ہو سکتا ہے تاہم گر Blood group ایک بھی ہو لیکن تمام فرادخانہ کی Blood Chemistry الگ ہو گی۔

تخلیق کے تمام مراحل میں ماں اور بچے کا خون ایک جھلی کے ذریعے ہمیشہ ہی علیحدہ رہتا ہے اگرچہ جنین اپنی ماں کے خون سے توانائی، پانی اور آکسیجن کو جذب کرتا ہے لیکن اس پورے عمل کے دوران درمیان میں ایک جھلی ہمیشہ حائل رہتی ہے جس کی وجہ سے ماں اور جنین کا خون آپس میں ملنے نہیں پاتا دوسری جانب جنین کے وجود سے قابل اخراج مادوں کا خروج بھی ماں کے جسم کا مرہون منت ہے لیکن اس پورے عمل میں دونوں کے خون کی علیحدہ شناخت برقرار رہتی ہے جنین کو DNA کے ذریعے وراثتی خصوصیات منتقل ہوتی ہیں بالفاظ دیگر انسانی جسم میں پائے جانے والے ایک ہزار کھرب Trillion 100 خلیات ہی اس کو وراثتی خصوصیات کا حامل بناتے ہیں۔

خون کے گروپس: Blood Groups:

1901ء میں آسٹریائی پیتھالوجسٹ کارل لینڈسٹینر نے خون کی اقسام کی درجہ بندی کی اور یہ بھی دریافت کیا کہ وہ مینڈلئین توریث کے تحت منتقل ہوتی ہیں تاہم خون کے گروپس کی چار بنیادی اقسام ہیں یعنی (A, B, AB, O) طبی اصطلاح میں خون کے سرخ جرثوموں کو ان کی سطح پر مخصوص محلولات کی موجودگی کی بنیاد پر درجہ بند کرنا یہ درجہ بندی انتقال خون کے لئے لازمی ہے بیسویں صدی کے اوائل میں ماہرین طب نے یہ بات سمجھی کے اگر کسی مریض کو دوسرے

گروپ کاخون لگا دیا جائے تو اس کی موت واقع ہو جاتی ہے یعنی اگر کسی A گروپ کے حامل شخص کو B گروپ کاخون منتقل کر دیا جائے تو ایسی صورت میں اس شخص کا جسمانی نظام میں موجود اینٹی باڈیز اس نئے خون کے گروپ کے خلاف سخت ردعمل کا ظہار کریں گے جس کے نتیجے میں اس شخص کی موت واقع ہو جاتی ہے۔

کارل لینڈسٹر نے محفوظ انتقال خون کے اصول متعین کر کے بنی نوع نسانیت کی ایک بڑی خدمت کی ہے تاہم سٹینر کی اسی خدمت کے اعتراف میں 1930ء میں اس کو طب کا نوبل انعام بھی دیا گیا۔

ماہرین طب نے خون کے چار گروپس کو مزید ذیلی گروپس میں بھی تقسیم کیا ہے لیکن یہ بھی ایک حیران کن امر ہے کے دنیا میں پائے جانے والے آدھے سے زائد افراد کا خون کا گروپ O+ ہے۔

انسانی جسم میں خون بنانے کی اہم ترین ذمہ داری ہڈیوں میں موجود گودے (Bone marrow) کی ہے آکسیجن ہیمو گلوبن میں سرخ خلیات کے ساتھ متحد ہو کر خون کا رنگ سرخ بناتی ہے تاہم جسم کو آکسیجن مہیا کرنے کے لئے خون کے سرخ خلیات کی ساخت ایسی ہوتی ہے جو نہایت تنگ ترین خون کی نالیوں میں بھی پچک کر گزر جاتی ہیں۔

خون کی مختلف اقسام کی گروہ بندی کی اصل وجہ خون کے سرخ خلیات میں موجود حیاتیاتی مادوں یا نشانات ہیں جن کو (مارکرز) بھی کہا جاتا ہے اگر کسی انسان کے خون میں (A or B) مادے ہوں تو اس صورت میں خون کا گروپ بالترتیب A یا B ہو گا اگر کسی فرد میں یہ دونوں نشانات (مارکرز) پائے جائیں تو پھر ایسی صورت میں اس فرد کا خون کا گروپ AB+ ہو گا اور اگر ان دونوں مارکرز کی عدم موجودگی ہو تو ایسی صورت میں خون کا گروپ O+ ہو گا۔

تحقیق سے یہ بھی ثابت ہوا ہے کے ہر انسان کے خون میں ان نشانات (مارکرز) کے

خلاف اینٹی باڈیز بھی موجود ہوتے ہیں اینٹی باڈیز دراصل انسانی جسم میں اہم دفاعی نظام کی حفاظت کے ذمہ دار ہوتے ہیں ان کا یہ کام ہوتا ہے کے وہ جسم کے دفاعی خلیات کی پیداوار میں اپنا کردار ادا کرتے ہوئے بیماریوں کے خلاف لڑیں خون میں موجود سرخ خلیات کی وجہ سے ہی خون سرخ نظر آتا ہے لیکن ان خلیات کی اصل رنگت سرخ نہیں بلکہ زردی مائل سبز ہوتی ہے لیکن اپنی کثرت کی وجہ سے یہ ہمیں زرد کے بجائے سرخ نظر آتے ہیں تاہم ان سرخ خلیات کی تعداد ہمارے جسم میں (200-300) کھرب ہوتی ہے خون کے ان سرخ خلیات میں (60%) پانی ہوتا ہے اس کے ساتھ ساتھ خون میں ہیمو گلوبن نامی ایک پروٹین بھی پایا جاتا ہے جو خون میں آکسیجن کو جذب کرنے کی صلاحیت پیدا کرتا ہے یہ سرخ خلیات تمام جسم کو آکسیجن پہنچاتے ہیں اگر کسی وجہ سے خون میں ہیمو گلوبن کی تعداد کم ہو جائے تو آکسیجن کی جذبیت شدید متاثر ہو سکتی ہے دوسری جانب خون میں موجود سفید خلیات جسم کی حفاظت، بیماریوں سے بچاؤ اور جراثیموں کے حملے سے جسم کو بچاتے ہیں بالفاظ دیگر خون کے سفید خلیات جسم کے محافظ اور نگران ہوتے ہیں تاہم بیماری یا کسی بھی ہنگامی حالت میں خون کے یہ سفید خلیات نا صرف اپنی تعداد میں اضافہ کر لیتے ہیں بلکہ اس بیماری اور جراثیموں کی فوج سے لڑ کر انھیں بھگا بھی دیتے ہیں اللہ نے انسان کے جسم کی حفاظت انھیں خون کے سفید خلیات کے سپرد کی ہے دوسری جانب ایڈز یا کینسر جیسے موذی امراض انسانی جسم میں ان سفید خلیات کو آہستہ آہستہ کم یا ختم بھی کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے معمولی نوعیت کا نزلہ زکام بھی جان لیوا ثابت ہوتا ہے۔

خون میں جمنے والے عنصر کو کلوٹنگ فیکٹر (Cloting Factors) کہا جاتا ہے اس عنصر کی خون میں کمی کی صورت میں بعض اوقات معمولی زخم یا خراش سے اس قدر زیادہ خون بہہ جاتا ہے جو بسا اوقات موت کا سبب بھی بن سکتا ہے اسی طرح سے خون میں پلیٹ لیٹس (Platlets) بھی پائے جاتے ہیں جن کی کمی بھی بسا اوقات جان لیوا ثابت ہو سکتی ہے خاص طور پر ڈینگی بخار، ٹائیفائیڈ یا کسی بھی شدید نوعیت کی بیماری میں جسم میں پلیٹ لیٹس کی کمی واقع ہو جاتی

ہےاور اگر اس کمی کو بر وقت دور نہ کیا جائے توانسانی قیمتی جان جا سکتی ہے۔

خون میں تھر امبو سائٹس (Thrombo Cytes) نامی بار یک ذرات جن کی شکل گول یا بیضوی ہوتی ہے پائے جاتے ہیں انسانی خون میں ان کی تعداد اوسطاً (25 Trillion) ریکارڈ کی گئی ہے لیکن ان تھر امبوسائٹس کی زندگی کا دورانیہ محض چار دن ہے بعد ازاں

Bone Marrow دوبارہ اتنی ہی بڑی تعداد میں انھیں دوبارہ بنالیتا ہے انسانی جسم میں تھر امبوسائٹس کی اہم ترین ذمہ داری یہ ہے کہ اگر خون کی نالیوں میں کوئی زخم، چوٹ یا ٹوٹ پھوٹ ہو تو یہ تھر امبو سائٹس فوری امدادی کارروائی شروع کرتے ہوئے اس مقام کی مرمت کا کام شروع کر دیتے ہیں اگر بر وقت یہ مرمت کا کام نہ ہو تو خون رگوں میں سے رس رس کر تمام جسم میں پھیل جائے گا اکثر چوٹ لگنے کے بعد جسم پر نیل کا نشان بن جاتا ہے تاہم یہی تھر امبو سائٹس کروڑوں کی تعداد میں اس مقام پر پہنچ کر اپنے سائز کو (20) گنا زیادہ کرتے ہوئے ایک چپچپا مادہ خارج کرتے ہیں جس کی وجہ سے متاثرہ حصہ آہستہ آہستہ اپنی اصل حالت میں لوٹ آتا ہے ۔ایک اندازے کے مطابق ہر سیکنڈ میں خون کے دس لاکھ سرخ خلیات ختم ہوتے ہیں جو اگلے ہی لمحے پھر اتنی ہی بڑی تعداد میں پیدا بھی ہو جاتے ہیں ایک مکعب ملی میٹر خون میں ساٹھ لاکھ خلیات پائے جاتے ہیں جبکہ انسان کے ایک خلیہ کا اوسط طول ایک انچ کا (3250/1) حصہ ہے۔

خون جسم میں بننے والے ہارمونز کو جسم کی ضرورت کے مطابق انھیں مختلف مقامات پر منتقل کرتا ہے۔

انسانی جسم کا درجہ حرارت (36.89C) ہوتا ہے تاہم جسم کے درجہ حرارت کو کنٹرول رکھنے کی اہم ترین ذمہ داری بھی خون کی ہے یعنی سخت سردی یا سخت گرمی دونوں ہی شدید ترین موسم میں خون نا تو انسانی رگوں میں جمتا ہے اور نا ہی یہ جسم میں پگھلتا ہے۔

ایک نوجوان انسانی جسم میں اندازاً 4-5 liter خون پایا جاتا ہے جو ہر وقت جسم میں رواں دواں رہتا ہے۔

چند طبی حقائق:

۱۔نارمل بلڈ پریشر۔۔۔۔۔120/80

۲۔نبض۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔100-70

۳۔درجہ حرارت۔۔۔۔۔37-36.8

۴۔تنفس۔۔۔۔۔۔۔۔۔16-12

۵۔ہیمو گلوبن مرد۔۔۔۔۔18-13

۶۔ہیمو گلوبن خواتین۔۔۔۔16-11

۷۔پوٹاشئیم۔۔۔۔۔۔۔۔۔5-3

۸۔سوڈیئم۔۔۔۔۔۔۔۔۔145-135

۹۔ٹرائی گلیسرائیڈ۔۔۔۔۔۔220

۱۰۔جسم میں خون کی مقدار۔پی۔سی۔وی۔۔۔۔۔۔40-30%

۱۱۔شوگر(بچوں میں)۔۔۔۔۔۔130-70

۱۲۔شوگر بالغ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔115-70

۱۳۔خون ے سفید خلیات۔۔۔11000-4000

۱۴۔پلیٹلیٹس۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔400,000-150,000

۱۵۔خون کے سرخ خلیات۔۔۔6-4.50 ملین

۱۶۔کیلشئیم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔103-8.6 ملی گرام/ڈی ایل

۷۔انسانی جسم میں ہڈیوں کی اہمیت:

ہڈی یعنی (Bones) پروٹین کے فائبرز(کولاجن) کے ایک بڑے نیٹ ورک سے مل کر بنتی ہے جو کیلشئیم اور فاسفیٹ سے پر طاقت ور اور رجان دار ہوتی ہے تاہم ہر گزرتے سال میں ہڈی کا تقریباً(۱۰فیصد) حصہ بدل جاتا ہے یعنی ایک نیا مواد ہڈی میں اپنی جگہ بنالیتا ہے باالفاظ دیگرہڈی جسم کا وہ حصہ ہے جس میں مسلسل بدلاؤ واقع ہوتا رہتا ہے دوسری جانب ہڈی کے پرانے سیلز کی جگہ نئے سیلز بھی پیدا ہو جاتے ہیں اس طرح سے ہڈی میں مستقل بنیادوں پر تبدیلی واقع ہوتی رہتی ہے۔

ماہرین کے مطابق جسم کا(۹۹فیصد) کیلشئیم ہڈیوں اور دانتوں میں پایا جاتا ہے ایک بالغ انسانی ڈھانچہ(۲۰۶)ہڈیوں پر مشتمل ہے لیکن بچوں کے جسمانی ڈھانچے میں(۳۰۰)سے زائد ہڈیاں پائی جاتی ہیں تاہم بچے جیسے جیسے بڑے ہوتے ہیں کچھ ہڈیاں آپس میں مل کرا یک ہو جاتی ہیں۔ایک جوان انسان کے جسم میں(۲۰۶) ہڈیاں پائی جاتی ہیں۔

ہڈیوں کو طبی ماہرین نے دو اہم گروپس میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔ایکزیل ڈھانچہ (Axial Skeleton)

۲۔اپینڈ یکیولر ڈھانچہ (Appendicular Skeleton)

۱۔ایکزیل ڈھانچہ (Axial Skeleton)

اس میں شامل کھوپڑی یعنی(Skull)، سینے ی ہڈی یعنی (Strrnum)، پسلیاں یعنی(Ribs)اور ریڑھ کی ہڈیاں یعنی(vertebrac)شامل ہیں۔

۲۔اپینڈ یکیولر ڈھانچہ (Appendicular Skeleton)

اس میں شامل کندھے یعنی(Pectoral Gridle)، کولہے کی ہڈیاں یعنی (Pelvic Gridle)بازو اور ٹانگوں کی ہڈیاں شامل ہوتی ہیں۔

انسانی جسمانی ڈھانچہ جسم کئی اہم افعال سرانجام دیتا ہے جس میں شامل جسم کے بنیادی

ڈھانچے کی تکمیل اوراس کی مخصوص ساخت اوراس کی بناوٹ مختلف اندرونی اورناز ک اعضاء کی حفاظت اور عضلات کے تعاون سے جسم کومتحر ک ر کھنا غیرہ شامل ہے۔ہڈیوں میں پایا جانے والا گودا یعنی(Bone Marrow) بھی انسانی بقاء میں اہم کرداراداکرتا ہے کیونکہ جسم میں بننے والا خون ان ہی ہڈیوں کے گودے سے تیار ہوتا ہے ہڈیوں میں پایا جانے والا یہ گودا بہ وقت ضرورت خون کو مختلف معدنیات اور منرلز مثلاً کیلشیئم فاسفورس اور آئرن کی فراہمی میں بھی مدد دیتا ہے یہ انسانی جسمانی ڈھانچے کا ہی کمال ہے جو انسان کو سہارا، ساخت اور تحفظ کے ساتھ ساتھ حرکت میں بھی مدد دیتا ہے ہڈیوں کا ڈھانچہ قدرت کی صناعی کی ایک بہترین مثال ہے جسم کی ہڈی کا (۷۵ فیصد) حصہ ٹھوس اور (۲۵ فیصد) حصہ مسام دار یعنی اسفنج نما ہوتا ہے اسفنج نما ہڈیاں شہد کے چھتے کی مانند ہوتی ہیں یعنی اس میں چھوٹے چھوٹے بے شمار سوراخ ہوتے ہیں جس کا مطلب ہڈی کے وزن کو ہلکا اور طاقتور رکھنا ہے جسم میں پائی جانے والی بعض ہڈیاں ہڈیاں نہایت لچکدار ہوتی ہیں مثلاً پسلیوں کی ساخت پرا گرغور کیا جائے تو یہ معلوم ہوتا ہے کے پسلیوں کے پیچھے اللہ نے دل اور پھیپھڑوں کو محفوظ فرمایا ہے تا کہ ہر قسم کی چوٹ اور جھٹکوں سے نا صرف یہ نازک اعضاء محفوظ رہ سکیں بلکہ پھیپھڑوں کے سکڑنے اور پھیلنے کے عمل میں بھی اس کی مدد گار ثابت ہو سکیں تاہم یہی وجہ ہے کے انسان تا عمر نہایت آسانی سے سانس لیتا ہے لیکن حیرت انگیز امر یہ بھی ہے کے کچھ لوگوں کے جسم میں پسلیوں کا ایک اضافی جوڑا بھی پایا جاتا ہے انسان کے جسم کا سارا بوجھ براہ راست ہڈیوں پر پڑتا ہے تاہم اسی لئے ہڈیوں کی بناوٹ نہایت حیران کن ہے یعنی ہمارے جسم میں ہڈیاں نہایت ٹھوس حالت میں نہیں بلکہ ان میں خلا ہوتا ہے جو

(Bone Marrow) سے بھرا ہوتا ہے تاہم یہی وہ وجہ ہے جس کے سبب ہڈیوں میں لچک، پائیداری اور ہلکا پن ہوتا ہے بصورت دیگر اگر ہڈیاں ٹھوس ہوتیں تو یقیناً اُن کا وزن اٹھانا انسانی جسم کے لئے مشکل ہی نہیں نا ممکن ہو جاتا۔

ہڈی کاٹوٹنا:

ہڈیوں کے ٹوٹنے کے بعد جڑنے میں بھی قدرت کا حیرت انگیز نظام پوشیدہ ہے یعنی ہڈیوں کے ہلکے پن کی وجہ سے اگران میں ٹوٹ پھوٹ یا(Fracture)ہو تووہ بہت جلد جڑ جاتی ہیں ہڈیوں میں موجود قدرت کا اعلیٰ نظام اس کے ٹوٹ جانے کے بعد جلد جڑنے میں مدد دیتا ہے ہڈی کاٹوٹنا یا(Fracture)عام طور پر دو طریقے کا ہوتا ہے۔

ا۔پہلے طریقے میں ہڈی ٹوٹ کر جلد سے باہر نکل آتی ہے اس قسم کے فریکچر کو اوپن فریکچر کہا جاتا ہے۔

۲۔دوسرے طریقے میں ٹوٹی ہوئی ہڈی جلد کے اندر ہی رہتی ہے۔

ہڈی ٹوٹنے کے (۸۔٦) گھنٹے کے اندر اندر خون کا ایک(Clot)ٹوٹی ہوئی جگہ کو بھرنا شروع کر دیتا ہے دوسری جانب کولاجن فائبر زہڈی کے ٹوٹے ہوئے سروں کو آپس میں ملا کر جوڑنا شروع کر دیتی ہے تاہم مرمت شدہ ٹشوز میں سوجن پیدا ہو جاتی ہے جسے طبی اصطلاح میں (Callus) کہا جاتا ہے تاہم وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہڈی کے جڑنے کا عمل بدستور تیزی سے جاری رہتا ہے اس مرحلے میں اسفنج نما ہڈی مرمت کئے ہوئے ٹشوز کی جگہ لے لیتی ہے اور ٹوٹی ہوئی ہڈی کے بیرونی کناروں کے گرد ٹھوس ہڈی بننے لگتی ہے اس کے لئے ہڈیوں کا اپنی جگہ پر فٹ رہنا بہت ضروری ہے اسی وجہ سے ڈاکٹر زہڈی کے ٹوٹنے کی صورت میں اس پر پلستر لگاتے ہیں تا کہ وہ مستقل آرام دہ حالت میں بغیر کسی حرکت کے سا کن رہیں جس کی وجہ سے وہ چند مہینوں میں بالکل ٹھیک ہو جاتی ہیں بسا اوقات کسی حادثے میں ہڈیوں کو نا قابل تلافی نقصان سے بھی گزرنا پڑتا ہے تاہم ایسی کسی بھی صورت میں ڈاکٹرز مریض کو مصنوعی ہڈیوں اور آئرن راڈز کے ذریعے چلنے کے قابل بنا دیتے ہیں لیکن اگر ڈاکٹر سے ایک اسکر یو بھی اضافی لگ جائے تو نا صرف یہ کے مریض نا قابل بیان تکلیف سے گزرتا ہے بلکہ اس کو حرکت اور چلنے پھرنے میں بھی بہت اذیت سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

قابل غور امر یہ ہے کے اللہ تعالی کے اس عظیم الشان نظام میں نا کسی قسم کی کوئی کمی ہے اور نہ ہی کوئی کھوٹ اللہ نے ایک بے عیب، منظم، مستحکم اور متوازن نظام سے انسان کو نوازا ہے انسان ساری عمر بغیر کسی تکلیف کے چلتا، پھرتا، دوڑتا بھاگتا وزن اٹھاتا اور اونچائی کو سر کرتا ہے لیکن انسانوں کی بڑی تعداد کو اس نعمت عظمی کی موجودگی کا احساس تک نہیں ہوتا۔

ترکی کے معروف اسکالر ڈاکٹر ہارون یحیی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں صرف انسان کے کولہے کی ہڈی ایک ٹن وزن اٹھانے کی بے پناہ صلاحیت رکھتی ہے دوسری جانب انسان کے اٹھنے والا ہر قدم کی وجہ سے اس کی کولہے کی ہڈی پر تین گنا اضافی بوجھ ڈلتا ہے یہی نہیں بلکہ جب انسان ایک چھلانگ لگاتا ہے تو اس کی ہڈی کے ہر سینٹی میٹر پر (1400 kg) کا دباؤ پڑتا ہے۔۱۵

ماہرین کے مطابق اگر ایک ہی وزن کی ہڈی اور لوہے کی سلاخ کا موازنہ کیا جائے تو ہڈی کی طاقت لوہے سے پانچ گنا زیادہ ہو گی۔۱۶ انسانی جسم میں پائی جانے والی مختلف سائز کی (۲۰۶) ہڈیاں انسانی جسم کے عظیم نظام کو نا صرف کنٹرول کر رہی ہیں بلکہ انسان کی بقاء حفاظت اور اس کو متحرک رکھنے میں اپنا کردار بھی ادا کر رہی ہیں جسم میں موجود ہر ہڈی کی ساخت اور اس کی کارکردگی دوسری ہڈی سے نا صرف مختلف ہے بلکہ عمر کے مختلف مراحل میں ان کی جسامت، لچک، تناسب اور توازن میں بھی فرق دیکھا گیا ہے۔

ماہرین کے مطابق ہڈیوں میں لچک کے تناسب میں مختلف معدنی اجزاء اور منرلز بہت اہم کردار ادا کرتے ہیں دوسری جانب اچھی غذائی عادات بھی اچھی جسمانی صحت بالخصوص ہڈیوں کی عمدہ کارکردگی میں ایک اہم کردار ادا کرتے ہیں بالخصوص خواتین یا عمر رسیدہ افراد میں ہڈیوں کے بھربھرے پن کی بیماری دنیا بھر میں بہت عام ہے لیکن جو لوگ اپنی غذا میں باقاعدگی سے کیلشیئم اور وٹامن ڈی کا استعمال کرتے ہیں وہ ان بیماریوں اور صحت کے مسائل سے محفوظ رہتے ہیں۔

انسانی کاسہ سر یعنی (Skull) مختلف سائز کی (۲۲) چھوٹی بڑی ہڈیوں سے مل کر بنا ہے جس میں سے صرف (۱۴) ہڈیاں انسانی چہرے کی بناوٹ میں اپنا کردار ادا کرتی ہیں۔ قدرت

نے ان ہڈیوں پر نہایت خوبصورتی اور تناسب سے چہرے کے پٹھے تخلیق کئے ہیں تاہم ان ہڈیوں اور متوازن پٹھوں کی بدولت انسان مختلف تاثرات کا اظہار با آسانی کرتا ہے انسانی جسم میں پائی جانے والی ریڑھ کی ہڈی بھی قدرت کے عجائب میں شمار کی جاتی ہے۔

ماہرین کے مطابق دنیا کی اعلیٰ اور نفیس ایجادات بھی اللہ کی اس عظیم نشانی کے آگے ہیچ ہیں ریڑھ کی ہڈی (۳۳) مہروں پر مشتمل ہوتی ہے تاہم یہی وہ اہم ترین (۳۳) مہرے ہیں جو ہر انسان کی جسمانی ساخت کی بقاء اس کی مکمل حرکات، وزن اٹھانے اور دیگر امور کی انجام دہی میں اپنا اہم ترین کردار ادا کرتے ہیں ریڑھ کی ہڈی کی ساخت میں لچک نہایت اہم ہے اور اسی لچکدار اور مرمری بناوٹ کی وجہ سے انسان اٹھنے، بیٹھنے، جھکنے، اچھلنے، کودنے اور جسم کو مختلف سمتوں میں حرکت دینے اور مختلف نوعیت کے جھٹکوں کو برداشت کرنے کے قابل بنا تا ہے اگر ایسا نہ ہو تو ہر قدم کے اٹھائے جانے پر انسان اپنے دماغ میں شدید نوعیت کے جھٹکے اور دھماکے محسوس کرتے ہوئے کئی انتہائی نوعیت کے دماغی اور اعصابی نقصانات کے جن کا تصور بھی محال ہے سے گزرے گا انسانی کھوپڑی گردن کے سات مہروں پر ٹھہری ہوئی ہے انھی بے مثال مہروں کی بناوٹ کے سبب انسانی گردن مختلف اطراف میں تیزی سے حرکت کے قابل ہوتی ہے ریڑھ کی ہڈی کے مہروں میں اگر کوئی نقص، چوٹ، جھٹکا یا ان کی بناوٹ میں کسی قسم کا کوئی معمولی نقص بھی واقع ہو جائے تو انسان شدید درد اور تکلیف سے گزرتا ہے اور بسا اوقات نامناسب علاج کی وجہ سے وہ معذور بھی ہو جاتا ہے یہ معذوری، درد، تکلیف، بے خوابی، اضطراب اور بے بسی بعض اوقات اس نہج پر پہنچ جاتی ہے کہ انسان چلنا پھرنا تو در کنار معمولی سی حرکت کے قابل بھی نہیں رہتا اور لوگوں کے لئے مقام عبرت بن جاتا ہے دوسری جانب دنیا بھر کے اسپتال اس قسم کے مریضوں سے بھرے پڑے ہیں جسم انسانی میں ران کی ہڈی یعنی (Femur) سب سے لمبی اور مضبوط ترین ہڈی مانی جاتی ہے جبکہ درمیانی کان میں پائی جانے والی ہڈی (Ossicles) جسم کی سب سے مختصر ہڈی ہے یہ ہڈی آواز کی لہروں کو کان میں جانے میں اپنا اہم کردار ادا کرتی ہے۔

۸۔عضلات: Musles:

انسانی جسم میں پائے جانے والے (٦٠٠)عضلات جنھیں(Musles) کہا جاتا ہے وہ بھی انسان کی جسمانی حرکت میں اہم کردارادا کرتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ ہمارے جسم میں تقریباً (۲۰۰)جوڑ بھی پائے جاتے ہیں تاہم جسم کی ایک معمولی حرکت سے جسم کے کئی عضلاتی ریشے متحرک ہو جاتے ہیں۔

ماہرین کے مطابق اگر انسان اپنے تمام جسمانی عضلات کو ایک ساتھ استعمال کرتے ہوئے اندازاً(۲۵)ٹن وزن اٹھا سکتا ہے۔

ماہرین طب کے مطابق انسان جس قدر اپنے عضلات کو استعمال کرے گا اسی قدر اس کے جسمانی عضلات مضبوط ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کے ورزش اور جسمانی مشقت کرنے والے افراد توانا اور مضبوط جسم کے مالک ہوتے ہیں اس کے ساتھ ہی وہ سخت جسمانی مشقت کے باوجود جلد تھکن کا شکار نہیں ہوتے لیکن اس کے بر عکس آرام اور ورزش نہ کرنے والے افراد کے جسمانی عضلات کمزور ہوتے ہیں اور ایسے لوگ تھوڑے سے کام کے بعد جلد تھکن کا شکار ہو جاتے ہیں بہترین غذائی عادات اور ورزش کے سبب انسان اپنی عضلاتی کارکردگی کو بہتر بنا سکتا ہے دوسری جانب معمولی قد کاٹھ کے افراد بسا اوقات محیر العقول کارنامے بھی انجام دیتے ہیں ایسا ان افراد میں اپنے عضلات پر کنٹرول اور اس کی قوت اور کارکردگی میں اضافے کی وجہ سے ہوتا ہے اگر انسانی عضلات اپنی ذمہ داریوں سے انکار کر دیں تو انسان اپنی پلک جھپکانے کے بھی قابل نہیں رہتا جبکہ دوسرے امور تو خواب و خیال ہی ہو جائیں گے انسانی جسم میں (۲۰۰) سے زائد جوڑ پائے جاتے ہیں جو مختلف چھوٹی بڑی ہڈیوں سے مل کر نہایت مہارت اور نفاست سے جوڑے گئے ہیں دنیا کی بڑی بڑی مشینیں اور فیکٹریز اور کارخانے کے نظام انسانی جسم کے متبادل پیش نہیں کئے جا سکتے جبکہ مشینریز کو اپنی اعلیٰ کارکردگی کے لئے مستقل بنیادوں پر سروسز کی بھی ضرورت ہوتی ہے لیکن انسانی جسم اور اس کا نظام تادم بغیر لمحے بھر کے توقف کے مسلسل اپنی خدمات انجام

دیتا ہے۔

۹۔ جلد انسانی Human Skin:

جلد احساس لمس کا ذریعہ بھی ہے اور ہماری حفاظت کی ذمہ دار بھی ایک درمیانے قد کے انسان میں جلد کا وزن تقریباً چھ پونڈ کے قریب ہوتا ہے جلد کی بیرونی سطح کو ایپی ڈرمس (Epidermis) جبکہ اندرونی سطح کو ڈرمس (Dermis) کہا جاتا ہے اندرونی جلد کی زیریں سطح میں نئے خلیات کی پیدائش کا عمل مسلسل جاری رہتا ہے یہ نئے خلیات پرانے خلیات کو بیرونی سطح کی جانب دھکیلتے رہتے ہیں چنانچہ یہ خلیات جوں جوں اپنی جگہ سے بیرونی سطح کی طرف بڑھتے ہیں جلد کی اندرونی رطوبت سے محروم ہوتے جاتے ہیں جن پران کی زندگی کا انحصار ہے حتیٰ کے بیرونی سطح پر پہنچ کر یہ مردہ حالت میں جلد سے الگ ہو جاتے ہیں جلد کی بیرونی سطح ایپی ڈرمس (Epidermis) میں خون کی شریانیں نہیں ہوتیں ہیں اور جلد کا یہ حصہ عموماً مردہ خلیات سے بنتا ہے دوسری جانب دن بھر اربوں نئے خلیات کی پیدائش ہوتی ہے جبکہ اتنی ہی بڑی تعداد میں مردہ خلیات بھی جلد کی اوپری سطح پر آ کر جھڑتے رہتے ہیں ہمارے لباس پران مردہ خلیات ایک انبار ہوتا ہے جو بظاہر تو نظر نہیں آتے لیکن مائیکرو اسکوپ سے انھیں دیکھا جا سکتا ہے۔

انسانی جلد کا تقریباً ایک چوتھائی انچ انیس ملین خلیات پر مشتمل ہوتا ہے جس میں پسینے کے ۲۰ کروڑ گلینڈز بھی شامل ہیں اسی طرح سے ایک بالغ فرد کے جسم پر اندازاً تین لاکھ سے کر پانچ لاکھ تک بال ہوتے ہیں جبکہ جلد کے اندر (۱۹ افٹ) خون کی نالیاں بھی موجود ہوتی ہیں ایک انسانی جلد پر (19,000) مدافعتی خلیات اور تقریباً ۲۰ ملین خوردبینی بیکٹر یاز بھی پائے جاتے ہیں یہ ۲۰ ملین خوردبینی بیکٹر یاز بھی دو طرح کے ہوتے ہیں۔

۱۔ ایک وہ جو انسان کے لئے مضر صحت ہوں۔

۲۔ دوسرے انسان کی صحت کے لئے اچھے ہوں۔

طبی ماہرین کے مطابق یہ ۲۰ ملین بیکٹر یاز انسانی صحت کے لئے از حد ضروری ہیں انسان

کی جلد پر ایک نہایت حساس اعصابی خلیات پر مشتمل ایک جال بھی موجود ہوتا ہے جس کا مکمل کنٹرول دماغ کے پاس ہوتا ہے یہی وجہ ہے کے جلد مختلف احساسات اور لمس کو محسوس کرتی ہے مثلاً سردی، گرمی، نرمی، سختی اور کھردری اشیاء کی پہچان ہماری جلد با آسانی کر لیتی ہے انسانی جلد میں (دو لاکھ پچاس ہزار) سے زائد ایسے چھوٹے چھوٹے خانے بھی پائے جاتے ہیں جو انسان کو سرد اشیاء کو پہچاننے میں مدد دیتے ہیں دوسری جانب انسانی جلد تیز روشنی، آواز اور درجہ حرارت کے اثرات کو بھی جلد قبول کرتی ہے جس کی وجہ سے بعض اوقات انسان درد بھی محسوس کرتا ہے انسانی جلد کا اپنا ایک نہایت موثر اور مضبوط دفاعی اور مدافعتی نظام بھی ہے جو کے انسان کو مختلف حادثات، چوٹ اور زخم لگنے کی صورت میں امداد فراہم کرتا ہے یہی وجہ ہے کے جلد کے متاثر ہونے کی صورت میں جب یہ مدافعتی نظام اپنی بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کرتا ہے تو جسم میں تکلیف کا احساس پیدا ہوتا ہے کیونکہ جلد کی حساسیت فوراً ان تکالیف پر اپنا ریایکشن پیش کرتی ہیں اور انسان جیسے ہی تکلیف محسوس کرتا ہے وہ اس جانب متوجہ ہوتا ہے جلد میں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ تبدیلی واقع ہوتی رہتی ہے یہی وجہ ہے کے جسم پر موجود چوٹ یا زخموں کے نشانات وقت کے ساتھ ساتھ مندمل ہو جاتے ہیں۔

ماہرین تغذیہ جلد کی بہترین صحت کے لئے عمدہ غذا کے ساتھ ساتھ سورج کی روشنی بھی تجویز کرتے ہیں کیونکہ سورج کی روشنی وٹامن ڈی کا بہترین ماخذ ہے جو جلد کی تندرستی اور اس کی صحت کے برقرار رکھنے میں اپنا کردار ادا کرتی ہے وٹامن ڈی جسم میں کیلشئیم کے انجذاب میں بھی اہم کردار ادا کرتی ہے مردوں کے مقابلے میں خواتین کی جلد زیادہ نازک اور حساس ہوتی ہیں یہی وجہ ہے کے خواتین مردوں کے مقابلے میں جلد تغیرات کو قبول کرتی ہیں۔

طبی ماہرین کے مطابق اکثر کسی بھی بیماری کی علامات بھی جلد پر پہلے نمودار ہو جاتی ہیں مثلاً بخار میں جلد کا گرم ہونا، ہارٹ اٹیک کے وقت ٹھنڈے پسینے کا ہونا، ذیابطیس کے مریضوں کے پسینے سے گلوکوز کا اخراج، یرقان کے مریضوں کی جلد کا زرد ہونا، خسرہ یا چکن پاکس کی بیماری میں

دانوں کا جلد پر ظاہر ہونا، لو لگنے کی صورت میں پریکلی ہیٹ کا ہونا، سردیوں میں جلد کا خشک ہو کر پھٹنا، سخت گرمی میں جلد کا جھلسنا یا گرمی دانوں کا ہونا وغیرہ دوسری جانب انسان کے اندرونی احساسات اور جذبات بھی انسانی جلد پر نمودار ہوتے ہیں جیسے کے شرم سے چہرے کا سرخ ہو جانا، گھبراہٹ میں چہرے پر ہوائیوں کا اڑنا اور امتحانات کے موقع پر ہاتھ پیروں کا پھولنا وغیرہ۔

طبی ماہرین کے مطابق پسینے کا نکلنا بھی صحت کے لئے بہت ضروری ہے کیونکہ پسینے کے ذریعے جسم سے زہریلے مادوں کا اخراج ہوتا ہے انسانی جلد بڑھتی عمر کے اثرات کو بھی جلد قبول کرتی ہے جب ہی عمر رسیدہ افراد کے چہرے، گردن اور ہاتھوں پر جھریاں پڑ جاتی ہیں اور ان کے چہرے پر جوانوں جیسی فرحت اور شادابی نہیں رہتی۔

۱۰۔ انسانی پیر اور ہاتھ:

انسانی جسم میں پائے جانے والے پیر اپنی مخصوص بناوٹ کے اعتبار سے ایک منفرد حیثیت کے حامل ہیں انسانی پیر تاعمر انسان کے جسم کا بوجھ اٹھاتے ہیں دونوں پیروں میں (۵۲) ہڈیاں پائی جاتی ہیں جو انھیں مسلسل حرکت اور توازن بہم پہنچاتی ہیں تاہم دونوں پیر انسان کا بوجھ اٹھاتے ہیں لیکن اسے تھکن کا احساس نہیں ہونے دیتے۔

ماہرین طب کے مطابق انسانی پیروں میں پیچیدہ قسم کے اعصابی نظام پائے جاتے ہیں پیروں کی انگلیوں اور انگوٹھے میں بے شمار اعصاب پائے جاتے ہیں جبکہ ان انگلیوں اور انگوٹھوں کے آخری سرے پر کئی اعصاب کے سرے جن کو (Nerve Ends)) بھی کہا جاتا ہے وہ بھی پائے جاتے ہیں۔ گھٹنے کا جوڑ بھی قدرت کا ایک عجیب نمونہ ہے جو کے انسان کو چلنے، پھرنے، دوڑنے، بھاگنے، اٹھنے، بیٹھنے، کھیلنے اور کودنے میں مدد فراہم کرتا ہے گھٹنے کے جوڑ کے درمیان کولاجین (Collagen) نامی لچکدار فائبر کی ایک تہہ پائی جاتی ہے جس میں مائع ہوتا ہے یہ مائع جہاں ہڈیوں کے سروں کو چکنا رکھتے ہیں، وہیں یہ انھیں آپس میں رگڑنے سے بھی محفوظ رکھتے ہیں پیر کے تلووں میں بھی بے شمار اعصابی عضلات پائے جاتے ہیں تاہم کئی آرتھوپیڈک

سرجن اور ڈاکٹرز یہ بتاتے ہیں کے پیروں اور ہاتھوں کے یہ اعصابی عضلات مختلف بیماریوں کی نشاندھی کرتے ہیں اور انھیں پوائنٹس پر پریشر کے ذریعے ان بیماریوں کا علاج بھی کیا جاتا ہے ہاتھ کی ہتھیلیوں و رپیر کے تلوؤں میں کئی (Energy Zones) ہوتے ہیں جن کا تعلق کسی نا کسی جسمانی عضو سے ہوتا ہے عربی زبان میں ہاتھ کو (ید) اور انگلیوں کو

(اصابعہم) کہاجاتا ہے انسانی ہاتھوں میں کل دس انگلیاں پائی جاتی ہیں لیکن بسا اوقات کسی جنیاتی یا پیدائشی پیچیدگی و رنقص کی وجہ سے ان انگلیوں کی تعداد کم یا زیادہ بھی ہو سکتی ہے۔

ہر انگلی میں تین ہڈیاں پائی جاتی ہیں جنھیں سائنسی اصطلاح میں:

Proximal Phalanx -1

Middle Phalanx -2

Distal Phalanx -3

کہاجاتا ہے ان میں پہلے جوڑ کی یہ خاصیت ہے کے وہ انگلی اور ہاتھ کو آپس میں جوڑے رکھتا ہے تاہم ہر جوڑا یک نرم مسام دار مادے سے ڈھکا ہوتا ہے اسے سائنسی اصطلاح میں Articular Cartilage کہاجاتا ہے اسی مادے کی بناء پر جوڑ ہڈی کے ساتھ منسلک رہتا ہے اور اسی کی وجہ سے ہڈیاں آپس میں رگڑ سے محفوظ رہتی ہیں اور اسی مادے کی وجہ سے انگلیاں با آسانی متحرک رہتی ہیں انسانی ہاتھ میں پایا جانے والا انگوٹھا بھی اپنے اندر کئی حیرن کن انکشافات لئے ہوئے ہے تقریباً ڈیڑھ انچ کے اس انگوٹھے و حرکت میں رکھنے کے لئے (۸) نازک عضلات در کار ہوتے ہیں ان (۸) عضلات کی وجہ سے ہی انگوٹھا حرکت کر سکتا ہے انگوٹھے میں محوری حرکت جس کو (Rotation) کہتے ہیں کی اضافی صلاحیت بھی پائی جاتی ہے جو ایک مخصوص جوڑ (Carpometacarpal Joint) کی وجہ سے ہوتی ہے اسی کی بدولت انگوٹھا چیزوں کو پکڑنے یا دباؤ بڑھانے کی اضافی صلاحیت رکھتا ہے انسانی ہاتھ کے ایک مربع انچ میں ہزاروں اعصاب کے آخری سرے پائے جاتے ہیں بالخصوص انگلیوں اور پوروں میں کئی اعصابی جال

بچھے ہوتے ہیں۔ انسانی ہاتھ میں (۵۴) ہڈیاں پائی جاتی ہیں یعنی اللہ تعالی نے دونوں انسانی ہاتھوں کو ایک چوتھائی ہڈیوں سے مزین فرمایا ہے یہ ہاتھوں کی منفرد اور مخصوص بناوٹ ہی ہے کہ جس کی بدولت آج انسان نے ترقی کے بے شمار مراحل کو نا صرف کامیابی سے طے کیا بلکہ کئی سائنسی ایجادات، تعمیرات، خطاطی کے عمدہ شاہکار، پینٹنگز، کشیدہ کاری، سلائی کے بہترین نمونے کمپیوٹر جیسی حیران کن ایجادات، موبائل فونز، آٹو موبائلز، شپنگ انڈسٹریز، پہاڑ، سمندر، دریا، جنگلات، صحرا اور ویرانوں کو نا صرف رونقوں سے مزین کیا بلکہ اپنی بے مثال ہنر مندی سے کئی کارہائے نمایاں بھی انجام دیئے انسانی ہاتھوں کی یہ خوبی ہے کہ وہ بہت اور متواتر کام کرتی ہیں لیکن بہت کم تھکتی ہیں یہ انسانی ہاتھ کی ہی کارفرمائی ہے جس نے وجود انسانی کی بقاء اور تمدنی ارتقاء کو بام عروج پر پہنچایا انسانی دماغ میں پائے جانے والے عضلات انسان کے ہاتھ اور پیروں کی حرکات کو نا صرف کنٹرول کرتے ہیں بلکہ دماغ سے انھیں مختلف اور تیز رفتار پیغامات بھی پہنچاتے ہیں دماغ کا جو حصہ انسانی ہاتھ اور پیروں کی حرکات و سکنات کو کنٹرول کرتا ہے اس کو سائنسی اصطلاح میں موٹر کورٹیکس کہا جاتا ہے۔

انسان دنیا میں آنے سے قبل جب ابھی وہ چھ ہفتوں کا جنین تھا اسی وقت سے اس کے ہاتھ اور انگلیوں کے کٹاؤ کا عمل شروع ہو چکا تھا لیکن جنین اپنے تخلیق کے تیسرے ماہ میں میکانیکی انداز سے اپنے انگوٹھے کو منہ میں لینا اور چوسنا سیکھتا ہے چنانچہ جب وہ دنیا میں آتا ہے تو وہ انگوٹھے کے ذریعے نگلنے کے فن سے واقف اور آشنا ہوتا ہے۔

جیسے جیسے وہ دنیا میں مختلف فنون اور علوم میں کمال حاصل کرتا چلا جاتا ہے ویسے ویسے انگوٹھے کی قدر و قیمت میں بھی اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے لکھنے پڑھنے اٹھانے رکھنے اور اشیاء کو پکڑنے میں انگوٹھے سے گرفت مضبوط ہوتی ہے دوسری جانب قدرت نے انسان کے ہاتھ میں موجود انگلیوں کی ساخت، بناوٹ اور ان کی لمبائی، چوڑائی میں کچھ فعلیاتی فرق بھی رکھا ہے مثلاً انگشت شہادت جس کو (Index Finger) بھی کہا جاتا ہے اس انگلی میں اشیاء کو پکڑنے اور اس پر

اپنی گرفت کومضبوط کرنے کی ایک غیر معمولی صلاحیت پائی جاتی ہے تاہم دیگرانگلیاں بھی اس مضبوط گرفت میں اپنا کردار ادا کرتی ہیں۔

ماہرین کے مطابق دماغ اور ہاتھ کے اعصاب میں غیر معمولی ربط اور ہم آہنگی پائی جاتی ہے یہی وجہ ہے کے انسانی ہاتھ بہت سے مشکل اور بظاہر ناممکن کاموں کو نہایت آسانی سے انجام دے لیتے ہیں اسی دماغی اور ہاتھوں کی بہترین ہم آہنگی کے سبب بنی نوع انسانیت نے ایجادات واختراعات کاڈھیر لگا دیا جس میں ہر گزرتے دن کے ساتھ اضافہ ہو تا چلا جارہا ہے کیونکہ ہاتھوں میں موجود انگلیوں نے ذہن رسا کے قائم مقام کی حیثیت سے اپنے آپ کو نا صرف منوالیا بلکہ دیگر حیوانات میں اپنا ایک الگ مقام اور تشخص کو بھی قائم کرلیا۔دوسری جانب یہ خوبی انسان کے سوا دنیامیں بسنے والے کسی بھی ممالیہ میں نہیں پائی جاتی۔

انگلیوں کے نشانات: Fingerprinting:

تاریخی ریکارڈ کے مطابق فنگر پرنٹس کا استعمال پہلی مرتبہ اشوری تہذیب اور چینی تہذیب میں مختلف دستاویزات پر دستخط کے لئے کئے گئے فنگر پرنٹس کا پہلا جدید مطالعہ چیک فزیالوجسٹ جوہانس ایوینجلسٹا نے کیا جس نے 1823ء میں درجہ بندی کا ایک نظام تجویز کیا لیکن اس وقت اس پر بہت کم توجہ دی گئی انگلیوں کے نشانات حیرت انگیز طور پر تمام انسانوں کے ہاتھوں میں الگ اور منفرد ہوتے ہیں انگلیوں پر بننے والے مختلف ابھار جنھیں (Ridges) کہا جاتا ہے جبکہ کچھ نشانات خمیدہ یعنی (Grooves) بھی ہوتے ہیں جو مختلف پیٹرن بناتے ہیں یہ پیٹرن ہر انسان کی انگلیوں پر پیدائش سے قبل ہی ثبت کر دیا جاتا ہے جو تاعمر نہ بدل سکتا ہے اور نہ ہی کسی طریقے سے ان نشانات کو مٹایا جا سکتا ہے۔

دنیامیں اس وقت تقریباًساڑھے سات ارب انسان پائے جاتے ہیں جبکہ کھربوں انسان دنیا سے چلے گئے اور قیامت تک نہ جانے کتنے لوگ دنیامیں آئیں گے لیکن ان میں سے کسی دو انسان کے فنگر پرنٹس بھی نہ کبھی ایک جیسے تھے اور نہ ہوں گے یہ قدرت کی ہی کرشمہ سازی ہے کے

آدھ انچ کے انگلی کے پوروں پر بہترین صناعی کے شاہکار موجود ہیں جو ہر انسان کا قدرت کی طرف سے ایک علیحدہ پہچان اور تشخص ہونے کے ساتھ ہی اس کا ایک دستخط بھی ہے جو کسی صورت میں کبھی بھی بدلا نہیں جا سکتا۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

بَلٰی قَادِرِیْنَ عَلٰی اَنْ نُّسَوِّیَ بَنَانَہ۔ ۲؎

ترجمہ۔ ہم تو تمھاری انگلیوں کے پور پور کو درست بنانے پر قدرت رکھتے ہیں۔

انیسویں صدی کے آخر میں برطانوی سائنس دان سر فرانسس گالٹن نے فنگر پرنٹس کے استعمال کی تجویز دی جبکہ اسی موضوع پر اس کا لکھا ہوا تحقیقی مقالہ آج بھی فنگر پرنٹس کی شناخت کے اولین نظام کی بنیاد اور ماخذ تصور کیا جاتا ہے۔

1890ء میں پولیس افسر ایڈرو ڈ ہنری کی زیر قیادت بنگال، ہندوستان کی پولیس نے مجرمان کی شناخت کے لئے انگلیوں کے نشانات کے استعمال کو نا صرف شروع کیا بلکہ اس کی حمایت اور تائید بھی کی۔ ۳؎

حال ہی میں ویلش یونیورسٹی کے پروفیسر نیل میک مرے نے اپنے چند ساتھی سائنسدانوں کے ساتھ ایک تحقیق کی جس میں فنگر پرنٹس ٹیکنالوجی میں ایک نئی جہت یا پیش رفت سامنے آئی یعنی اب فنگر پرنٹس کی شناخت کے بعد کسی بھی شخص کی عمر، عادات و اطوار، نفسیات اور اس کے طور طریقوں کا بھی پتا لگا لیا جائے گا کیونکہ انگلیوں پر قدرت کی طرف سے یہ انمٹ نشانات ہر انسان کی شخصیت کے مکمل عکاس بھی ہیں۔

ماہرین کہتے ہیں دنیا میں موجود تقریباً (۸) ارب انسانوں کا گردونوں انگوٹھوں کو گن لیا جائے تو ان کی تعداد اندازاً (۱۶) ارب بنتی ہے ان (۱۶) ارب انگوٹھوں پر اللہ نے ایسا ڈیزائین بنایا ہے جو دوسرے ہر انسان سے الگ اور منفرد ہے۔

اسی حوالے سے ارشادِ خداوندی!

وَفِیٓ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ۔ ۴؎

ترجمہ۔ خود تمہاری نفسوں میں بھی پس کیا تم غور سے نہیں دیکھتے۔

حوالہ کتب:

۱۔ قرآنی آیات اور سائنسی حقائق۔ ڈاکٹر ہلوک نور باقی۔۔

۲۔ سورہ قیامہ۔ آیت ۴۔

۳۔ اردو سائنس انسائیکلوپیڈیا۔ مرتب اردو سائنس بورڈ۔ ص ۱۰۲۳۔ وزارت تعلیم حکومت پاکستان ۲۰۰۷ء۔

۴۔ سورہ ذاریات۔ آیت ۲۱۔

باب(۵):

حواس انسانی اوران کی اقسام

Types of Human Senses

تمام اشیاء کائنات میں حسیات پائی جاتی ہیں تاہم ہر شے کی حس یا کل حسیات دو رخوں پر قائم ہیں۔

۱۔ظاہری رخ۔۲۔باطنی رخ۔

۱۔ظاہری رخ کومکانیت کہتے ہیں۔

۲۔باطنی رخ کوزمانیت کہتے ہیں۔

انسائیکلوپیڈیا آف بریٹانیکا کے مطابق حسیات ایسے میکینز مز ہیں جن کے ذریعے سے جاندار اپنے داخلی یاخارجی ماحول سے ملنے والی تحریکات کے رد عمل میں اپنے اعضاء کو حرکت دیتے ہیں دوسری جانب توانائی(الیکٹریکل، میکینیکل اور کیمیائی) کا آپس میں تبادلہ بھی ہو تا ہے حواس ہر جگہ موجود ہوتے ہیں اور کسی بھی شے کو خواہ انسان ،جانور ،پودے،پرندے یا دیگر اشیاء کائنات ہوں انھیں حواس سے الگ یاخارج نہیں کیا جا سکتا ہے [۱]۔

عام مشاہدہ ہے کے جب تک جسم میں روح موجود ہے تواس وقت تک حواس بھی متحرک رہتے ہیں اور جیسے ہی روح انسانی جسم سے نکلتی ویسے ہی کل حواس و حسیات بھی انسان کاساتھ چھوڑ دیتے ہیں۔

علما باطن کہتے ہیں حواس اورحسیات کسی بھی فرد کے ذاتی صفات نہیں بلکہ کل حسیات کا تعلق روح انسانی سے ہے۔

ایک محتاط اندازے کے مطابق روح کے ۷۰،۰۰۰ پرت ہوتے ہیں اور ہر پرت مختلف

کیفیات، خصوصیات، رنگ و روپ سے عبارت ہوتے ہیں انسان بے شمار غلافوں سے مرکب ہے اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۔ ۲؎

ترجمہ۔ انسان ناقابل تذکرہ شے تھا، ہم نے اس کے اندر اپنی روح پھونک دی، تو وہ دیکھتا، سنتا اور محسوس کرتا انسان بن گیا۔

وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِه ۔ ۳؎

ترجمہ۔ ہم نے اس میں اپنی روح پھونک دی۔

مندرجہ بالا دونوں آیات نہایت اہمیت کی حامل آیات ہیں ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں ہم نے (انسان) کے اندر اپنی روح پھونک دی تو وہ دیکھتا، سنتا اور محسوس کرتا انسان بن گیا ۴؎

یعنی کل حسیات اور ان کی تحریکات روح کی مرہون منت ہیں جبکہ روح اللہ کا امر اور اذن ہے یعنی روح انسانی کی وجہ سے انسان دیکھتا، سنتا اور محسوس کرتا انسان بن گیا۔

باالفاظ دیگر روح نے اپنے لئے ایک میڈیم بنالیا اور اس میڈیم کو پروان چڑھا کر حواس بخش دئے گئے روح دراصل اللہ تعالیٰ کا ایک جز ہے اور اس جز میں اللہ کی وہ مشیت اور وہ تمام اوصاف و کمالات ہیں جس کا علم اللہ نے ودیعت کرنا پسند فرمایا اب یہ علم جز کو کس طرح سے حاصل ہو لیہ اللہ کا ایک راز ہے جس کو بیان نہیں کیا جا سکتا ہے۔

ہر انسان کے اندر تقریباً ساڑھے گیارہ ہزار لطائف یا جنریٹرز کام کرتے ہیں صوفیاء کرام جن پر اسمائے الہیہ کا انکشاف ہوا ہے وہ ان کی تعداد بھی تقریباً ساڑھے گیارہ ہزار ہی بتاتے ہیں اللہ کا ہر اسم اللہ کی ایک صفت اور ایک تجلی ہے یہی علم شاخ در شاخ لامحدود دائروں میں پھیل کر اللہ کی صفات کا مظہر بن جاتا ہر انسان کے اندر تقریباً ساڑھے گیارہ ہزار لطائف یا جنریٹرز کام کرتے

ہیں صوفیاء کرام جن پر اسمائےالٰہیہ کا انکشاف ہوا ہے وہ ان کی تعداد بھی تقریباً ساڑھے گیارہ ہزار ہی بتاتے ہیں اللہ کا ہر اسم اللہ کی ایک صفت اور ایک تجلی ہے ہر انسان کے اندر گیارہ ہزار حواس ہیں جنھیں گیارہ ہزار صلاحیتیں بھی کہا جا سکتا ہے انسان کی ہر صلاحیت ایک علم ہے اور یہ علم شاخ در شاخ لامحدود دائروں میں پھیل جاتا ہے ان گیارہ ہزار بنیادی صلاحیتوں کے استعمال کے لئے یقین کا ہونا بہت ضروری ہے اور یقین کا مطلب یہ ہے کے انسان کو یقین کا شعور حاصل ہو۔

روح کا ایک پرت ایسا بھی ہے جو انسان کو شک، وسوسہ اور بے یقینی سے دور کرتا ہے، روح کے اس پرت میں یہ صلاحیت موجود ہے کہ وہ انسان کے اندر یقین کی قوت اور صلاحیت کو نا صرف مضبوط و مستحکم کرتا ہے بلکہ اگر اس انسان کی مرکزیت اعلیٰ حواس کی طرف ہے تو اس پر یقین کے دروازے بھی کھل جاتے ہیں تاہم یقین جیسے جیسے مستحکم ہوتا جاتا ہے ویسے ویسے انسان پر انکشاف غیبی ہوتا جاتا ہے اور بلا آخر انسان غیب کی دنیا میں داخل ہو جاتا ہے اور پھر یقین کا وہ پیٹرن کھل جاتا ہے اور انسان یہ جان جاتا ہے کے مٹی کے ذرات سے بنے ہوئے اس گوشت پوست کے جسم کی حیثیت محض عارضی اور فانی ہے۔ ۵؎

اہل علم حضرات کا یہ ماننا ہے کے ابھی ایسے الفاظ ایجاد نہیں ہوئے ہیں جو احساس کو بیان کر سکیں کیونکہ احساس کی دنیا الفاظ کی دنیا سے بہت آگے ہے۔

حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی فرماتے ہیں! انسان کسی بھی حقیقت کو اس وقت تسلیم کرتا ہے جب حواس خمسہ کی تمام قوتیں اس پر گواہ ہو جائیں ۶؎

استغنیٰ

حضور قلندر بابا اولیا فرماتے ہیں! جو نور پوری کائنات میں پھیلتا ہے اس میں ہر قسم کی اطلاعات موجود ہوتی ہیں جو کائنات کے ذرے ذرے کو ملتی ہیں ان اطلاعات میں چکھنا، سونگھنا، سننا، دیکھنا، محسوس کرنا اور وہم و گمان شامل ہے زندگی کا ہر شعبہ، ہر حرکت اور ہر کیفیت کی کامل طرزیں اس میں موجود ہوتی ہیں ان اطلاعات کو صحیح طریقے سے وصول کرنے کا صرف ایک ہی

طریقہ ہے کے انسان مکمل طور پر استغنیٰ رکھتا ہو۔ ۷؎

حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی فرماتے ہیں! جن حواس سے انسان کشش ثقل میں مقید چیزوں کو دیکھتے ہیں اس کا نا شعور ہے اور جن حواس میں ہم کشش ثقل سے آزاد ہو جاتے ہیں اس کا نام لا شعور ہے شعور اور لا شعور کو ہم ایک صفحہ کے دو حصے بھی کہہ سکتے ہیں یا ایک صفحہ کے دونوں جانب لکھی ہوئی تحریر ہیں عام انسان کو صفحہ کی ایک جانب لکھی ہوئی تحریر واضح اور صاف نظر آتی ہے دوسری جانب لکھی ہوئی تحریر مٹی ہوئی اور غیر واضح دکھتی ہے تاہم روحانی انسان کو صفحہ کے دونوں جانب لکھی ہوئی تحریر صاف نظر آتی ہیں انسان کے شعوری حواس میں کام کرنے والی لہریں مثلث یعنی (Triangle) ہیں جبکہ لاشعوری حواس میں کام کرنے والی لہریں (Circle) ہوتی ہیں شعوری حواس میں انسان (Time and Space) میں قید ہوتا ہے جبکہ اپنے لاشعوری حواس میں انسان (Space) کی گرفت سے آزاد ہو کر (Time) میں سفر کرتا ہے۔ ۸؎

حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی فرماتے ہیں! زندگی کی تمام صفات اور تمام اطلاعات جسمانی وجود کے ساتھ منسلک رہتی ہیں عام طور پر ہماری آنکھیں انھیں دیکھ نہیں سکتی لیکن جب ان کی ضرورت پیش آتی ہے تو وہ سامنے آجاتی ہیں ظاہری حواس ان صفات کو دیکھ نہیں سکتے لیکن ان صفات کے وجود سے انکار ناممکن ہے صفات کی یہ سطح روشنی کی دنیا میں مکمل خدوخال کے ساتھ موجود رہتی ہیں لہروں کے ذریعے یا خلیات کے کیمیاوی عناصر کی معرفت یہ نظام حرکت کرتا ہے۔ ۹؎

حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی فرماتے ہیں! انسان کسی بھی حقیقت کو اس وقت تسلیم کرتا ہے جب حواس خمسہ کی قوتیں اس پر گواہ ہو جائیں۔ ۱۰؎

دن اور رات کے حواس: Circadian rythm:

دن اور رات کے حواس کے حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

تُوْلِجُ الَّيْلَ فِى النَّـهَارِ وَتُوْلِجُ النَّـهَارَ فِى الَّيْلِ ۖ وَتُخْرِجُ الْحَىَّ مِنَ الْمَيِّتِ

وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ ۱۱ ؎

ترجمہ۔ وہ رات کو دن میں پروتا ہے اور دن کو رات میں جاندار میں سے بے جان نکالتا ہے اور بے جان میں سے جاندار اور جسے چاہتا ہے بے حساب رزق عطا کرتا ہے۔

قرآن کریم نوع انسانی پر یہ واضح کرتا ہے کے خواب اور بیداری کے حواس باہم ایک دوسرے کے ساتھ پیوست اور چپکے ہوئے ہیں جس طرح سے ایک ورق جس کا اگلا اور پچھلا حصہ اگرچہ اسی ورق کا حصہ ہوتے ہیں لیکن وہ دونوں ایک دوسرے سے الگ اور منفرد ہوتے ہیں لیکن وہ دونوں صحیفے ایک ساتھ رہنے کی وجہ سے یک جان ہیں۔

انسان کے اندر کام کرنے والے حواس چاہے خواب کے ہوں یا بیداری کے ان دونوں حواس میں ایک باہمی ربط موجود ہوتا ہے کیونکہ یہ ایک ہی عبارت ہے جو دو الگ الگ صفحات پر تحریر ہے جس کی وجہ سے وہ بظاہر دو حصوں میں منقسم تو نظر آتی ہے لیکن در اصل وہ ایک ہیں انسان نے ان میں سے ایک حس کو اپنے اوپر مسلط کر کے اپنے آپ کو خود ہی اس حس میں مقید کر لیا ہے جبکہ دوسری حس کو حس غیب سمجھ کر نظر انداز کر دیا۔

دن کے حواس:

علماء باطن یہ فرماتے ہیں ہر انسان کے اندر گیارہ ہزار حواس یا گیارہ ہزار صلاحیتیں پائی جاتی ہیں ان گیارہ ہزار حسیات میں سے ساڑھے پانچ ہزار حسیات یا صلاحیتیں دن میں اور ساڑھے پانچ ہزار حسیات یا صلاحیتیں رات میں کام کرتی ہیں۔

دن کے حواس مظاہر ہیں جو کے انسان کو پابند اور مقید کرتے ہیں یہی وہ حواس ہیں جو انسان کو اسفل کی جانب دھکیلتے ہیں اور اللہ اور بندے میں دوری پیدا کرتے ہیں۔

رات کے حواس:

رات کے حواس فرد میں آزادی خود مختاری اور اللہ قرب عطا کرتے ہیں ان حواس کو اہل علم نے غیب کہا ہے اور قرآن اسے لیل یعنی رات کہہ کر متعارف کروا رہی ہے تاہم یہی وہ رات کے

حواس ہیں جوانسان کو غیب سے متعارف کرواتے ہیں۔

واصف علی واصف فرماتے ہیں! رات کو روح کے حجابات اٹھتے ہیں انسان کی روح رات کو انسان سے ہم کلام ہوتی ہے خود شناسی اور خود فہمی کے مراحل رات کو آسان ہوتے ہیں رات بہت بڑا راز ہے۔

ا۔ حس بصارت: Sense of Vision:

نظر:

نظر کو ایک کائناتی شعور کہا جاسکتا ہے یہ جس مقام اور جس نقطہ میں جلوہ گر ہوتی ہے اس میں اس کی طرز ایک ہی ہوتی ہے یعنی انسان، جانور، پرندے، درخت، پھول، پودے، چاند، سورج، ستارے اور کل اشیاء کائنات پانی کو پانی اور لوہے کو لوہا ہی دیکھتے اور سمجھتے ہیں بالکل اسی طرح سے جس طرح سے پانی یا لوہا انسان، جانور، پرندے، درخت اور دیگر اشیاء کائنات کو اسی نگاہ سے دیکھتے ہیں جو ان کی اصل حقیقت ہے یہی نہیں بلکہ کائنات میں پھیلے ہوئے تمام مناظر اسی قانون کے پابند ہیں کل کائنات اور اس میں موجود ہر ذرے میں ایک ہی نظر کام کر رہی ہے جس میں کہیں اور کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں اور ایسا ابتدائے آفرینش سے ہی ہو رہا ہے نظر زمانیت اور مکانیت کی نفی کرتی ہے یہ رنگ اور بے رنگ سے اوراء ہے یہ نظر ازل سے ابد تک کسی لمحہ یا کسی ذرہ کی گہرائی میں ایک ہی صفت رکھتی ہے جو شعور کا مرکزی نقطہ یا کائنات کی اصل حقیقت ہے۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَم۔ ۱۲؎

ترجمہ۔ انسان کو علم سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔

یہاں سکھانے سے مراد ودیعت کرنا یا شعور میں پیوست کرنا ہے موجودات میں جو کچھ بھی ہے اس کا سمجھنا اور جاننا انسان کے علاوہ کسی اور کے بس کی بات نہیں کیونکہ یہ خصوصی علم اللہ تعالی نے حضرت آدم کو تفویض کیا اور یہی خصوصی علم لاشعور کا علم بھی کہلاتا ہے کل اشیائے کائنات شعور رکھتی

ہیں مثلاًانسان،جانور ،پرندےاور درختوں کوجب پیاس لگتی ہے تووہ اپنی پیاس پانی سے بجھاتے ہیں یعنی یہ طے ہوا کے شعوری اعتبار سےان میں ہم آہنگی پائی جاتی ہے کیو نکہ کائنات میں ایک ہی شعور کام کر رہاہے۔بصر سے مراد قوت بینائی ہے۔

ابن فارس نے لکھاہےاس کے بنیادی معنی کسی چیز کوجان لینے کے ہیں۔

صاحب مصباح نے کہابصراس روشنی کو کہتےہیں جس سے آنکھ نظر آنے والی چیزوں کادراک حاصل کرتی ہے اس کےعلاوہ بصر کےایک معنی کسی چیزکےدل میں اتر جانے کے بھی ہیں الہٰذایہ معنی حصول علم،قوت ادراک اور ذہانت وفطانت کے لئے بھی مستعمل ہیں لفظ بصیرت وسیع معنوں میں استعمال ہو تاہے جیسے کے حجت،دلیل،یقین،ارادہ اور عبرت وغیرہ۔۱۳؎

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيٓ أَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ۔۱۴؎

ترجمہ۔جومیرے ذکر(درس نصیحت)سے منہ موڑے گا اس کے لئے دنیامیں تنگ زندگی ہو گی اور قیامت کے روز ہم اسے اندھا اٹھائیں گے وہ کہے گا پروردگار دنیامیں تومیں آنکھوں والا تھا یہاں مجھے اندھا کیوں اٹھایا؟

وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْـِٕدَةً ۖ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۔۱۵؎

ترجمہ۔ہم نےان لو گوں کوان باتوں میں قدرت دی تھی کہ تمھیں ان باتوں میں قدرت نہیں دی اور ہم نے انہیں کان اور آنکھیں اوردل دیے تھے،پھر نہ توان کے کان ہی کام آئے اور نہ ان کی آنکھیں ہی کام آئیں اور نہ ان کےدل ہی کچھ کام آئے کیو نکہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار ہی کرتے رہے اور جس عذاب کاوہ ٹھٹھا اڑایا کرتے تھےان پر آن پڑا۔

ان آیات کوبیان کرنے کامقصدیہ ہے کے نظراور بصر کے فرق کی وضاحت کر دی جائے بصیرت

سے مراد وحی الٰہی کی روشنی میں ہدایت اور رہنمائی حاصل کرنا کیونکہ مومن صاحب بصیرت ہوتا ہے اور اسی بصیرت کے سبب وہ اشیاء کی حقیقت کو جان لیتا ہے۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّیْ مَلَكٌ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤی اِلَیَّ قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَالْبَصِیْرُ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ۔۱۶؎

ترجمہ ۔ اے محمد ﷺ! ان سے کہیے میں تم سے یہ نہیں کہتا کے میرے پاس اللہ کے خزآنے ہیں اور نہ ہی میں غیب کا علم رکھتا ہوں اور نہ ہی میں فرشتہ ہوں میں تو صرف اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر نازل کی جاتی ہے پھر ان سے پوچھو کے کیا اندھے اور دو آنکھوں والے برابر ہو سکتے ہیں؟ اور کیا تم غور نہیں کرتے؟

جہاں تک بصر اور بصیرت کا تعلق ہے تو یہ حس نہایت طاقتور حس تصور کی جاتی ہے اس کا تعلق آنکھ سے ہے جس کے پس پردہ نہایت حساس اور منظم بصارت نظام کام کرتا ہے لیکن انسان میں دیکھنے کی حد بھی محدود ہے جبکہ شہد کی مکھی اور ائے بنفشی شعاعیں جسے Ultra Voilet Rays بھی کہتے ہیں اس کو بھی با آسانی دیکھ لیتی ہیں اسی طرح سے انسان کے مقابلے میں شاہین کی آنکھ کسی بھی چیز کو آٹھ گنا بڑا دیکھتی ہے آسمان کی بلندیوں پر محو پرواز پرندے بھی اپنی قوی بصارت کے سبب زمین پر موجود بہت باریک دانے دنکے دیکھ لیتے ہیں۔

سائنسی تحقیقات سے یہ بات ثابت ہو چکی کے انسانی حسیات دیگر جانداروں کے مقابلے میں محدود اور کمزور ہیں یہ ایک اٹل حقیقت ہے کے حواس کا ۸۵ فیصد کائناتی ادراک بصارت کے ذریعے سے ہی حاصل ہوتا ہے۔

اہل روحانیت اور علمائے باطن کی نظر میں روز الست انسان کو سب سے پہلے نگاہ منتقل ہوئی تاہم انسان نگاہ کے سوا کچھ بھی نہیں۔

رومی کہتے ہیں انسان نگاہ ہے باقی سب فکشن ہے، نگاہ یہ ہے کے انسان اس بات سے واقف ہے کے میں مخلوق ہوں اور میرا بنانے والا اللہ ہے جب تک آدم کی نظر اللہ کی ربوبیت کے اوپر نہیں ٹھہری تھی اس کی حیثیت صرف احساس کی تھی لیکن جب اس کی نگاہ اللہ تعالیٰ پر ٹھہر گئی تو اس کی حیثیت علم کی ہو گئی اور اس کے اندر سننے اور دیکھنے کے حواس پیدا ہو گئے۔

اگر چہ دیکھنے کی بھی دو طرزیں ہیں ا۔ اشیاء کا ظاہر دیکھنا۔ ۲۔ اشیاء کا باطن دیکھنا۔ یعنی (اشیاء کی حقیقت کا ادراک)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر ایک دعا مانگا کرتے تھے اے اللہ! تو مجھے اشیاء کی حقیقت کا علم عطا فرما روحانی نقطہ نظر سے باہر دیکھنا دیکھنا نہیں انسان کی نگاہ پہلے کسی عکس کو لوٹا کر ذہن کی اسکرین پر نقش کرتی ہے اس کے بعد انسان اس چیز کو دیکھتا ہے ایک دیکھنا یہ کے ہمارے سامنے کوئی چیز رکھی ہوا اور ہم اس کو دیکھ رہے ہیں جبکہ دوسرا دیکھنا یہ ہے کے سامنے رکھی ہوئی چیز کا عکس ہمارے لاشعور پر نقش ہو رہا ہے اور ہم اسے دیکھ رہے ہیں براہ راست طرز نگاہ یہ ہے کے ہم اپنی روح کے دیکھنے کو دیکھ رہے ہیں یہی وجہ ہے کے جب انسان مر جاتا ہے تو اس کی آنکھ کی پتلی ساکت ہو جاتی ہے اور سب کچھ موجود ہونے کے باوجود مرنے والا دیکھنے سے قاصر رہتا ہے اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کے جس چیز کے اوپر عکس منتقل ہو رہا تھا اس عکس کا علم ہمیں موصول نہیں ہو رہا کیونکہ جسم سے روح نکل چکی ہے۔

ایک اندازے کے مطابق ایک انسانی آنکھ میں ایک کھرب سے زائد روشنی قبول کرنے والے ریشے پائے جاتے ہیں یہ تعداد ان ستاروں کے برابر ہے جو ملکی وے نامی کہکشاں میں ہے روشنی جب کسی شے سے ٹکرا کر ہماری آنکھوں کی پتلی سے گزرتی ہے تو اس کے پردے یعنی Retina پر پڑتی ہے تو ہمیں وہ شے دکھائی دیتی ہے شے کی بیرونی ساخت کے ساتھ ساتھ ہمیں اس کے رنگ بھی دکھائی دیتے ہیں رنگ کے دیکھنے میں بھی تین چیزیں کارفرما ہیں ا۔ شے پر پڑنے والی شعاعیں۔ ۲۔ شے کی ساخت۔ ۳۔ انسانی آنکھوں کا پردہ۔

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

ثُمَّ سَوّٰاهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ۔۱۷

ترجمہ۔اس نے انسان کو ٹھیک کیا اور اس میں اپنی روح پھونک دی اور تمھارے لئے کان اور آنکھیں اور دل پیدا کئے لیکن تم بہت ہی کم شکر کرتے ہو۔

جنات انسان کو اس لئے نظر نہیں آتے کیونکہ انسان کا ویژن بہت محدود ہے اس کائنات میں موجود Electromagnetic Spectrum کے مطابق روشنی کی درج ذیل ۱۹ اقسام ہیں جس میں سے انسانی آنکھ صرف ایک قسم کی روشنی کو دیکھنے کے قابل ہے جو سات روشنیوں پر مشتمل ہے۔روشنی کی درج ذیل کچھ اقسام یہ ہیں۔

۱۔Gamma Vision اگر انسان Gamma Vision میں دیکھنے کے قابل ہو جائے تو وہ دنیا میں موجود ریڈی ایشن کو دیکھنے کے قابل ہو جائے گا تاہم اگر انسان X-Rays کو دیکھنے کے قابل ہو جائے تو پھر اس میں موٹی سے موٹی دیوار کے اس پار بھی دیکھنے کی اہلیت پیدا ہو جائے گی۔

۲۔ Infrared-Vision اگر انسان Infrered Vision میں دیکھنے کے قابل ہو جاے گا تو پھر وہ با آسانی مختلف اجسام سے نکلنے والی حرارت کو بھی دیکھ سکے گا سانپ اور کئی جانور Infrared-Vision میں دیکھ سکتے ہیں۔

۳۔Ultraviolet-Vision اگر انسان Ultraviolet-Vision میں دیکھنے کے لائق ہو جائے گا تو پھر اس کے لئے انرجی کو دیکھنا کچھ مشکل نہ ہو گا شہد کی مکھی کو اللہ نے یہ صلاحیت عطا فرمائی ہے کے وہ Ultraviolet-Vision رکھتی ہے۔

۴۔Microwave-Vision بھی روشنی کی ایک قسم ہے۔

۵۔Radiowave-Vision بھی روشنی کی ایک قسم ہے۔

تمام اشیاء کائنات کو اگر ایک میٹر کے اندر سمو دیا جائے تو انسانی آنکھ صرف ۳۰۰ نینو میٹر کے اندر موجود چیزوں کو ہی دیکھ پائے گی جس کا آسان مطلب یہ ہے کہ ہم کائنات کا صرف 0.0000003% فیصد حصہ ہی دیکھنے کے قابل ہوں گے تاہم انسانی آنکھ کو دکھائی دینے والی روشنی Visible Light کہلاتی ہے جبکہ یہ الٹراوائیلٹ اور انفراریڈ کے درمیان پایا جانے والا بہت چھوٹا حصہ ہے۔

ہماری کائنات اور دنیا میں اللہ کی پیدا کردہ کئی مخلوقات کا Visual-Spectrum انسانی Visual- Spectrum سے بہت مختلف ہے دنیا میں سب سے زیادہ رنگ مینٹس شرمپ کی آنکھیں دیکھ سکتی ہیں تاہم الو رات کے گھپ اندھیرے میں بھی رنگوں کو اسی طرح سے دیکھ سکتا ہے جس طرح سے انسان کسی بھی رنگ کو دن میں دیکھنے کی صلاحیت رکھتا ہے امریکن کک نامی ایک پرندہ ایک ہی وقت میں ۳۶۰ ڈگری کا منظر بھی دیکھ سکتا ہے گھریلو بکری ۳۲۰ ڈگری تک کا ویو با آسانی دیکھ لیتی ہے، گرگٹ ایک ہی وقت میں دو مختلف سمتوں میں دیکھنے کی اہلیت رکھتا ہے۔ افریقہ میں پایا جانے والا prongs نامی ہرن ایک صاف رات میں سیاروں کے گرد موجود دائرہ ں کو بخوبی دیکھ سکتا ہے تاہم انسانی کی حس بصارت دیگر مخلوقات سے مقابلے میں محدود اور کمزور ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے جب تم مرغ کی آواز سنو تو اللہ سے اس کا فضل مانگو کیونکہ مرغ اس وقت بولتا ہے جب وہ فرشتے کو دیکھتا ہے اور تم جب کسی گدھے کی رینکنے کی آواز سنو تو اللہ سے شیطان مردود سے پناہ مانگو کیونکہ گدھا شیطان کو دیکھ کر رینکتا ہے۔

تاہم جب مرغ کی آنکھ کا تجزیہ کیا گیا تو یہ جان کر بڑی حیرت ہوئی کے مرغ کی آنکھ انسانی آنکھ سے دو اعتبار سے زیادہ بہتر ہے۔

ا۔ مرغ کی آنکھ میں پانچ اقسام کے Light receptors پائے جاتے ہیں جبکہ انسانی آنکھ میں صرف دو اقسام کے

Light receptors پائے جاتے ہیں۔

۲۔دوسری خاصیت Fovea ہے جو کے انتہائی تیزی سے گزر جانے والی کسی بھی چیز کو با آسانی دیکھنے کے بعد پہچاننے کی صلاحیت ہے اسی طرح سے گدھے کی آنکھ میں انسانی آنکھ کی بہ نسبت رنگوں کو پہچاننے کی حیرت انگیز صلاحیت موجود ہے اور اس کی آنکھ میں rods کا ریشو بھی زیادہ ہے اسی وجہ سے گدھا رات کی تاریکی میں درختوں کے سایے کو بھی پہچان لیتا ہے بالفاظ دیگر ایک گدھے کی آنکھ میں رات کی تاریکی میں اندھیرے کو دیکھنے اور پہچاننے کی مکمل صلاحیت پائی جاتی ہے۔

۱۸۰۳ء میں ڈالٹن نامی ایک سائنسدان نے ایک تھیوری پیش کی تھی کے کسی مادے کی سب سے چھوٹی اکائی کو ایٹم کہتے ہیں تا ہم اس تھیوری پر ۱۰۰ سال بعد تھامسن نامی ایک سائنسدان نے مزید یہ بتایا کے ایٹم کے گرد مزید چھوٹے ذرات بھی موجود ہوتے ہیں جنھیں الیکٹرانز کہتے ہیں تا ہم اگلے سات سال بعد ردرفورڈ ایٹم کا نیوکلیس بھی دریافت کیا گیا پھر بوہر نامی سائنسدان نے یہ بتایا کے الیکٹرانز ایٹم کے گرد گھومتے ہیں اور دس سال بعد ۱۹۲۶ء میں شورڈنگر نامی ایک سائنسدان نے ایٹم کے اندر بھی مختلف اقسام کی انرجی کے بادلوں کو دریافت یا جو چیز ۲۰۰ سال پہلے ایک تھیوری تھی آج وہ ایک حقیقت ہے تا ہم آج ہم ایٹم کی ساخت سے بھی واقف ہیں جبکہ ایٹم کو آنکھ سے دیکھنا اب تک ممکن نہ ہو سکا۔

String thepry نامی ایک تھیوری ۱۹۶۰ء میں پیش کی گئی جس میں یہ بتایا گیا کے عالمین میں تقریباً 10D ہیں یعنی گیارہ ڈائی مینشن زہیں اگر چہ اب تک سائنسدانوں نے صرف 3D کا ہی سراغ لگایا ہے۔

جس طرح سے انسان کی حرکت آگے پیچھے دائیں، بائیں اور اوپر نیچے ہو سکتی ہے اس کو سائنسی زبان میں 3D یعنی three Dimensio کہتے ہیں تا ہم سائنس دان اب تک 3D کو ہی دریافت کر پائے ہیں جبکہ ہماری دنیا اور ہمارا عالم انھی تین ڈائی مینشن کے اندر مقید ہیں لیکن

string theory کے مطابق 3D کے بجائے 10D ہیں جو درج ذیل ہے۔
۱۔ پہلی ڈائی مینشن میں تو انسان آگے پیچھے حرکت کرتا ہے۔
۲۔ دوسری میں آپ دائیں اور بائیں حرکت کر سکتے ہیں۔
۳۔ انسان اوپر نیچے حرکت کر سکتا ہے تاہم سائنسدانوں کے مطابق یہی ہماری دنیا اور عالم ہے۔
۴۔ اگر انسان چوتھی ڈائی مینشن میں داخل ہو جائے تو وہ وقت میں سفر کر سکتا ہے۔
۵۔ اس ڈائی مینشن میں انسان اس عالم سے نکل کر دوسرے عالم میں داخل ہو جائے گا جس کو عالم ارواح کہتے ہیں۔
۶۔ اس ڈائی مینشن میں انسان دو یا دو سے زائد عالمین میں متحرک ہو جائے گا۔
یعنی۔ ۱۔ عالم اسباب۔ ۲۔ عالم ارواح۔
۳۔ عالم برزخ۔
۷۔ اس ڈائی مینشن میں انسان جب انسان داخل ہو گا تو وہ کائنات کی تخلیق سے قبل کے دور یعنی بگ بینگ کے دور میں داخل ہو جائے گا۔
۸۔ یہ ڈائی مینشن انسان کو اس کی تخلیق سے قبل کے مختلف ادوار میں لے جائے گا۔
۹۔ نواں ڈائی مینشن ایسے عالمین کا ایک ہو گا جہاں فزکس کے اصول کے مطابق تمام چیزیں اور عالمین ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہوں گے اور ممکن ہے وہاں کا ایک دن ہمارے دنیاوی دن کے پچاس ہزار برس کے برابر ہو۔
۱۰۔ دسویں ڈائی مینشن میں انسان اس عالم میں پہنچ جائے گا جہاں وہ جس چیز کا تصور کرے گا اس کو وہ چیز حاصل ہو جائے گی ممکن ہے یہ عالم جنت ہو جس کے لئے اللہ نے فرمایا انسان کو وہ سب حاصل ہو جائے گا جس کی وہ تمنا کرے گا۔ (ماخوذ)
اس حوالے سے امام غزالی فرماتے ہیں نظر کے معنی یہ ہیں کے جس شے پر تم نظر ڈالو اس شے کے اندر تمھیں اللہ نظر آجائے۔

اسی کلیہ کی وضاحت میں حضور قلندربابا اولیاءفرماتے ہیں ہم کیونکہ روشنی کے ذریعے دیکھتے، سنتے سمجھتے اور چھوتے ہیں اور روشنی ہمیں حواس منتقل کرتی ہے بالفاظ دیگر جن حواس کے ذریعے ہمیں کسی شے کا علم حاصل ہوتا ہے وہ دراصل روشنی ہے اگر روشنی درمیان میں سے حذف ہو جائے تو ہمارے حواس بھی حذف ہو جائیں گے اس وقت نہ تو ہم خود اپنے مشاہدے میں ہوں گے اور نہ ہی کوئی دوسری شے ہمارے مشاہدے میں باقی رہے گی مثال اگر کوئی مصور سفید کاغذ پر رنگ بھر کے درمیان میں ایک کبوتر کی جگہ چھوڑدے پھر وہ کاغذ دکھا کر پوچھا جائے کے یہ کیا ہے؟ تو یقیناً لوگ کہیں گے کے یہ ایک سفید کبوتر ہے بالکل اسی طرح سے اللہ تعالی کے نور نے کائنات کا احاطہ کیا ہوا ہے اور کائنات کا ہر ذرہ بصورت خلاء اللہ تعالی کے نور میں واقع ہے لیکن دیکھنے والوں کو خدا کا نور نظر نہیں آتا ہے بلکہ اس شے کا خلاء نظر آتا ہے جس کو وہ چاند، سورج، زمین، آسمان، انسان اور جانور وغیرہ کہتا ہے۔ ۱۸؎

اس حوالے سے رومی کہتے ہیں انبیاء انسانیت کاملہ کی چشم بصیرت اور ان کی آنکھ کی پتلی ہیں جس میں تمام افلاک سماجاتے ہیں اور انبیاء کی بصیرت کے متعلق آنکھ کی پتلی سے بہتر تشبیہ نہیں ہو سکتی کیونکہ انسان کے معنیٰ آنکھ کی پتلی کے ہیں محی الدین ابن عربی 'فصوص الحکم میں فصل آدم میں فرماتے ہیں آدم کو انسان اس لئے کہتے ہیں کے وہ خدا کی آنکھ کی پتلی ہے جس سے خدا اپنی تجلیات ومخلوقات کا مشاہدہ کرتا ہے۔ ۱۹؎

بقول شاعر!

ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشا کرے کوئی ہے دیکھنا تو دیدہ دل وا کرے کوئی

آپ مزید کہتے ہیں انسان کا ایک ظاہری جسم ہے مگر حقیقت میں وہ ایک روح ہے جو جسم کے ہر خلیے میں دور کر رہی ہے حتیٰ کے آنکھوں کی بصارت بھی روح کی مرہون منت ہے تاہم انسانی آنکھ تمام خارجی مظاہر کا نظارہ تو کرتی ہے لیکن وہ اپنی روح کو دیکھ نہیں سکتی جو بصارت کا سرچشمہ ہے ۲۰؎۔ بقول شاعر!

ڈھونڈ تاپھر تاہوں خود اپنی بصارت کی حدود   کھو گئی ہیں میری نظریں میری بینائی میں

حضرت امام شافعیؒ نے نظر تیز کرنے کے حوالے سے فرمایا ہے چار چیزیں انسانی نگاہ کو تیز کرتی ہیں:

ا خانہ کعبہ کو دیکھنا۔ ۲۔سوتے وقت سرمہ لگانا۔ ۳۔سبزہ دیکھنا۔ ۴۔صاف جگہ بیٹھنا۔

حس سماعت: Auditory Senses:

کائنات کی ابتدا لفظ کن جبکہ انتہاء صور پھونکے جانے کی آواز سے ہو گی قابل غور نکتہ آواز کی طاقت اور اس کی اثر پذیری کے کمال کا ہے کیونکہ اللہ نے جب کن کہا تو کائنات اور اس میں موجود تمام مخلوقات اسی انداز سے ظاہر ہو گئیں جو اللہ کے ارادے میں تھی لہذا یہ بات طے ہے کے سارا عالم اللہ کے پاک کلام کی آواز کی تجلی سے منور اور روشن ہے اللہ تعالی نے تمام نوع انسانی کو ان کی تخلیق کے اولین ادوار میں جب وہ ارواح کی شکل میں آسمانوں میں قیام پذیر تھیں کو مخاطب کر کے یہ کہا تھا اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ ۔۲۱؎

یعنی کیا میں تمھارا رب ہوں؟ تو کائنات میں روز الست انسانی سماعت سب سے پہلے متحرک ہوئی اور انسان نے سب سے پہلی آواز اللہ کی سنی لیکن دنیا میں آنے سے قبل بھی انسان جب ابھی جنین کی حالت میں تھا تو اس کی قوت سماعت حس بصارت سے پہلے پیدا کی گئی یعنی جنین میں حس سماعت پندرھویں ہفتے سے شروع ہو کر بیسویں ہفتے میں پختہ ہوتی ہے جبکہ پچیسویں ہفتے میں جنین مختلف آوازوں پر اپنے ردعمل کا اظہار بھی کرتا ہے اور دلچسپ امر یہ ہے کے وہ اپنی ماں کی آواز سے بہت مانوس ہوتا ہے جسے وہ علیحدہ سے شناخت کرتا ہے۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَاللّٰہُ اَخْرَجَکُمْ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّھٰتِکُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَیْئًا وَّجَعَلَ لَکُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَۃَ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ۔۲۲؎

ترجمہ۔ اللہ نے تم کو تمھاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا اس حالت میں کے تم کچھ نہ جانتے تھے اس

نے تمھیں کان دیئے، آنکھیں دیں اور سوچنے کے لئے دل دیئے تا کہ تم شکر گزار بنو۔
اسی حوالے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد پاک ہے!
میرا چہرہ اس ذات کے لئے سجدہ ریز ہوا جس نے پیدا کیا اور اپنی قوت اور طاقت سے کان اور آنکھیں بنائیں۔

یہاں قابل غور امر یہ ہے کے آیت قرآن میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد میں انسانی سماعت کا ذکر بصارت سے پہلے کیا ہے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کے انسان کی سماعتی قوت دیگر جانداروں کے مقابلے میں کمزور ہے۔ بجو ۱۶ ہرٹز سے ۵۰۰۰ ہرٹز تک کی آواز بخوبی سن لیتا ہے تاہم کتے، بلیاں اور لومڑیاں ۶۰،۰۰۰ ہرٹز تک کی آوازیں با آسانی سن لیتے ہیں اسی طرح سے چوہے، چمگادڑ، وہیل مچھلی اور ڈولفن ۱،۰۰۰۰۰ (ایک لاکھ) ہرٹز کی آوازیں سن لیتے ہیں ان جانداروں کے کان کی بناوٹ میں بھی واضح فرق پایا جاتا ہے جبکہ انسان آواز کو اس کی فریکوئینسی کی وجہ سے سن پاتے ہیں یعنی ہم کم سے کم ۲۰ اور زیادہ سے زیادہ ۲۰،۰۰۰ ہرٹز کی آوازیں سن پاتے ہیں کیونکہ یہ وہ آوازیں ہیں جو کان کے پردے پر ارتعاش پیدا کر سکتی ہیں ۲۰ ہرٹز کی رینج سے کم یا ۲۰،۰۰۰ ہرٹز کی رینج سے زائد فریکوئنسی کی آوازیں ہمارے کان کے پردے پر ارتعاش نہیں کرتیں۔

یہ بھی ایک دلچسپ حقیقت ہے کے آواز کبھی فنا نہیں ہوتی بلکہ یہ فضا میں محفوظ رہتی ہے، آواز ایک طاقت و توانائی ہے اگرچہ کائنات کی بنیاد بھی ایک آواز 'کن' پر ہی قائم ہے، شیریں آواز کے انسانی روح پر پڑنے والے پر کیف اور پرسوز اثرات کے ضمن میں رومی اپنی مثنوی میں بڑے دلنشین پیرائے میں بانسری کی تشبیہ بیان کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں تاہم خلیفہ عبدالحکیم کے مطابق رومی اپنی مثنوی کا آغاز ہی بانسری کی مدھ بھری آواز کی انسانی روح پر پڑنے والے اثرات سے کرتے ہیں کیونکہ بانسری کا مضمون ان کی تمام مثنوی و رتمام تصوف کا لب لباب ہے ان کی مثنوی کے ان ابتدائی اشعار کا تعلق باقی مثنوی سے بالکل ایسا ہی ہے جیسا کے سورہ الفاتحہ کو قرآن سے،

جس طرح سے تمام قرآن اور اسلام کا عطر سورہ الفاتحہ میں موجود ہے بالکل اسی طرح سے بانسری کے اشعار میں، جو کے مثنوی کی تمہید ہیں ان کا تمام تصوف اور فلسفہ ایک لڑی میں پرو دیا گیا ہے۔ موسیقی کی نسبت انسانوں کا عام تجربہ یہ ہے کہ وہ جس قدر درد انگیز اور سوز و گداز سے لبریز ہو گی اسی قدر وہ انسانی روح کو متاثر کرے گی جبکہ موسیقی سے متعلق مختلف اہل علم، حکماء صوفیاء اور ماہرین نفسیات کے الگ الگ نظریات ہیں ان میں سے کچھ اہل علم کا تو اس بات پر یقین کامل ہے کے ایک خاص قسم کی موسیقی کے ذریعے سے انسان اپنی روحانی ماہیت بلکہ وہ ماہیت حیات جو کائنات میں غوطہ زن ہے کو استوار کر سکتا ہے اگر چہ اس قسم کا عرفان نہ تو حواس سے حاصل ہو سکتا ہے اور نہ ہی عقل و استدلال سے بعض اوقات انسانی حواس اور معقولات محض سطح حیات پر ہی تیرتے رہ جاتے ہیں، یا یوں کہیے کے وہ ہستی کے حجاب و نقاب ہیں تاہم عارف کے لئے یہ پردے بھی ساز کے پردے بن جاتے ہیں لہذا موسیقی انسان کو اسی جسمانی واسطے سے روحانی عالم میں پہنچا دیتی ہے آگے چل کر رومی خود ہی حیرت سے یہ فرماتے ہیں کے رباب کو دیکھو اس کے تار، لکڑی اور پوست سب ہی مادی ہیں لیکن جہاں مضراب نے اس میں ارتعاش پیدا کیا فوراً ہی روح انسانی اس سے متاثر ہونا شروع ہو جاتی ہے لیکن بانسری سے جو عارف رومی نے مضامین پیدا کئے ہیں وہ کسی اور ساز سے پیدا نہ ہو سکے، ہندومت میں بھی بانسری سے روحانیت کے تعلق کو اہم حیثیت حاصل ہے، جب ہی مختلف تصاویر میں کرشن چندر اکثر بانسری بجاتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں رومی کے خیال میں بانسری کی لے میں موجود سوز و گداز سے ایک ایسی حسرت ٹپکتی ہے جو ناقابل بیان ہے وہ اس کی وضاحت میں یہ کہتے ہیں تمام انسانی ارواح خداوند جلال کی ہستی مطلق سے سرزد ہوئی ہیں لہذا ہر انسانی روح اپنی اصل کی طرف عود یعنی وصال چاہتی ہے۔
موسیقی اپنی کیفیات کے اعتبار سے جامع اضداد ہے لہذا اس میں ہمیں غم انگیزی و غم گساری اور ذوق فراق و وصال کا ملاپ نظر آتا ہے تاہم روحانی موسیقی تقریباً ہر مذہب میں ہی جزو عبادت شمار کی جاتی ہے اسی وجہ سے موسیقی کو روح کی غذا کہا جاتا ہے اگر چہ تمام اعمال کا دار و مدار انسان کی

نیت پر ہے ،لہٰذا سماع کے جائز اور نا جائز ہونے پر بھی صوفیاء کے درمیان ایک عرصے تک مباحثہ جاری رہا لیکن بہترین جواب وہی ہے جو کے رومی نے دیا سماع راست جائز اور سماع ناراست ناجائز پھر سماع راست کے لئے بھی دو شرائط ہیں۔

ا۔سننے والا جذبات عالیہ سے مزین ہو۔ ۲۔اور موسیقی انسانی اعلیٰ روحانی جذبات کو ترقی دے دوسری جانب قرآن کریم کی خوش الحانی سے تلاوت بھی ایک خوبصورت اور دلنشین موسیقی ہے۔ ۲۳؎

۳۔حس شامہ: Olfactory Senses:

ناک انسانی چہرے کا ایک نہایت اہم اور قابل توجہ عضو ہے ناک کی ایک صلاحیت یہ بھی ہے کے وہ آواز میں گہرائی ور خوبصورتی پیدا کرتی ہے تاہم ناک میں موجود اندرونی پردہ آواز کی خوبصورتی میں ایک مخصوص کردار ادا کرتے ہیں اس کے ذریعے سے دماغ کو روشنی منتقل ہوتی ہے اور پورے جسم کو آکسیجن حاصل ہوتی ہے جبکہ کاربن ڈائی آکسائیڈ کا اخراج بھی عمل میں آتا ہے۔

ناک کے خاص فرائض میں صفائی کے کام کو بڑا دخل ہے یہ پھیپھڑوں کے لئے ہوا کو صاف، مرطوب، گرم اور موزوں بناتی ہے ہر انسان روزآنہ تقریباً (۵۰۰ مکعب فٹ) ہوا ناک کے ذریعے سے جسم میں داخل کرتا ہے یہ ہوا کی اتنی بڑی مقدار ہے کہ جس سے ایک بڑا کمرہ بھرا جا سکتا ہے موسم چاہے کتنا سخت سرد اور خشک ہو لیکن اس کے باوجود یہ اہم ترین عضو موسم کی سختی اور خشکی کے باوجود پھیپھڑوں کو گرم ورمرطوب ہو فراہم کرتا ہے کیونکہ پھیپھڑوں کو خشک ہوا درکار نہیں۔ پھیپھڑے صرف وہ ہوا قبول کرتے ہیں جس میں (۸۰ فیصد) رطوبت ہو اور جس کا درجہ حرارت (۹۰ فارن ہائیٹ) سے زائد ہو اس کے ساتھ ساتھ پھیپھڑوں کو جراثیم سے پاک دھوئیں ور گرد وغبار اور دیگر آلودگیوں سے پاک صاف ہوا درکار ہوتی ہے ایسی ہو فراہم کرنے کے لئے ایک معمولی ائیر کنڈیشنر بھی ایک پیچیدہ نظام لئے ہوتا ہے جس کو بجلی کی طاقت سے چلایا جاتا ہے جبکہ انسانی جسم میں تخلیق کیا گیا عضو جس کو ناک کہتے ہیں وہ ہماری پیدائش سے لے

کرموت تک بغیر کسی وقفے کے مستقل ہمارے پھیپھڑوں کو گرم مرطوب اور جراثیم آلودگیوں سے پاک ہوا ہمہ وقت فراہم کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالی نے اس عضو کو اس طریقے سے مجتمع یعنی (Integrated) کیا ہے وہ صرف چند انچ لمبائی لئے ہوئے ہے لیکن کس قدر زبردست کام میں ہمہ وقت لگا ہوا ہے۔

ناک ہوا کو مرطوب بنانے کے لئے تقریباً چوتھائی گیلن نمی روزآنہ پیدا کرتی ہے اس کے علاوہ ہوا کو صاف کرنا اور اس میں سے زہریلے مادوں کو الگ کرنا اس کے ساتھ ساتھ جراثیم کو پھیپھڑوں تک جانے سے روکنے کا پیچیدہ عمل ناک کے اندر موجود باریک بال کرتے ہیں یہ بال ایک خوردبینی جھاڑو کا کام انجام دیتے ہیں اس جھاڑو کے اندر بے شمار غیر مرئی (نظر نا آنے والے) روئیں ہوتے ہیں جو ہوا کو جراثیم سے پاک کرتے ہیں تاکہ پھیپھڑوں اور معدے تک مضر صحت جراثیم نہ پہنچ سکیں یہ نہ صرف جراثیم کو ہلاک کرتے ہیں بلکہ مشینی انداز میں انھیں پکڑتے بھی ہیں اس کے ساتھ ہی ان غیر مرئی رووں کے پاس ایک دفاعی ذریعہ بھی موجود ہوتا ہے جس کو انگریزی میں (Lysozium) کہتے ہیں اس دفاعی ذریعے سے ناک اور آنکھوں کو کئی قسم کے انفیکشن سے محفوظ رکھتی ہے دنیا بھر کے مسلمان دن میں پانچ مرتبہ دوران وضو اپنی ناک کو بھی پانی سے صاف کرتے ہیں جس کی وجہ سے نا صرف ناک صاف رہتی ہے بلکہ بے شمار مضر صحت جراثیم سے بھی جسم محفوظ رہتا ہے۔

انسانی جسم میں ناک کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے کیونکہ ناک کے ذریعے سے لی جانے والی مکمل سانس انسان کو کئی اقسام کی بیماریوں سے محفوظ اور مامون رکھتی ہے لیکن یہ بھی مقام افسوس ہے کہ ہم میں سے بیشتر افراد صحیح طرح سے سانس لینے کے طریقے سے ہی واقف نہیں جس کی وجہ سے وہ کئی جسمانی، ذہنی، دماغی اور نفسیاتی عوارض کا شکار ہیں۔ حس شامہ کا تعلق سونگھنے سے ہے ناک میں خاص قسم کے اعصابی جال ہوتے ہیں جنھیں

(Olfactor Nerves) کہا جاتا ہے۔

طبی ماہرین کے مطابق انسانی ناک میں تقریباً (پچاس لاکھ) حسی خلیات پائے جاتے ہیں جنھیں طبی اصطلاح میں (Olfactory Cells) کہا جاتا ہے، انسانی ناک میں تقریباً (دو کروڑ) ایسے سیلز پائے جاتے ہیں جن کی مدد سے انسانی ناک تقریباً (ایک ٹریلین) سے زائد خوشبو اور بدبو کا پتا چلا سکتی ہے لیکن جانوروں کی حس شامہ انسانوں سے زیادہ سریع الاثر اور تیز ہوتی ہے جب ہی کچھ جانوروں کے حسی خلیات کی تعداد (بیس کروڑ) سے بھی متجاوز ہوتی ہے۔

۴۔ حس تنفس: Sense of Respiration:

کائنات میں پائے جانے والے تمام ذی نفوس کی زندگی کا دارومدار سانس پر ہے انسان کی طرح دیگر مخلوقات بھی سانس لیتے ہیں جن میں شامل جانور، پرندے، حشرات الارض، زمین، آسمان، درخت، پہاڑ، دریا، سمندر، صبح و شام حتیٰ کے جنت اور جہنم کے بھی سانس کے دورانیے مخصوص مختلف، متعین اور مقرر ہیں لیکن ان میں سے اکثر کے سانس کے دورانیے کے بارے میں عام طور پر انسان بے خبر ہی رہتا ہے۔

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ۔

ترجمہ۔ قسم ہے صبح کی جب وہ پیٹ بھر کر سانس لیتی ہے۔

وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ۔ ۲۴؂

ترجمہ۔ اور صبح کی جب وہ روشن ہو جائے۔

اسی حوالے سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نماز کو ٹھنڈے اوقات میں پڑھا کرو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کے سانس لینے سے پیدا ہوتی ہے۔ ۲۵؂

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جہنم نے اپنے رب کے حضور شکایت کی اور کہا کے میرے رب میرے ہی بعض حصوں نے بعض کو کھا لیا ہے تو پھر اللہ تعالی نے اسے دو سانسوں کی اجازت دی ایک سانس جاڑے میں اور ایک سانس گرمی میں لہٰذا تم

انتہائی گرمی اور انتہائی سردی جب محسوس کرتے ہو تو یہ (اسی جہنم کے سانس لینے کا نتیجہ ہیں)۔ ۲۶؎

حضرت عبد اللہ بن عباس ؓ روایت کرتے ہیں ، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بخار کو زمزم کے پانی سے ٹھنڈا کر لیا کرو کیونکہ بخار جہنم کی سانس کے اثر سے ہوتا ہے اس لئے اسے پانی سے ٹھنڈا کر لیا کرو۔ ۲۷؎

اسی طرح سے بلند و بالا پہاڑ پیدا بھی ہوتے ہیں اور وقت کے ساتھ ساتھ جوان بھی یہی نہیں بلکہ وہ بھی ہر ذی روح کی طرح سانس لیتے ہیں تخلیقی فارمولوں میں پہاڑ کی تخلیق اور نشو نما کا فارمولا مختلف ہے بظاہر پہاڑوں کو دیکھ کر یہ لگتا ہے کے وہ ایک جگہ جمے ہوئے ہیں لیکن ان کے اندر بھی ہر وقت قانون حرکت کام کر تا رہتا ہے ایک نارمل انسان ایک منٹ میں اندازاً بیس مرتبہ سانس لیتا ہے لیکن پہاڑ اپنا ایک سانس پندرہ منٹ میں مکمل کرتا ہے بالکل اسی طرح باقی مخلوقات کی سانس کی معین مقداریں الگ الگ ہیں ۔ ۲۸؎

انسان 24 گھنٹوں میں (چوبیس ہزار نو سو بیس) مرتبہ سانس لیتا ہے ایک سال میں ایک انسان اندازاً (نو ارب) مرتبہ سانس لیتا ہے ایک چھوٹا بچہ ایک منٹ میں ۲۰۔۳۰ مرتبہ سانس لیتا ہے ، جوان انسان حالت آرام میں ایک منٹ میں تقریباً ۱۲۔۲۰ مرتبہ سانس لیتا ہے تاہم ایک محتاط اندازے کے مطابق وہ ایک دن میں تقریباً سترہ ہزار سے تیس ہزار تک سانس لیتا ہے سائنسی تحقیق کے مطابق اگر انسان کچھ لمحات کے لئے بھی آکسیجن کی ترسیل سے محروم رہ جائے تو اس کے دماغ میں کام کرنے والے کھربوں خلیات کا عمل منقطع ہو جاتا ہے سارے جسم کے نظام کا انحصار آکسیجن پر ہے ، آکسیجن کی ایک بڑی مقدار انسانی دماغ کے ایک حصے میں ہر وقت موجود رہتی ہے یہ وہی دماغی حصہ ہے جو دل کی دھڑکن اور عمل تنفس کو کنٹرول کرتا ہے حقیقتاً کسی بھی انسان کی موت اسی وقت واقع ہوتی ہے جب اس کے دماغ کے اس حصے سے آکسیجن کا مکمل خاتمہ ہو جائے دل کی حرکت بند ہو جانے سے اگر موت واقع ہو جائے اور دماغ کے اندر

آ کسیجن کا ذخیرہ موجود رہے تو اس عمل کو موت نہیں بلکہ طبی اصطلاح میں سکتہ کہتے ہیں انسان عام طور پر ناک کے ذریعے سانس لیتے ہیں لیکن کچھ انسان منہ کے ذریعے بھی سانس لیتے ہیں۔
انسانوں کے مقابلے میں جانوروں کی حسیات زیادہ تیز اور حساس ہوتی ہیں ایک تحقیق کے مطابق جانوروں کی حسی خلیات کی تعداد ۲۰ کروڑ سے زائد بتائی جاتی ہے سانس کی باقاعدہ مشق کرنے والے ناک کے راستے کو سانس کی قدرتی گزر گاہ قرار دیتے ہیں ناک کے سیدھے نتھنے والے سانس کو مثبت یعنی سولر کرنٹ یا شمسی لہر کہا جاتا ہے جبکہ الٹے نتھنے سے لئے جانے والے سانس کو لیونر کرنٹ یا قمری لہر کہا جاتا ہے ہر سانس کے ساتھ طاقت کے کروڑوں ایٹمز ہمارے جسم میں داخل ہوتے ہیں جبکہ ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ کاربن ڈائی آ کسائیڈ کی بڑی مقدار ہمارے جسم سے خارج ہوتی ہے۔
انسانی جسم میں ناک ایک انتہائی اہم عضو ہے اس کی ایک صلاحیت تو یہ ہے کہ اس کی وجہ سے آواز میں حسن، خوبصورتی اور گہرائی پیدا ہوتی ہے۔ اس کے ذریعے دماغ کو روشنی منتقل ہوتی ہے اور یہ پورے جسم کو آ کسیجن مہیا کرنے کے ساتھ ساتھ کاربن ڈائی آ کسائیڈ کے اخراج میں بھی معاون ومددگار ہوتی ہے۔
ناک کے فرائض میں صفائی کے کاموں کا بڑا عمل دخل ہوتا ہے یہ پھیپھڑوں کے لئے ہوا کو صاف، مرطوب، گرم اور موزوں بناتی ہے ہر انسان روز آنہ تقریباً ۵۰۰ مکعب فٹ ہوا ناک کے ذریعے جسم میں داخل کرتا ہے یہ ہوا کی اتنی بڑی مقدار ہے جس سے ایک بڑا کمرہ بھر سکتا ہے موسم چاہے کتنا بھی گرم، سرد یا خشک ہو لیکن یہ اہم عضو پھیپھڑوں کو گرم اور مرطوب ہوا ہی فراہم کرتا ہے کیونکہ پھیپھڑوں کو خشک ہوا درکار نہیں جبکہ پھیپھڑے صرف وہی ہوا قبول کرتے ہیں جس میں ۸۰ فیصد رطوبت شامل ہو اور اس کا درجہ حرارت ۹۰ فارن ہائیٹ سے زائد ہو اس کے ساتھ ہی پھیپھڑوں کو جراثیم دھوئیں، گرد وغبار اور آلودگی سے پاک اور صاف ہوا درکار ہوتی ہے ناک ہوا کو مرطوب رکھنے کے لئے روز آنہ تقریباً چوتھائی گیلن نمی خود پیدا کرتی ہے تاہم ہوا کو صاف کرنا اس

میں موجود جراثیموں کا خاتمہ اور زہریلے مادوں سے پھیپھڑوں کو محفوظ کرنے کا نظام اپنے اندر انتہائی پیچیدگی لئے ہوئے ہے ناک کے اندرونی حصے میں باریک بال ہوتے ہیں جو خوردبینی جھاڑو کا کام کرتے ہیں یہ ہوا کو صاف کرتے ہیں تاکہ پھیپھڑوں اور معدے تک مضر صحت جراثیم نہ پہنچ پائیں یہ خوردبینی جھاڑو مشینی انداز میں ان جراثیموں کو نہ صرف ہلاک کرتی ہے بلکہ ان کے غیر مرئی روؤں کے پاس ایک دفاعی لیکوئیڈ Lysozium ہوتا ہے جو ناک اور آنکھوں کو بے شمار انفیکشن سے محفوظ رکھتی ہے۔

درست سانس لینے کی سائنس

زمانہ قدیم سے چینی، یونانی اور ہندوستانی ماہرین اور مفکرین کا اس بات پر کامل یقین ہے کے فضاء میں بے شمار طاقتور، مفید اور صحت افزا لہریں اور روشنیاں ہمہ وقت محو گردش ہیں جن کے ذریعے کثیر فوائد حاصل کئے جاسکتے ہیں بشرطیکہ انسان درست سانس کے طریقے کو سیکھ لے جو لوگ ان طریقوں سے واقف ہوجاتے ہیں وہ طویل عمر، قابل رشک صحت، بڑھاپے کے اثرات اور کئی بیماریوں سے نجات پالیتے ہیں آکسیجن پھیپھڑوں سے خون میں شامل ہوتی ہے اور خون کا ہیموگلوبن اس آکسیجن کو جسم کے تمام خلیات تک پہنچانے کا ذمہ دار ہوتا ہے جہاں یہ میٹابولزم کا باعث بنتی ہے جس کے نتیجے میں کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس پیدا ہوتی ہے جو واپس پھیپھڑوں میں آکر فالتو گیس کے طور پر سانس کے ذریعے خارج ہو جاتی ہے جو ہوا انسان سانس کے ذریعے خارج کرتا ہے اس میں 16 فیصد آکسیجن اور 4 فیصد کاربن ڈائی آکسائیڈ پائی جاتی ہے عمل تنفس کو دماغ کا ایک حصہ کنٹرول کرتا ہے جو جسم میں آکسیجن کی ضرورت کے مطابق سانس کی رفتار میں کمی بیشی کرتا ہے مثلاً محنت مشقت کرتے وقت تنفس کی رفتار بہت تیز ہو جاتی ہے جس کو میڈیکل سائنس میں Hyper Ventilation کہتے ہیں لیکن جیسے ہی انسان اس کیفیت سے نکلتا ہے تو سانس دوبارہ اپنی اصلی حالت میں لوٹ آتی ہے۔

روسی میڈیکل سائنسدان اور فزیالوجسٹ ڈاکٹر Kontantin.P.Buteyko جو تقریباً ۵۰

سالوں سے انسانی تنفس پر تحقیق کر رہے ہیں وہ میڈیکل سائنس کی تنفسی حکمت عملی سے متفق نہیں ان کا یہ ماننا ہے کہ ۹۰ فیصد لوگ درست سانس کے طریقے سے واقف ہی نہیں جس کی وجہ سے وہ بے شمار بیماریوں کے شکار ہیں ان کے خیال میں یہ افراد ضرورت سے زیادہ آکسیجن پھانکتے ہیں جس کی وجہ سے اپنے جسم میں موجود بہت زیادہ مقدار میں کاربن ڈائی آکسائیڈ کو پھونک دیتے ہیں اور یہی غلط طریقہ تنفس ان کے لئے عذاب جان بنا ہوا ہے کیونکہ کاربن ڈائی آکسائیڈ کے لئے لوگوں کا عام خیال یہ ہے کہ یہ ایک زہریلی گیس ہے تاہم یہ ایک غلط اور غیر سائنسی خیال ہے اصل حقیقت تو یہ ہے کہ کاربن ڈائی آکسائیڈ کی معین مقدار انسان کے دل کی دھڑکن، دوران خون، جسمانی رگ و ریشوں اور پٹھوں کو ان کی اصل حالت میں رکھتے ہیں ایک صحت مند انسان کو 5۔3 لیٹر ہوا فی منٹ درکار ہے اگر اس مقدار اور رفتار سے سانس لی جاتی رہے تو اس کے پھیپھڑوں اور خون میں ۶۔۵ فیصد کاربن ڈائی آکسائیڈ موجود رہے گی جو رگوں کو کھلا رکھنے، پٹھوں کو ان کی اصل حالت میں رکھنے، دل کی دھڑکن کو اعتدال میں رکھنے، جسم میں تیزابی اور اساسی توازن (PH) برقرار رکھنے اور ہیموگلوبن کے ذرات سے آکسیجن کو فوری طور پر جدا کرنے میں کلیدی کردار ادا کرتی ہے لوگوں کی کثیر تعداد ایسی ہے جو اس مطلوبہ مقدار اور رفتار سے زیادہ سانس لیتی ہے جس کی وجہ سے ان کی قوت مدافعت بری طرح سے متاثر ہوتی ہے اور وہ کئی چھوٹی بڑی بیماریوں کا با آسانی شکار ہو جاتے ہیں۔

روحانی نقطہ نظر سے سانس کا اندر جانا انسان کو اس کی روح یا Inner سے قریب کر دیتا ہے اور سانس کا باہر آنا انسان کو اس کی روح سے عارضی طور پر دور کر دیتا ہے جب انسان اندر سانس لیتا ہے تو وہ ازل سے قریب تر ہو جاتا ہے لیکن جب وہ سانس خارج کرتا ہے تو خود کو ازل سے دور اور دنیا سے قریب کرتا ہے یعنی سانس کا باہر آنا مادی اور ازلی کی زندگی کے درمیان ایک پردہ ہے اس کے برعکس جب انسان سانس کو اپنے اندر روکتا ہے تو ہمارا رشتہ ازل سے گہرا مضبوط اور قائم ہو جاتا ہے۔۲۹؎

ماہرین کے مطابق درست سانس کی مشق کے ذریعے انسان اپنی بے شمار خوابیدہ جسمانی وروحانی صلاحیتوں کو نا صرف جگا سکتا ہے بلکہ وہ کائنات کے بے شمار اسرار کا امین بھی بن سکتا ہے کیونکہ یہ اصول کائنات ہے کہ قوت کو قوت سے جگایا جا سکتا ہے جیسے کہ ایٹم کے ذرے کو توڑ کر اس کی بے پناہ قوت کو آزاد کرنے کے لئے ایک بہت بڑی مقدار حرارت اور حرکت کی درکار ہوتی ہے جب ہی جا کر ایٹم کی نیوکلیئری طاقت ایٹم کے خول سے آزاد ہوتی ہے بالکل اسی طرح سے روح حیات بھی عظیم الشان طاقتوں کا مخزن اور مدفن ہے ان عظیم الشان قوتوں کے اظہار کے لئے ضروری ہے کے بیرونی امداد درآمد کی جائے جبکہ انسانی جسم میں باہر سے قوت، طاقت، توانائی، حیات حرارت اور حرکت کی کمک کو درآمد کرنے کا واحد ذریعہ صرف اور صرف سانس ہے لہٰذا ہر اندر لئے جانے والے سانس کے ذریعے ہم کائناتی طاقت اور توانائی کی شفا بخش لہروں کو اپنے اندر جمع کر سکتے ہیں لیکن اگر ان سانسوں کو کچھ دیر اپنے پھیپھڑوں میں روک لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کے شفا بخش کائناتی توانائی کی کچھ مقدار ہمارے خون میں جذب ہو کر ہمارے جسم کو حرارت اور توانائی بہم پہنچائے دنیا بھر میں کی جانے والی مختلف ریاضتوں، ورزشوں اور کھیلوں کا اصل مقصد ہی یہ ہوتا ہے کے ان کے ذریعے سے استعداد تنفس کو منظم، متوازن، ہموار اور باقاعدہ کیا جائے لیکن سانس کی مشق استاد کے زیر نگرانی ہی کرنی چاہئے یعنی پرفضاء مقام پر اطمینان بخش نشست میں بیٹھ کر ناک کے ذریعے پورا سانس پھیپھڑوں میں لیا جائے پھر اسے کچھ دیر اندر روکا جائے اور اسے منہ کے ذریعے نکالا جائے ہر سانس کو لیتے وقت انسان یہ سوچ لے کے شفا بخش کائناتی قوتیں میرے جسم میں داخل ہو رہی ہیں جبکہ خارج ہونے والے ہر سانس کے ذریعے میری تمام جسمانی بیماریوں ٹینشن اور ڈپریشن کا اخراج ہو رہا ہے تو اس عمل کے انتہائی حیران کن اور شفا بخش اثرات انسان کی صحت پر مرتب ہوتے ہیں لیکن یہ مشق مستقل بنیادوں پر کرنے کی ضرورت ہے تاہم روحانی خوابیدہ صلاحیتوں کو جگانے کے لئے طویل عرصے تک اس مجاہدے کی ضرورت پڑتی ہے، ہندو یوگیوں کے مطابق انسان کی ریڑھ کی ہڈی کی جڑ میں روح

حیات موجود ہے جو عظیم طاقتوں، جذبات، جبلت اور لاشعور کی حیرت انگیز قوتوں کا سرچشمہ ہے ریڑھ کی ہڈی میں کئی بار یک اعصاب ہوتے جن میں روح حیات مسلسل گردش کرتی ہے لیکن اس روح حیات کا بہت بڑا حصہ پشت کے نچلے حصے میں محفوظ اور غیر مستعمل حالت میں پایا جاتا ہے، راجیہ یوگا اور مابعد النفسیات کے نظریے کے مطابق اگر انسان ارتکاز توجہ، مراقبہ، دیگر ریاضتیں اور مشقیں کرے تو وہ اپنی روح حیات کو بیدار کرنے میں کامیاب ہو جائے گا یہی نہیں بلکہ ان مشقوں کے ذریعے وہ اپنے نورانی جسم اور نادیدہ پیکر کو بھی شعوری طور پر اپنا تابع فرمان بنا سکتا ہے۔ ۳۰؎

بقول اقبال!

فطرت نے مجھے بخشے ہیں جوہر ملکوتی   خاکی ہوں مگر خاک سے رکھتا نہیں پیوند۔ ۳۱؎

جسم اور روح کی بے شمار خوابیدہ طاقتوں کو درست سانس کی مشق کے ذریعے سے جگایا جا سکتا ہے تاہم سانس کی یہ مشقیں معلم اور استاد کی ہدایت اور نگرانی میں کرنی چاہئے پھر جب عرصہ دراز تک سانس کی ضربیں وجود انسانی کی اس خوابیدہ بیٹھی قوت پر مسلسل پڑتی ہے تو انسان کے اندر موجود خوابیدہ صلاحیتیں رفتہ رفتہ بیدار ہونے لگتی ہیں اور ریڑھ کی ہڈی کے مختلف مرکزوں سے گزر کھا کر دماغ کی جانب جاتی ہے اس وقت انسان وہ قوت حاصل کر لیتا ہے جس کی مدد سے وہ اپنے اثیری وجود یا نورانی ہالے جس کو اوراء کہتے ہیں کو دیکھ لیتا ہے۔ ۳۲؎

گوشت پوست سے بنا ہوا انسانی جسم اصل جسم نہیں انسان کا ایک اثیری اور نورانی جسم بھی ہے جس کی اہمیت اور افادیت سے انکار ممکن نہیں ہر انسان کا اثیری جسم مختلف عادات و اطوار، سیرت و کردار، فضائل و شمائل و خصائل کا مجموعہ ہوتا ہے جیسے کہ ایک ایسا شخص جو قاتل، جواری اور شرابی ہے تو یہ عادات و جبلت صرف اس کے جسم تک محدود نہیں رہتیں بلکہ یہ تمام خصائل اس کے نورانی یا اثیری جسم میں بھی سرائیت کر جاتے ہیں چنانچہ جسمانی موت واقع ہو جانے کے بعد یہی تمام خصائل اس انسان کے اثیری وجود میں بدرجہ اتم موجود رہتے ہیں تاہم موت کی صورت میں

جسمانی وجود سے محرومی کے باوجود انسان کا اثیری وجود اپنے گزشتہ اعمال کی وجہ سے سخت کرب واذیت میں مبتلا رہتا ہے۔

سانس کی درست مشقیں انسان کے اثیری ورنورانی وجود کو نا صرف طاقتور بناتے ہیں بلکہ کئی روحانی خوابیدہ صلاحیتوں کو بھی بیدار کرتی ہیں ان مشقوں سے اس کے جسم کا پاور ہاوس پوری طرح سے چارج ہو کر اپنی بے مثال کارکردگی کا مظاہرہ کرتا ہے پھر ہوتے ہوتے اس کا مادی جسم برقی مقناطیسی جسم میں تبدیل ہو جاتا ہے اور اس کے جسم سے روشن مثبت اور پر کشش لہروں کا اخراج شروع ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے اس کی شخصیت نہایت پر کشش ہو جاتی ہے درست سانس کی مشقوں کے ذریعے کئی بیماریوں سے نجات حاصل کرنا ممکن اور آسان ہے۔

اسی حوالے سے شمس الدین عظیمی اپنی کتاب میں سانسوں کی مشق کے تجربات لکھتے ہیں جو لوگ استاد کی نگرانی میں سانس کی مشق کرتے ہیں ان کے اندر انتقال خیال یعنی Telepathy کی زبردست صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے وہ دور دراز لوگوں تک با آسانی اپنے پیغامات پہنچا دیتے ہیں وہ یہ لکھتے ہیں کے حضور قلندر بابا اولیاء کے زیر نگرانی ایک دن میں سانس کی مشق کر رہا تھا کے تو مجھے یہ خیال آیا کے جب زندگی کا دارومدار سانس پر ہی ہے اور زمین پر موجود ہر چیز روشنیوں کے تانے بانے یعنی Aura میں بند ہے تو پھر انسان کو کھانے پینے کے تکلفات میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے پھر رفتہ رفتہ اس خیال میں گہرائی پیدا ہو گئی ایک روز دوران مشق دماغ میں یہ خیال وارد ہوا کے فضاء میں تو وہ روشنیاں اور وہ عناصر بھی تو موجود ہیں جن سے سیب، چنے اور دیگر اشیاء خوردنی بنتے ہیں اس خیال کے آتے ہی میرے جسم مثالی Aura کی آنکھ نے دیکھا کے بہت عمدہ قسم کے چنے میرے سامنے رکھے ہیں جسے میرا جسم مثالی کھا رہا ہے کچھ دنوں بعد سیب کھانے کی خواہش بیدار ہوئی تو دماغ میں ایک دریچہ کھلا اور فضاء میں پھیلی ہوئی وہ روشنیاں جو سیب کو تشکیل دیتی ہیں ایک جگہ جمع ہو ئیں اور وہ سیب بن گئیں اور پھر میں نے وہ سیب کھا لئے قصہ مختصر یہ کے خورد و نوش کا یہ سلسلہ متواترے ادنوں تک جاری رہا ان ے ا دنوں میں کھانے پینے کی کسی چیز کی طرف میرا ذہن

متوجہ نہیں ہوا بلکہ جس چیز کو میرا دل چاہتا تھا جسمانی اعتبار سے میرے اندر اس کی انرجی (روشنی) پیدا کرنے کا تقاضا پیدا ہوتا اور میں سانس کے ذریعے اس انرجی کو اپنے اندر جذب کر لیتا، فضائے بسیط میں پھیلی ہوئی ان روشنیوں کے کھانے پینے کے اس عمل سے میرے اندر قلندر شعور کی آنکھ اس قدر طاقتور ہو گئی کے پتھر و اینٹ کی دیواریں باریک کاغذ کی طرح نظر آنے لگیں مجھے دور پرے کی آوزیں سنائی دینے لگیں بلکہ میں لوگوں سے جب بھی ملتا تھا ان کی سوچ میرے ذہن کی اسکرین پر منتقل ہو جایا کرتی اس زمانے کے تجربات بڑے ہی عجیب تھے جو شخص شکل وصورت سے متقی پرہیز گار نظر آتا اس کے خیالات کی کثافت سے دماغ متعفن ہو جایا کرتا جبکہ عام دنیادار شخص اس کے خیالات کی روسبک، ہلکی اور معطر محسوس ہوتی بہر حال عجائبات کی ایک الگ ہی دنیا میرے سامنے روشن تھی۔ ۳۳؎

شمس الدین عظیمی اس نکتے کی وضاحت میں مزید فرماتے ہیں کے کل اشیائے کائنات کی بنیاد روشنی ہے۔ اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمَاوَاتِ وَ الْاَرْضِ۔ ۳۴؎

ترجمہ۔ میں (اللہ) وَ الْاَرْضِ و السَّمَاوَاتِ کا نور ہوں۔

اللہ خود نور ہے لہٰذا اس کے ذہن میں موجود کائناتی پروگرام بھی نور ہی پر استوار اور قائم تھا جب 'کن' کہہ کر اس پروگرام کا ظہار ہوا تو نور کے اندر سے نکلے ہوئے الفاظ بھی نور اور روشنی ہی تھے یا الفاظ یگر اللہ کی آواز نور ہے جس کو سن کر اشیائے کائنات نے اپنی مخصوص شکل وصورت اختیار کر لی قرآن کریم یہ کہتا ہے کل کائنات نور اور روشنی ہے اس کی وضاحت میں وہ اس فارمولے کی عقدہ کشائی کرتا ہے کے روشنی کس طرح سے وجود میں آئی ؟ اس کے کتنے پرت اور غلاف ہیں ؟ ایک طرف روشنی گرمی ہے ؟ دوسری جانب اس میں ٹھنڈک کا احساس بھی پنہاں ہے ؟ انسان بھی روشنی سے بنا ہے اور اس کی غذا جس میں گندم، چاول، جو، جوار، پھل، سبزیاں شامل ہیں وہ سب روشنی ہیں الغرض تمام اشیائے جس سے انسان کا واسطہ پڑتا ہے وہ سب کی سب روشنی

کے سوا کچھ نہیں۔ ۳۵؎

کوئی انسان روشنی کے ان فارمولوں سے واقفیت حاصل کرتے ہوئے جو گندم یا سیب میں کام کر رہے ہیں کو اپنے اندر جذب کرنا بھی قابل استاد کی نگرانی میں سیکھ لے تو یقیناً اس شخص کی غذائی ضرورت پوری ہو جائے گی۔ اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَمَا نُنَزِّلُـهٗ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ۔ ۳۶؎

ترجمہ۔ ہم نے ہر شے کو ایک مقررہ انداز سے اتارا ہے۔

اِنَّا كُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ ۔ ۳۷؎

ترجمہ۔ ہم نے ہر شے کو ایک انداز کے ساتھ پیدا کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صوم وصال (بغیر کچھ کھائے پیئے مسلسل روزے) رکھنے سے منع فرمایا ہے اس پر صحابہ کرام نے عرض کی،

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ خود تو صوم وصال رکھتے ہیں؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا مجھے میرا رب کھلاتا اور پلاتا ہے یعنی (مجھے روحانی طاقت حاصل ہے) ور میں بغیر کھائے اور پیے روزے رکھ سکتا ہوں لیکن تم ایسا نہیں کر سکتے ہو۔ ۳۸؎

قرآن کریم کا واقعہ

ایک دفعہ حضرت عزیر علیہ السلام کا گزر ایک بستی پر سے ہوا آپ نے دیکھا کے بستی اجڑی ہوئی اور ویران ہے یہ دیکھ کر آپ کو یہ خیال آیا کے بھلا یہ بستی دوبارہ کس طرح سے آباد ہو گی؟

پھر حضرت عزیر نے اپنے گدھے کو ایک درخت سے باندھا کھانا اپنے سرہانے رکھا اور درخت سے ٹیک لگا کر سو گئے اللہ تعالیٰ نے آپ پر ایسی نیند وارد کی کے آپ سو سال تک سوتے رہے جب آپ سو سال کے بعد بیدار ہوئے، تو اللہ تعالیٰ نے آپ سے پوچھا کے عزیر کتنی دیر سوئے؟

تو انھوں نے جواب دیا کے ایک دن یا اس سے کم، تو اللہ تعالیٰ نے انھیں بتایا کے نہیں تم سو سال تک سوتے رہے ہو ذرا تم اپنے گدھے اور کھانے کی طرف دیکھو جب آپ نے گدھے کی جانب

دیکھا تو وہ مرچکا تھا یہاں تک کہ اس کی ہڈیاں بھی بکھر چکی تھیں جبکہ کھانا بالکل تازہ تھا جب آپ نے بستی کی جانب نظر کی تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کے وہ بستی ایک بارونق شہر میں بدل چکی ہے جب آپ نے اللہ کی یہ قدرت کاملہ دیکھی تو آپ سجدے میں گر گئے۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰى قَرْیَةٍ وَّ هِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَاۚ قَالَ اَنّٰى یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَاۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ قَالَ كَمْ لَبِثْتَؕ قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَ شَرَابِكَ لَمْ یَتَسَنَّهْۚ وَ انْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَ لِنَجْعَلَكَ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَ انْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَیْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًاؕ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۔۳۹

ترجمہ۔ کیا تم نے اس شخص کا حال نہیں دیکھا جس کا گزر ایک بستی پر ہوا جو اپنی چھتوں پر اوندھی گری پڑی تھیں (یہ دیکھ کر عزیر نے کہا) یہ آبادی جو ہلاک ہو چکی ہے اسے اللہ تعالیٰ دوبارہ زندگی کیسے بخشیں گے؟ اس پر اللہ نے (عزیر) کی روح قبض کر لی اور وہ سو سال تک مردہ حالت میں پڑا رہا پھر اللہ نے اس کو دوبارہ زندگی بخشی اور اس سے پوچھا تو تم کتنی مدت تک سوتے رہے؟ اس نے کہا ایک دن یا اس سے کچھ کم فرمایا نہیں بلکہ تم سو سال تک سوتے رہے ذرا اپنے کھانے کو دیکھو اس میں کوئی تغیر نہیں آیا اور پھر تم اپنے گدھے کی طرف دیکھو (وہ گل سڑ کر ہڈیوں کا ڈھانچہ بن چکا ہے) اور یہ ہم نے اس لئے کیا کے ہم تمھیں لوگوں کے لئے نشانی بنانا چاہتے ہیں، تم دیکھو کے ہڈیوں کے اس پنجر پر ہم کس طرح سے گوشت چڑھاتے ہیں جب اس کو ہماری قدرت کا مشاہدہ ہو گیا تو اس نے کہا کے میں یقین کرتا ہوں کے بلا شبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

حکمت:

وقت کا تعلق حرکت سے ہے اگر کسی شے کی حرکت کو اس کی موجودہ حرکت سے سو گنا کم کر دیا جائے تو اس حرکت کی نسبت ٹائم گزرنے کی رفتار سو گنا کم ہو جائے گی مثلاً ہم ایک منٹ میں ۶۰ مرتبہ

سانس لیتے ہیں اگر ایک منٹ میں ایک سانس لیاجائے تو ۲۰ سانس لینے کے لیے ۲۰ منٹ درکار ہوں گے لہٰذا ایک منٹ میں ایک مرتبہ سانس لینے سے وقت ۲۰ گنا کم ہو جائے گا حضرت عزیر علیہ السلام نے بھی ایک سو سال میں تقریباً اتنے ہی سانس لئے جتنے ایک دن میں لئے جاتے ہیں پھر جب ان سے پوچھا گیا آپ کتنا عرصہ سوئے؟ تو انھوں نے کہا ایک دن یا پھر اس سے بھی کم ایک دن میں 24 گھنٹے ہوتے ہیں 24 گھنٹوں میں ایک انسان اندازاً ۲۴۹۲۰ (چوبیس ہزار نو سو بیس) مرتبہ سانس لیتا ہے اس اعتبار سے اس نے سو سالوں میں تقریباً (نو ارب) سانس لئے یعنی وقت کی رفتار نو ارب گنا تیز ہو گئی سی طرح سے کھانے کے مالیکیو لز کی حرکت بھی اتنی کم ہو گئی کے وقت ٹھہر گیا اور کھانا خراب نہیں ہوا مد ہا گدھے کا معاملہ تو اس کے لئے وقت ایسے ہی گزرا جیسے کے اور چیزوں پر گزرتا ہے اور وہ سو سال میں مر کھپ کر ہڈیوں کا ڈھانچہ بن گیا۔

زمان و مکان (Time and Space) کے قانون کے مطالعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کے اہرام میں وقت ٹھہر جاتا ہے یا اس کے گزرنے کی رفتار انتہائی کم ہو جاتی ہے یعنی وہاں مالیکیو لز کی حرکت صفر ہو جاتی ہے اسی وجہ سے وہاں رکھی اشیاء پر اگر ہزاروں سال بھی گزر جائیں تو وہ اشیاء خراب نہیں ہوتیں اگر اہرام میں مراقبہ کیا جائے تو مراقب Time and Space سے آزاد ہو کر لاشعور کے قریب ہو جاتے ہیں۔

:Micro Wave Frequency

مائیکرو ویو اوون میں جب فریز کیا ہوا کھانا رکھا جاتا ہے تو کھانے کے مالیکیو لز یا سالمے مائیکرو ویو فریکیونسی پر حرکت کرتے ہیں یہ حرکت اتنی تیز ہوتی ہے کہ اگر چولہے پر کھانا گرم ہونے میں ۱۰ منٹ لگتے ہیں تو مائیکرو ویو اوون میں یہی کھانا ایک منٹ میں گرم ہو جاتا ہے یعنی رفتار کی تیزی کی وجہ سے دس منٹ کا وقفہ ایک منٹ میں تبدیل ہو جاتا ہے یہاں سوال یہ ہے:

ا۔ حضرت عزیر جب سو سال تک سوتے رہے لیکن وہ اپنے حساب سے ایک دن یا اس سے بھی کم سوئے۔

۲۔ حضرت عزیر کا گدھا مر گیا اور اس کے جسم پر وہ تمام اثرات قائم ہو گئے جو کسی بھی مردہ جسم پر ہوتے ہیں۔

۳۔ کھانا سڑے بغیر سو سالوں تک بالکل تازہ ہی رہا گرچہ یہ تینوں واقعات ایک ہی قطعہ زمین پر پیش آئے لیکن یہ کس طرح سے ہوا؟

آکسیجن زندگی نہیں ہے

زندگی کا دارومدار آکسیجن پر ہے لیکن یہ بات سو فیصد درست نہیں کیونکہ ایک گھر میں اگر دس افراد رہتے ہیں اور ان میں سے اگر کسی کی موت واقع ہو جائے یعنی اگر یہ مان لیا جائے کے مرنے والے کی زندگی کا انحصار آکسیجن پر تھا تو پھر باقی نو افراد جو وہاں موجود ہیں وہ کیسے زندہ ہیں؟ زندگی کا انحصار آکسیجن کے جلنے پر ہے جبکہ آکسیجن کا جلنا تابع ہے کاربن ڈائی آکسائیڈ کے آکسیجن جب ناک یا حلق کی نالیوں کے ذریعے پھیپھڑوں میں داخل ہوتی ہے تو پھیپھڑوں کے اندر کا نظام اس آکسیجن کو جلا تا ہے اور نتیجے میں کاربن ڈائی آکسائیڈ زندگی بن جاتی ہے یعنی ثابت ہوا کے آکسیجن پر زندگی کا انحصار نہیں بلکہ آکسیجن زندگی کے لئے محض ایک ایندھن ہے تمام آسمانی کتابوں کے مطابق کائنات کا ہر ذرہ شعور رکھتا ہے یعنی وہ عقل و فہم سے معمور ہے وہ اپنی زندگی کی حفاظت کرتا ہے جبکہ دوسروں کی زندگی میں جو اس کی ذمہ داریاں ہیں وہ بھی پوری کرتا ہے گرچہ کرہ ارض پر پائی جانے والی بے شمار مخلوقات جن میں شامل سورج، چاند، ستارے، سیارے، جانور اور درخت یہ سب اپنے رب کے حکم کے تابع اور فرمانبردار ہیں سوائے چند سرکش انسان اور جنات کے جن کو روز قیامت اللہ تعالیٰ ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے جہنم میں گھسیٹیں گے۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۖ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۖ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ۗ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ۗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ۔۴۰

ترجمہ۔ہم نے دوزخ کے لیے،بہت سے جن اور آدمی پیدا کیے ہیں،ان کے دل ہیں کہ ان سے سمجھتے نہیں،اور آنکھیں ہیں کہ ان سے دیکھتے نہیں،اور کان ہیں کہ ان سے سنتے نہیں۔وہ ایسے ہیں جیسے چوپائے بلکہ ان سے بھی گمراہی میں زیادہ ہیں،یہی لوگ غافل ہیں۔

حضرت سلیمان بن بریدہ ؓ روایت کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا!

ہر شے انسان سے زیادہ اللہ کی مطیع (فرمانبردار) ہے۔۴۱

یہ قانون قدرت ہے کے انسان کا شعور اور لاشعور دونوں ہی مسلسل تبدیل ہوتے رہتے ہیں جب وہ شعور میں ہوتا ہے تو اپنے اوپر زمان ومکان کی گرفت کو محسوس کرتا ہے اس کے برعکس جب وہ لاشعور میں ہوتا ہے تو اس پر سے زمان و مکان کی گرفت ٹوٹ جاتی ہے یا بالفاظ دیگر وہ اس گرفت سے آزاد ہو جاتا ہے۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

تُوْلِجُ اللَّیْلَ فِی النَّـهَارِ وَتُوْلِجُ النَّـهَارَ فِی اللَّیْلِ۔۴۲

ترجمہ۔وہی رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔

یُقَلِّبُ اللّٰـهُ اللَّیْلَ وَالنَّـهَارَ۔۴۳

ترجمہ۔اللہ دن اور رات کو پھراتا رہتا ہے۔

وَهُوَ الَّـذِیْ جَعَلَ اللَّیْلَ وَالنَّـهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّذَّكَّـرَ اَوْ اَرَادَ شُكُـوْرًا ۔

ترجمہ۔وہی ہے جس نے رات اور دن یکے بعد دیگرے آنے والے بنائے،یہ اس کے لیے ہے جو سمجھنا چاہے یا شکر کرنا چاہے۔۴۴

جب انسان سوتا ہے تو زمانیت میں سفر کرتا ہے اور جب وہ بیدار ہوتا ہے تو وہ مکانیت میں سفر کرتا ہے سوتے ہوئے زمانیت کی پیمائش ممکن نہیں ہے جبکہ مکانیت میں زمانیت اس کے ساتھ محو سفر ہوتی ہے۔

حضرت عزیر علیہ السلام جب سو گئے تو اللہ کے بنائے ہوئے قانون کے مطابق ان کے حواس

زمانیت میں پیوست ہو گئے لیکن ان کا گدھلام حالات کے مطابق مر گیا اس کی آکسیجن کو کاربن نے جلا دیا اور اس کی موت واقع ہو گئی اور ان کا کھانا اس لئے خراب نہیں ہوا کیونکہ کھانے کے مالیکیولز پر وہ گیسیز اثر انداز ہو رہی تھیں جو کہ انھیں تادیر تازہ رکھتی ہیں جیسے کہ ایک بڑے کمرے میں فرج یا ڈیپ فریزر۔

۵۔ حسِ ذائقہ: The sense of Taste:

بنیادی طور پر انسان چار ذائقوں سے لطف اندوز ہوتا ہے جس میں نمکین، کھٹا، میٹھا اور کڑوا ذائقہ شامل ہے، طبی ماہرین کے مطابق انسانی زبان کے مختلف حصوں میں ایک لاکھ سے زائد مختلف ذائقوں کے ٹیسٹ بڈز (Taste Buds) موجود ہوتے ہیں یہ ٹیسٹ بڈز ذائقے کی حس کو دماغ تک پہنچاتے ہیں۔

ذائقے پر کی جانے والی ریسرچ کے ماہر ڈاکٹر اسمتھ اور ان کے ساتھیوں کے مطابق دماغی نیورانز مختلف ٹیسٹ سگنلز کو دماغ تک پہنچاتے ہیں یہ مختلف سائز اور شکل کے ہوتے ہیں دوسری جانب ذائقے کا آلہ حس صرف اور صرف زبان کو قرار دینا بھی درست نہیں کیونکہ پھر یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ آخر کچھ غذاؤں کو سوچ کر ہمارے منہ میں پانی کیوں آتا ہے؟ جبکہ بسا اوقات انسان صرف اس غذا کے بارے میں سوچتا ہے اور اس کے منہ میں اس غذا کا ذائقہ محسوس ہونے لگتا ہے دوسری جانب اس حقیقت سے بھی انکار نا ممکن ہے کہ! انسان خواب میں کھائی جانے والی غذاؤں کے ذائقوں کو بھی نیند میں محسوس کرتا ہے۔

تحقیق سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کے مختلف ٹیسٹ بڈز دماغ کو اطلاعات فراہم کرتے ہیں اور پھر ان اطلاعات کے موصول ہونے کے بعد دماغ اس بات کا فیصلہ کرتا ہے اگر چہ یہ کاروائی نہایت سرعت اور تیزی سے عمل میں آتی ہے دماغ سے فیصلہ صادر ہونے کے بعد وہ سیلز نہایت تیزی سے ان اطلاعات پر عمل پیرا ہوتے ہیں انسانوں کے مقابلے میں جانور کئی اور ذائقوں سے نا صرف متعارف ہوتے ہیں بلکہ ان کی حس ذائقہ انسانوں سے ہیں زیادہ تیز بھی

ہوتی ہے۔

حالیہ تحقیق میں سائنسدانوں نے یہ انکشاف کیا ہے جس طرح سے ہر انسان کے فنگر پرنٹس مختلف ہوتے ہیں بالکل اسی طرح سے ہر انسان کی زبان پر بھی ایک منفرد پرنٹ موجود ہوتا ہے جو دوسرے انسان سے قطعی مختلف اور منفرد ہوتا ہے۔

۶۔حس لمس: Sense of Feeling:

حس لمس کو حس لامسہ بھی کہتے ہیں، ماحول میں تبدیلی کا احساس ہمیں جلد کے ذریعے ہوتا ہے، حس لامسہ ہی انسان کو بیرونی موسمی یا درجہ حرارت میں کمی بیشی کی اطلاع دیتی ہے جلد کو تمام حواس میں سب سے بڑا آلہ حس بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس حس نے تمام جسم کو (Cover) کر رکھا ہے جسم پر موجود نیورانز فرد کو ٹھنڈا، گرم، درد اور دباؤ محسوس کرنے کی خبر دیتے ہیں جلد تمام جگہوں پر ایک جیسی حسیات کو قبول نہیں کرتی جلد کی محسوس کرنے کی صلاحیت ایک حصے پر ایک جیسی نہیں ہوتی بلکہ جلد کے ایک ہی حصہ پر مختلف طرز کی حسیات کو محسوس کیا جا سکتا ہے۔

ماہرین طب نے تحقیق سے یہ ثابت کیا ہے کے جلد میں دباؤ اور چھونے کی ہر کیفیت کو علیحدہ سے شناخت کرنے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے جلد کی نچلی سطح پر مختلف نوعیت کے کئی (Receptors) پائے جاتے ہیں جو کے چھونے کے احساس کو دماغ کی سطح پر محسوس کرتے ہیں تاہم سردی اور گرمی کو محسوس کرنے کے علیحدہ (Receptors) ہوتے ہیں جبکہ درد محسوس کرنے کے (Receptors) بھی الگ ہوتے ہیں جو دماغ کو درد کی اطلاع دیتے ہیں دوسری جانب جلد کا حیاتیاتی نظام جسم کو بیرونی ماحول سے باخبر رکھتا ہے بڑے حیوانات میں جلد لمس کا احساس پیدا کرتی ہے لیکن سائنسدانوں نے یک خلوی یعنی (Unicelluler) جانداروں میں بھی لمس کی حس دریافت کی ہے امیبا یک یک خلوی جاندار ہے تاہم جب اس پر روشنی کی شعاعیں ڈالی گئیں تو اس نے اپنے آپ کو سمیٹ لیا۔

کلےمیڈوموناس(Chlamydomonas)نامی نباتاتی یک خلوی جاندار جس کے اندر ایک سرخ نقطہ پایا جاتا ہے جس کی مدد سے یہ جاندار سایے اور تیز روشنی کے مابین فرق کو سمجھتا ہے تاہم کئی حیوانات کے(Touch Receptors)انسانوں سے زیادہ حساس ہوتے ہیں اور ان Receptors کے ذریعے انھیں اطلاعات سکینڈ کے ہزارویں حصے میں دماغ تک پہنچ جاتی ہے۔

پیغمبروں کی قوت لامسہ:

Mesmerism/ Healing touchs of Prophets:

حس لامسہ ایک نہایت طاقتور حس ہے اور اس حس کے ذریعے سے نہایت پیچیدہ بیماریوں کے علاج بھی ہوتے ہیں۔

پیغمبروں کے حوالے سے بھی اس کی کئی مثالیں موجود ہیں۔

ا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالا گیا تو وہ آگ اللہ کے حکم سے ان پر ٹھنڈی ہو گئی۔

۲۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی نہایت طاقتور حس لمس (دست مسیحائی) کے ذریعے سے بیمار، مادرزاد اندھے اور کوڑھ کے مرض میں مبتلا افراد کا مکمل شافی علاج فرمادیا کرتے۔

روایت میں آتا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دست مسیحائی کا شہرہ اس قدر عام ہوا کے دور دراز سے روزآنہ تقریباً (پچاس ہزار) مریض ان کے پاس آتے اور جو مریض ان تک نہ پہنچ پاتے تو آپ خود ان کے پاس تشریف لے جاتے تاہم بیمار اور پریشان حال لوگوں کا ایک ہجوم ہمہ وقت ان کے ارد گرد رہتا اور آپ ان کا علاج فرمایا کرتے۔

اس کیفیت کو قرآن کریم میں اس طرح سے بیان کیا گیا ہے!

اَنِّیْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّیْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْـَٔةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰى

بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِكُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ۔ ۴۵؎

ترجمہ۔(عیسیٰ نے کہا) میں تمھارے لئے پرندہ کی طرح ایک صورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتاہوں تووہ اللہ کے حکم سے اڑنے لگ جاتی ہے اور میں اللہ کے اذن سے مردہ کو زندہ کرتاہوں اور میں تمھیں اس چیز کی خبر دیتاہوں جو تم کھاتے ہو اور جو اپنے گھروں میں ذخیرہ کرتے ہو۔

حضرت عبد اللہ بن عباس ؓ سے روایت ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے چار افراد کو زندہ کیا تھا۔

۱۔ آپ کا ایک وفادار غلام عارز تھا جس کی حالت بہت نازک تھی اس کی بہن نے آپ کو اطلاع کروائی لیکن اس کا گھر تین روز کی مسافت پر تھا حضرت عیسیٰ ابن مریم جب عارز کے گھر پہنچے تو اس کو انتقال کئے ہوئے تین روز گزر چکے تھے آپ نے اس کی بہن سے کہا کہ مجھے اس کی قبر پر لے چلو آپ نے اس کی قبر پر جا کر اللہ سے دعا کی جس کے نتیجے میں عارز زندہ ہو کر قبر سے باہر آ گیا پھر وہ ایک عرصہ تک حیات رہا اس کی شادی ہوئی اور اولادیں بھی ہوئیں۔

۲۔ایک دفعہ ایک بیوہ بڑھیا کے اکلوتے بیٹے کا جنازہ آپ کے سامنے سے گزر رہا تھا جس پر بڑھیا آپ سے رو رو کر فریاد کر رہی تھی آپ نے اس کے بیٹے کے لئے دعا فرمائی تو وہ اللہ کے حکم سے زندہ ہو گیا۔

۳۔ایک لڑکی کا انتقال ہو گیا تو آپ نے اس کے لئے بھی دعا فرمائی اور وہ بھی اللہ کے حکم سے زندہ ہو گئی۔

۴۔سام بن نوح کے جن کے انتقال کو ہزاروں برس گزر چکے تھے لوگوں نے آپ سے کہا کے انھیں دوبارہ زندہ کر دیں پھر لوگوں کی نشاندھی پر آپ اس کی قبر پر تشریف لے گئے اور اللہ سے دعا کی سام بن نوح نے جب سنا تو وہ خوف زدہ ہو گئے اور ان کے سر کے آدھے بال سفید

ہو گئے وہ یہ سمجھے کے شاید قیامت قائم ہو گئی پھر زندہ ہونے کے بعد وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے انھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یہ درخواست کی کہ انھیں دوبارہ موت کی تکلیف سے نہ گزارا جائے تاہم تھوڑی ہی دیر کے بعد ان کا دوبارہ انتقال ہو گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک صحابی حضرت ابیض بن حمال ؓ حاضر ہوئے جن کے چہرے پر داد کے نشانات تھے داد کے ان نشانات کی وجہ سے ان کا چہرہ بد نما لگتا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے چہرے پر اپنا دست مبارک پھیرا اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ تمام بد نما نشانات ان کے چہرے سے دور ہو گئے۔

یزید بن قنافہ جن کا تعلق حاتم طائی کے گھرانے سے تھا ان کے سر پر بال نہ تھے چنانچہ جب وہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست مسیحائی ان کے سر پر پھیرا جس کے پھیرنے کے بعد ان کا گنج ختم ہو گیا اور اس کثرت سے ان کے سر پر بال آ گئے کہ لوگ انھیں ہلب یعنی زیادہ بالوں والا کہہ کر بلانے لگے۔

موجودہ دور میں ریکی ہیلینگ کے نام سے ایک تھراپی نہایت معروف ہے اس طریقہ علاج میں معالج اپنے ہاتھ کی شفا بخش لہروں کو مریض کے جسم میں منتقل کرتا ہے اور اس کے جسم سے بیماری کے منفی اثرات وزائل کر دیتا ہے۔

ریکی ہیلینگ انرجی کا فلسفہ نہایت عام فہم ہے کیونکہ کائنات اور خود ہمارے ارد گرد کے ماحول میں چاروں طرف بے شمار انرجی موجود ہے اس انرجی سے کس طرح سے فائدہ اٹھایا جائے اور اس انرجی کے ذریعے مختلف بیماریوں سے کس طرح سے چھٹکارا حاصل کیا جائے یہ ایک طریقہ علاج ہے عام انسان میں اتنی صلاحیت نہیں ہوتی ہے کے وہ اپنے اطراف میں موجود بے شمار طاقتور روشنیوں سے استفادہ حاصل کر سکے چنانچہ اس کام کے ماہرین کو ریکی ہیلیر کہا جاتا ہے جو مریض کا اپنے شفا بخش ہاتھوں میں موجود لہروں سے علاج کرتے ہیں لیکن ہر انسان ریکی ہیلیر نہیں بن سکتا ہے کیونکہ اس علم کو سیکھنے کے کچھ ضروری قواعد ہیں جن میں شامل ریکی ہیلر کا مستقل

مزاج، نرم خو، مثبت سوچ کا مالک، ٹھنڈا مزاج، ایماندار، پرامید اور اپنی ذات سے کسی کو تکلیف دینے والا نہ ہو دوسری جانب ریکی ہیلینگ سے ہر قسم کے امراض چاہے اس کا تعلق جسم، ذہن، روح، نفس، دماغ یا جذبات سے ہو اس کا علاج کیا جا سکتا ہے۔

دنیا میں موجود ہر علم کسی نہ کسی پیغمبر سے ثابت شدہ ہے چنانچہ طاقتور حس، حس لامسہ اور اس کی اثر پذیری سے انکار ممکن نہیں اور اس پیغمبرانہ علم کی تحصیل دنیا کا ہر انسان کر سکتا ہے بہ شرطیکہ اس کو اس علم کی تحصیل کا شوق ہو۔

حس لمس، اپنے اندر ایک نہایت طاقتور اثر کی موجودگی کے علاوہ سکون پذیری اور محبت کے لطیف احساس کو لئے ہوئے ہے اسی لئے دین اسلام مسلمانوں کو مصافحہ کرنے کی تاکید کرتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

ایک دوسرے سے مصافحہ کیا کرو، اس سے آپس میں محبت پیدا ہوتی ہے اور کینہ جاتا رہتا ہے۔ [۴۶]

دوسری جانب خوشی اور غم کے موقع پر مسلمانوں کا باہم ملنا بھی احساس قربت کی ایک مضبوط دلیل ہے۔

تحقیقات: Research Studies:

۱۔ ایک حالیہ تحقیق سے یہ ثابت ہوا ہے کہ بچے کی پیدائش کے فوراً بعد اگر اس کو گود میں لے کر سینے سے لگا لیا جائے تو ایسے بچے میں ذہانت، سمجھداری، قوت فیصلہ اور خود اعتمادی دوسرے بچوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہوتی ہے۔

۲۔ ایک دوسری تحقیق کے مطابق جرائم پیشہ افراد کی ایک بڑی تعداد کی کیس ہسٹری میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ ان کے والدین کے مابین شدید نوعیت کے لڑائی جھگڑے رہتے تھے یا پھر والدین کے مابین علیحدگی اور طلاق واقع ہو چکی تھی اور یہ بچے اپنے والدین کی محبت اور پیار بھرے لمس سے محروم رہے تاہم جب یہ بچے بڑے ہوئے تو مختلف جرائم کی جانب باآسانی متوجہ

ہوئے۔

۳۔شادی شدہ جوڑوں پر کی جانے والی ایک تحقیق کے مطابق جو جوڑے اپنی محبت کا اظہار ایک دوسرے کو چھو کر نہیں کرتے ان کے مابین بے یقینی دکھاوا سی چڑچڑاپن اور نفرت کی شدت پائی جاتی ہے کیونکہ وہ اپنے ہم نفس کو اپنے ہونے کا احساس نہیں دلاتے اور ہر مشکل میں وہ اپنے زندگی کے ساتھی کو تنہا چھوڑ دیتے ہیں یہی نہیں بلکہ خوشی کے موقع پر بھی وہ دونوں ایک دوسرے کو اپنے ہونے کا احساس دلانے کی زحمت نہیں کرتے چنانچہ اس رویہ سے دونوں کے درمیان صدیوں کے فاصلے حائل ہوتے چلے جاتے ہیں جن میں ہر گزرتے دن کے ساتھ اضافہ دیکھا گیا ہے شادی شدہ افراد کی آپس کی یہ دوری ان کی جسمانی ذہنی دماغی اور نفسیاتی صحت پر تو اثرانداز ہوتی ہی ہے دوسری جانب ان کے اس سرد رویے کی زد میں ان کے بچے بھی آجاتے ہیں اور بچے اپنے والدین کے اس رویے کی وجہ سے اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھتے ہیں۔

۴۔ تحقیق سے یہ بات بھی سامنے آئی ہے کے نا صرف انسان پر لمس کے اثرات مرتب ہوتے ہیں بلکہ جانور، پرندوں اور درختوں پر بھی لمس کے مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

۷۔حس نطق یا حس گویائی: Oratorship:

نطق۔عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معانی آوازدار حروف اور الفاظ سے بولنے کے ہیں جس کے معانی بھی سمجھ میں آجائیں۔

حیوانات کے بولنے کو نطق نہیں بلکہ صوت کہتے ہیں۔

نطق ۔ کا لفظ انسان کے کلام کے لئے مخصوص ہے ۔

نطق ۔ کسی بات کی وضاحت کو بھی نطق کہتے ہیں۔

نطق لکتاب۔ کتاب نے بیان کی وضاحت کر دی۔

النطاق ۔عربی زبان میں پٹکے (یا لہنگے کے ازار) کو کہتے ہیں جو کمر کے ساتھ باندھ دیا جائے۔۷۴

اسی نسبت سے راغب کے مطابق نطق وہ لفظ ہے جو معانی کو اپنے گھیرے میں لینے کی وجہ سے النطاق کی طرح ہو۔۴۸؎

ابن فارس نے بھی نطق کے دو معانی پیش کئے ہیں۔

ا۔ کلام یا کلام کے مشابہہ کوئی چیز۔۲۔ایک قسم کالباس۔یعنی النطاق۔(ازار)۔

انسان کو حیوان ناطق سی وجہ سے کہا جاتا ہے کیونکہ وہ بولنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی اسی خداداد صلاحیت کاذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا

اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ۔۴۹؎

ترجمہ۔رحمن نے انسان کو قرآن کی تعلیم دی اسی نے انسان کو تخلیق کیا اور اسے علم البیان دیا یعنی (اسے بولنا سیکھایا)۔

میڈیکل سائنس کے مطابق جب تک کسی انسان کی قوت سماعت متحرک نہیں ہو گی وہ بولنا نہیں سیکھ سکتا کیونکہ بولنے کے لئے سننا ضروری ہے یہی وجہ ہے کے جو افراد پیدائشی حس سماعت سے محروم ہوتے ہیں ان میں قوت گویائی بھی نہیں ہوتی کیونکہ جب انھوں نے کبھی کچھ سنا ہی نہیں ہو گا تو پھر وہ بولیں گے کیسے؟

اسی حوالے سے رسول اللہ ﷺ کاارشاد ہے! میرا چہرہ اسی ذات کے لئے سجدہ ریز ہوا جس نے پیدا کیا اور اپنی قوت اور طاقت سے کان اور آنکھ بنائی۔۵۰؎

اس حدیث مبارکہ میں سماعت کاذکر بصارت سے پہلے کیا گیا ہے جبکہ میڈیکل سائنس بھی اسی ترتیب کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ بتاتی ہے کے انسان اپنی پیدائش سے قبل جب ابھی وہ جنین تھا اس کی قوت سماعت، قوت بصارت سے پہلے پیدا ہو جاتی ہے یعنی پندرہویں ہفتے میں جنین کی حس سماعت بیدار ہوتی ہے جو کے بیسویں ہفتے میں پختہ ہو جاتی ہے۔

تاہم دنیا میں آنے سے قبل انسان نے روز الست اللہ کی ربوبیت کا پورے یقین سے اظہار کرتے ہوئے کہا تھا کے قَالُوْا بَلٰى۔ ترجمہ۔بے شک آپ ہی میرے رب ہیں۔

کل بنی نوع انسانیت کے اسی عہد و پیمان کے حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔۵۱

ترجمہ۔اور تمہیں کیا ہوا جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے ،اور رسول تمہیں تمہارے رب پر ایمان لانے کے لیے بلا رہا ہے اور تم سے عہد بھی لے چکا ہے اگر تم ایمان لانے والے ہو۔

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۔۵۲

ترجمہ۔اللہ کا انعام جو تم پر ہوا ہے اسے یاد کرو اور اس کا عہد جس کا تم سے معاہدہ کیا ہے، جب تم نے کہا تھا کہ ہم نے سنا اور مان لیا، اور اللہ سے ڈرتے رہو، اللہ دلوں کی بات خوب جانتا ہے.

کائنات میں پائی جانے والی کل مخلوقات نا صرف اللہ کو پہچانتی ہیں بلکہ صبح شام اللہ کو سجدہ اور اس کی حمد و ثناء بھی بیان کرتی ہیں سوائے چند سرکش انسان اور جنات کے۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ۭ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ۔۵۳

ترجمہ۔ساتوں آسمان اور زمین اور ان میں موجود ہر شے اللہ کی پاکی بیان کرتی ہے اور کوئی شے ایسی نہیں ہے جو (اللہ) کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بیان نہ کرتی ہو لیکن تم ان کی پاکی کے بیان کو نہیں سمجھتے۔

دوسری جانب شیطان نے بھی اللہ کا انکار نہیں کیا بلکہ آدم کو سجدہ سے انکار کیا ہے۔

علامہ سمرقندی نے کشف البیان میں کعب بن احبار سے روایت کیا ہے شیطان کا نام پہلے آسمان پر عابد، دوسرے آسمان پر زاہد تیسرے آسمان پر عارف، چوتھے آسمان پر ولی،

پانچویں آسمان پر تقی، چھٹے آسمان پر خازن، ساتویں آسمان پر عزازئیل اور لوح محفوظ پر ابلیس درج ہے شیطان کی کنیت ابومرۃ ہے جو اس کے ایک مرۃ نامی بیٹے کے نام پر ہے۔

حضرت کعب بن احبار ؓ فرماتے ہیں ابلیس چالیس برس تک جنت کا خزانچی رہا۔

ابلیس نے چودہ ہزار برس تک عرش کا طواف کیا اور یہ ملائکہ کا استاد تھا اسی وجہ سے اس کو معلم الملائکہ بھی کہا جاتا ہے تاہم ابلیس ۸۰،۰۰۰ (اسی ہزار) برس تک ملائکہ کے درمیان رہا اس نے ۰۰۰،۰۰ برس تک ملائکہ کو وعظ و نصیحت کی اور ۰۰۰،۰ سبر س تک یہ فرشتوں کا سردار بھی رہا حس گویائی کے حوالے سے یہ نکتہ بھی قابل ذکر ہے کہ دنیا میں آنے سے قبل بھی انسان کلام اور حس گویائی سے نا صرف متصف تھا بلکہ اپنے مافی الضمیر کو بیان کرنے کی مکمل صلاحیت سے بھی واقف اور آراستہ تھا۔ ۵۴

ارشادات خداوندی:

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۔

ترجمہ۔ تمھارے رب نے فرشتوں سے کہا میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں (فرشتوں) نے کہا کیا آپ زمین میں کسی ایسے کو مقرر کریں گے جو جو اس کے نظام کو بگاڑ دے اور خونریزی کرے؟ ہم تو آپ کی حمد و ثناء کے ساتھ ساتھ آپ کی تسبیح و تقدیس بھی کر رہے ہیں۔

قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ ۵۵

ترجمہ۔ اللہ نے فرمایا! جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ۔

ترجمہ۔ اللہ نے آدم کو حکم دیا کہ ان (فرشتوں) کو ان چیزوں کے نام بتاؤ (جو ہم نے تمھیں سکھائے ہیں) تو آدم نے تمام اسماء بیان کر دئے۔ ۵۶

قَالَ یٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ

لَّكُمْ اِنِّـىَ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُـمْ تَكْـتُمُوْنَ ۔۵۷۔

ترجمہ۔ فرمایا اے آدم ان چیزوں کے نام بتادو، پھر جب آدم نے انہیں اُن کے نام بتا دیئے فرمایا کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی چھپی ہوئی چیزیں جانتا ہوں اور جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو چھپاتے ہو اسے بھی جانتا ہوں۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلآئِكَـةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوَا اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى وَاسْتَكْبَـرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِـرِيْنَ ۔۵۸۔

ترجمہ۔ اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو انہوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس کہ اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور کافروں میں سے ہو گیا۔

وَقُلْنَا يَآ اٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْـهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُـوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۔۵۹۔

ترجمہ۔ ہم نے آدم سے کہا! تم اور تمھاری بیوی جنت میں رہو اور یہاں بافراغت جو چاہو وہ کھاؤ

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلآئِكَـةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوَا اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى وَاسْتَكْبَـرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِـرِيْنَ ۔۶۰۔

ترجمہ۔ جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو انہوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس کہ اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور کافروں میں سے ہو گیا۔

عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۔۶۱۔ ترجمہ۔انسان کو بولنا سکھایا۔

اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ۔۶۲۔

ترجمہ۔(ابراہیم نے کہا) ان میں بڑا (بت) یہ ہے تو اسی سے پوچھ لوا گر یہ بول سکتے ہیں

هٰذَا كِتَابُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ۚ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُـمْ تَعْمَلُوْنَ ۔

ترجمہ۔ یہ ہمارا لکھا ہوا ہے جو تمھارے متعلق حق بیان کر رہا ہے تم جو کچھ بھی کرتے تھے ہم اس کو لکھتے رہتے تھے۔ ۶۳؎

حَتّٰی اِذَا مَا جَآءُوْ هَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَ اَبْصَارُ هُمْ وَ جُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ؕ قَالُوَا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِیَ اَنْطَقَ كُلَّ شَیْءٍ وَّ هُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۔ ۶۴؎

ترجمہ ۔ یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس آ پہنچیں گے تو ان پر ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کی کھالیں گواہی دیں گی جو کچھ وہ کیا کرتے تھے، وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی ،وہ کہیں گی کے ہمیں اللہ نے گویائی دی جس نے ہر چیز کو گویائی بخشی ہے اور اسی نے پہلی مرتبہ تمہیں پیدا کیا اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَ سُلَيْمَانَ عِلْمًا ۚ وَ قَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ فَضَّلَنَا عَلٰی كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔

ترجمہ ۔ ہم نے داؤد اور سلیمان کو علم دیا، اور کہنے لگے اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں بہت سے ایمان دار بندوں پر فضیلت دی۔

ارشادات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا! لا اقول الا حقا یعنی میں حق کے سوا کبھی کوئی بات نہیں کہتا۔ ۶۵؎

کسی صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کبھی کبھی ہم سے ہنسی مذاق بھی کر لیا کرتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! انی لا اقول الا حقا یعنی میں سوائے حق کے کبھی کچھ نہیں کہتا۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو ؓ بن عاص روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے جو سنتا اس کو لکھ کر محفوظ کر لیا کرتا تو اہل قریش نے

مجھ سے کہا! تم رسول اللہ ﷺ سے سنی ہوئی ہر بات نہ لکھا کرو کیونکہ وہ انسان ہیں اور وہ کبھی غصہ میں بھی کچھ فرما دیتے ہوں گے چنانچہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہوئی باتوں کو لکھنا ترک کر دیا تاہم میں نے اس بات کا ذکر جب رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا!

اكْتُبْ، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، مَا يَخْرُجُ مِنْهُ إِلَّا حَقّ ۔

ترجمہ۔ تم لکھے جاؤ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، میری زبان سے کبھی کوئی بات حق کے سوا نہیں نکلتی۔ ۶۶ ۔

مادر اللسان: Mother tongue:

قابل غور امر یہ ہے کے مندرجہ بالا آیات میں یہ تمام گفتگو مختلف مواقع پر مختلف مخلوقات سے کی جا رہی ہے جن میں اللہ، فرشتے، انسان، شیطان اور جنات شامل ہیں۔

آخر یہ گفتگو کس زبان میں ہو رہی ہے ؟۔ جنت میں کون سی زبان بولی جاتی تھی؟ دنیا میں آنے کے بعد انسان جو زبان بولتا ہے وہ اس کو اپنی مادری زبان کہتا ہے لیکن پیدائش سے قبل وہ کون سی زبان بولتا تھا؟ وغیرہ یہ تمام باتیں علم البیان کے بغیر ناممکن ہیں جبکہ آدم اور حوا بھی جنت میں ایک دوسرے سے گفتگو کیا کرتے تھے یعنی یہ ثابت ہوا کے آدم کی تخلیق کے ساتھ ہی انھیں علم البیان کی صلاحیت بھی ودیعت کر دی گئی تھی جبکہ جنت میں بولی جانے والی زبان ہی دراصل مادر السان ہے جذبات اور احساسات کے اظہار کے لئے علم البیان کا ہونا بے حد ضروری ہے اور کائنات میں پائے جانے والی تمام ذی شعور مخلوقات جن میں شامل انسان، فرشتے، جنات، نباتات، جمادات، حیوانات پرندے سورج، چاند، ستارے پہاڑ، سمندر اور زمین و آسمان وغیرہ وغیرہ یہ تمام مخلوقات کو اپنے موقف کے اظہار کے لئے بہر حال علم البیان کا سہارا لینا ہی پڑتا ہے کیونکہ کائنات میں موجود ہر شے شعور رکھتی ہے اس کے ساتھ ساتھ انھیں اپنے رب کی ذات کا ادراک بھی حاصل ہے یہی فہم و ادراک جب احساس کے دائرے میں داخل ہوتا ہے تو اسے لامحالہ الفاظ کا سہارا لینا ہی پڑتا ہے تاکہ وہ اپنی دلی کیفیات کا اظہار کر سکے۔

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

تُسَبِّحُ لَـهُ السَّمَاوَاتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْـهِنَّ ۚ وَاِنْ مِّنْ شَىْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَـمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُـمْ ۗ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ۔٦٧

ترجمہ۔اس کی پاکی تو ساتوں آسمان اور زمین اور وہ ساری چیزیں بیان کر رہی ہیں جو آسمان وزمین میں ہیں کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ تسبیح نہ کر رہی ہو مگر تم ان کی تسبیح سمجھتے نہیں ہو حقیقت یہ ہے کہ وہ بڑا ہی بردبار اور درگزر کرنے والا ہے۔

اَلَمْ تَـرَ اَنَّ اللّٰـهَ يُسَبِّـحُ لَـهٗ مَنْ فِى السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْـرُ صَآفَّاتٍ ۖ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ۗ وَاللّٰـهُ عَلِيْـمٌ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۔٦٨

ترجمہ۔اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا تم نے اس پر نظر نہیں کی کے آسمان وزمین کی ہر شے اللہ کی پاکی بیان کر رہی ہے اور پرندے صف باندھے ہوئے، ہر ایک نے اپنی اپنی نماز اور تسبیح معلوم کر لی ہے۔

تَكَادُ السَّمَاوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ ۚ وَالْمَلَآئِكَـةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَـمْدِ رَبِّـهِـمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِى الْاَرْضِ ۗ اَلَآ اِنَّ اللّٰـهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِـيْمُ ۔٦٩

ترجمہ۔قریب ہے کہ آسمان اوپر سے پھٹ جائیں، اور سب فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور ان کے لیے جو زمین میں ہیں مغفرت مانگتے ہیں، خبردار بے شک اللہ ہی بخشنے والا نہایت رحم والا ہے۔

وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلَآئِكَـةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ۚ وَيُـرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِـهَا مَنْ يَّشَآءُ وَهُـمْ يُجَادِلُوْنَ فِى اللّٰـهِ ۚ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ۔٧٠

ترجمہ۔اور رعد اس کی پاکی کے ساتھ اس کی تعریف کرتا ہے اور سب فرشتے اس کے ڈر سے، اور بجلیاں بھیجتا ہے پھر انہیں جس پر چاہتا ہے گرا دیتا ہے اور یہ تو اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں، حالانکہ وہ بڑی قوت والا ہے۔

مندرجہ بالاتمام آیات کے مطالعے سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی کے کائنات کی ہر شے شعور رکھتی ہے، وہ اپنے رب کو پہچانتی ہےاور صبح وشام اس کی پاکی اور تسبیح بیان کرتی ہے چونکہ ہم ان کی زبان سے ناواقف ہیں اس لئے ہم ان کی عبادت کو سمجھ نہیں پاتے لیکن بعض اہل علم حضرات کائنات میں پائے جانے والے تمام موجودات کی تسبیحات کو جانتے اور سمجھتے ہیں کیونکہ ان کا علم اس مقام پر ہوتا ہے بہر حال یہ ایک حقیقت ہے کے چاہے وہ عبادات ہوں، حمد، تسبیح یا تقدیس ہو ں علم البیان کے بغیرانھیں ادا کرنا ناممکن ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو علم الاسماء عطافرمائے علم الاسماء دراصل کائنات میں موجود جملہ علوم کو کہاجاتا ہے یعنی کائنات میں پائی جانے والی تمام اشیاء کے فارمولوں کا علم حضرت آدم کو روزازل عطا کردیا گیا تھا اور وہ دنیا میں آنے سے قبل ہی علم البیان کے فن سے بخوبی واقف تھے جب آپ دنیا میں تشریف لائے تو آپ کی اولادوں نے بھی آپ سے علم وآگہی اور فہم وفراست کی تعلیم حاصل کی یقیناً آپ اس وقت اپنے بیوی بچوں سے بھی وہی زبان بولا کرتے ہوں گے جو زبان آپ جنت میں بولا کرتے تھے یعنی مادر السان یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ہر انسان بیک وقت دوعالموں میں رہتا ہے۔

۱۔عالم نفسی: اس کو عالم انفس بھی کہاجا سکتا ہے۔

۲۔عالم جسمانی: اس کو عالم آفاق بھی کہاجا سکتا ہے۔

دنیا میں آنے کے بعد ہر انسان سب سے پہلے عالم آفاق سے واقفیت حاصل کرتا ہے اور جس دنیا میں وہ اور اس کے عزیز واقارب رہتے ہیں ان سے وہ آشنائی اور تطابق پیدا کرتا ہے لیکن عالم انفس یا اپنی باطنی دنیا سے آشنائی میں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اضافہ یا ترقی ہوتی ہے اگر وہ اس کے لئے کوشش کرے تو بجاطور پر وہ جو زبان بولتا ہے وہ اس کی عالم آفاق کی کیفیات کی وضاحت تو شاید کرتی ہو لیکن جس عالم انفس سے اس کا تعلق روزالست سے قائم ہے یا باالفاظ دیگر وہ اپنی نفسانی کیفیات کے اظہار کے لئے بعض اوقات اپنی کم مائیگی کا برملا اظہار کرتے ہوئے بھی نظر آتا ہے اور ایسا دنیا کے تقریباً ہر انسان کے ساتھ ہوتا ہے کیونکہ وہ اکثر یہ

کہتے ہیں کے میں اپنی فلاں فلاں کیفیات کا اظہار الفاظ میں کر ہی نہیں سکتا یا اس کیفیت کے اظہار کے لئے میرے پاس مناسب الفاظ ہی نہیں ہیں وغیرہ کیونکہ نفس کے اندر کیفیات تو ہیں لیکن کمیت نہیں یعنی آسان الفاظ میں انسانی نفس کی دنیا (عالم انفس) زمان ومکان کی حد بندیوں سے آزاد ہیں جبھی نفسی کیفیات کو بیان کرنے کے لئے ہمیں مکانیت (Speace) کا سہارا لینا پڑتا ہے مثلاً جب کوئی شخص یہ کہے کے میرا بچہ دنیا کا خوبصورت ترین بچہ ہے یا اس سے مجھے بے حد محبت ہے وغیرہ تو ان اندرونی یا نفسی کیفیات کے لئے وہ بیرونی دنیا (عالم آفاق) کے اشارے اور استعاروں کو استعمال کرتے ہوئے اپنے جذبات کی وضاحت کرتا ہے جیسے کے کبھی وہ اپنے بچے کو اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک کبھی گلاب کا پھول اور کبھی اس کو چودھویں کے چاند سے تشبیہ دیتا ہے۔

انسان کو اپنے اشرف المخلوق ہونے پر بڑا فخر اور امتیاز ہے لیکن تمام انسانوں کی زندگی کا یہ سب سے بڑا المیہ ہے کے وہ اپنی نفس کی کیفیات و تغیرات واحساسات کی مناسب وضاحت کے لئے اب تک کوئی مناسب زبان وضع نہ کر سکے لہٰذا انسان اپنے ہر نفسی بیان کے لئے کسی مادی مظہر سے اصطلاح مستعار لیتا ہے نفسی کیفیات جس قدر جسمانی عالم سے برتر اور ماوراء ہوتی جاتی ہیں وہ اسی قدر نا قابل بیان بھی ہوتی جاتی ہیں۔

زبان کے حوالے سے حضور قلندر بابا اولیاء فرماتے ہیں! انسانوں کے درمیان ابتدائے آفرینش سے بات کرنے کا طریقہ رائج ہے آواز کی لہروں کے معنی معین کر لئے جاتے ہیں جو سننے والوں کو مطلع کرتی ہے یہ طریقہ اسی تبادلے کی نقل ہے جو انا کی لہروں کے درمیان ہوتا ہے دیکھا گیا ہے کے گونگا انسان بھی اپنے لبوں کی خفیف سی جنبش سے سب کچھ کہہ دیتا ہے اور سمجھنے والے اس کی بات کو سمجھ بھی لیتے ہیں اگرچہ یہ طریقہ بھی پہلے طریقے کا عکس ہے جانور بھی آواز کے بغیر ایک دوسرے کو اپنے حال سے مطلع کر دیتے ہیں یہاں بھی انا کی لہریں کام کرتی ہیں اسی طرح سے درخت بھی آپس میں گفتگو کرتے ہیں اور یہ گفتگو صرف آمنے سامنے کے درختوں میں ہی نہیں

ہوتی بلکہ دور دراز کے درختوں کے جن کے درمیان ہزاروں میل کے فاصلے حائل ہوتے ہیں ان کے درمیان میں بھی ہوتی ہے اور یہی قانون جمادات میں بھی رائج ہے کیونکہ کنکروں، پتھروں اور مٹی کے ذرات میں بھی من وعن اسی طرح سے تبادلہ خیال ہوتا ہے۔ ۷۱

حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہ السلام زبان کے علم سے واقف تھے اسی طرح سے ایک روایت کے مطابق جب حضرت آدم علیہ السلام کی وفات کا وقت آیا تو انھوں نے اپنے بیٹے حضرت شیث علیہ السلام کو وصیت کی اور انھیں دن ورات کے اوقات کی تعلیم اور عبادات سیکھائیں اور اس کے ساتھ ہی ایک بڑے طوفان کے آنے کی پیشن گوئی بھی فرمائی۔ ۷۲

ان واقعات سے معلوم ہوا کے حضرت آدم علیہ السلام، حضرت حوا علیہ السلام اور ان کی تمام نسلیں آپس میں تبادلہ خیال کے لئے باقاعدہ زبان کے استعمال سے واقفیت رکھتی تھیں پھر حضرت آدم علیہ السلام کے اس دنیا میں آنے کے بعد جیسے جیسے وقت گزرتا گیا روز اول عطا کئے گئے علوم اور علم البیان وزبان انسان کے طاق نسیان میں جاتے گئے ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے کے وہ علوم وفنون گردش زمانہ کی نظر ہو کر صفحہ ہستی سے مٹ گئے یا فنا ہو گئے بلکہ یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ وہ علوم وفنون انسان کی یاداشت کے انتہائی زیریں خانوں میں کہیں مدفون ہو گئے پھر روز بروز بڑھتی ہوئی انسانی آبادی جو دنیا کے مختلف خطوں میں پھیلتی گئی اور اس کے ساتھ ہی انسان قبیلوں اور برادری میں بھی تقسیم ہوتا چلا گیا یہ تمام اسباب بھی زبان کی تبدیلی کا ایک ممکنہ سبب ہیں بعد کے ادوار میں جب پیغمبر مختلف خطہ زمین پر بنی نوع انسانیت کی رہنمائی کے لئے مبعوث کئے گئے تو وہ بھی مختلف زبانوں پر دسترس اور مہارت رکھتے تھے۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ۖ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۔ ۷۳

ترجمہ۔ ہم نے ہر پیغمبر کو اس کی قوم کی زبان میں پیغمبر بنا کر بھیجا ہے تا کہ انہیں سمجھا سکے پھر

اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، اور وہ غالب حکمت والا ہے۔

قرآن کریم کی اس آیت پر تفکر سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کے دنیا کے مختلف خطوں میں چونکہ مختلف زبانیں بولی جاتی تھیں لہذا اس قوم کی رہنمائی کے لئے جب وہاں پیغمبر بھیجے گئے تو وہ اپنی قوم کو انھی کی زبان میں تعلیم اور ہدایت سے آراستہ فرماتے تھے کیونکہ انسان اپنی مادری زبان میں پیغام کو درست انداز سے سمجھنے کی اہلیت رکھتا ہے اسی اعتبار سے چونکہ پیغمبر بھی اس مقامی زبان پر مکمل دسترس رکھتے تھے لہذا وہ اللہ کے پیغام کو کھول کر آسان الفاظ میں بیان فرماتے تاکہ کوئی حجت اور دقیقہ باقی نہ رہے۔

رومی کہتے ہیں ہستی حقیقی کی کوئی زبان نہیں ہے اے کاش اس کی بھی کوئی زبان ہوتی۔ تو مست اپنی کیفیات بیان کرتے پھر آگے چل کر وہ یہ کہتے ہیں کے یاالٰہی مجھے بھی وہ مقام عطا فرما کے جہاں بغیر الفاظ کے کلام ممکن ہو سکے۔ ۷۴؎

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے! جنت میں جانے کے بعد اہل جنت کی زبان سریانی ہو گی۔ ۷۵؎

۸۔ چھٹی حس: Six Sense:

انسانی حسیات میں ایک نہایت معروف حس، جس کو عام طور پر چھٹی حس کہا جاتا ہے اس حس سے متعلق لوگوں کا یہ خیال ہے کے مستقبل میں پیش آنے والے واقعات کا قبل از وقت جان لینا یا کسی چیز یا معاملے کے حوالے سے یقین ہونا کے ایسا ہی ہو گا اور پھر ویسا ہو جانا یہ چھٹی حس کہلاتی ہے مثلاً امتحان، انٹرویو یا ملازمت کے حوالے سے یہ یقین ہونا کے کام ہو جائے گا یا نہیں ہو گا اور پھر سوچ کے مقابل اسی چیز کا ہو جانا اس یقینی کیفیت کو چھٹی حس کہا جاتا ہے۔

انسان اور کل کائنات کی تخلیق روشنی اور روشنیوں کی مختلف مقداروں پر قائم ہے دوسری جانب کائنات سے ہمہ وقت روشنی کی لہروں کا مسلسل اخراج ہوتا رہتا ہے ان روشنی کی لہروں کو جن میں اطلاعات بھی شامل ہوتی ہیں ہر انسانی ذہن مستقل بنیادوں پر وصول کرتا ہے، سائنسی طور پر

یہ بات تسلیم شدہ ہے کے جسمانی خلیات میں اطلاعات کا تبادلہ الٹرا وائلٹ شعاعوں کے ذریعے ہوتا ہے لیکن دوسری جانب ان میں کیمیاوی تبدیلیاں بعد میں واقع ہوتی ہیں زمین پر کہیں بھی کسی پیغام کا ابتدائی سگنل وصول کرنے کے لئے انسان کو صرف 1/8 سیکنڈ درکار ہوتا ہے یعنی ایک سیکنڈ میں وہ خبر تقریباً (آٹھ) مرتبہ ہمارا جسم وصول کرتا ہے رفتار کی اس نہایت تیزی سے ہم کسی حد تک خیال کی رفتار کا اندازہ قائم کر سکتے ہیں۔

ماہرین کے مطابق روشنی کی رفتار کے اندر اندر اگر کوئی شے روشنی کی رفتار سے بھی زیادہ تیز چلے تو سائنس دانوں کے مطابق وقت اس شے کے لئے Reverse ہو جاتا ہے یعنی نتیجہ عمل سے پہلے ہی واقع ہو جاتا ہے نتیجے کی خبر قبل از وقت پالینا مستقبل بینی کہلاتا ہے بالفاظ دیگر کائناتی اطلاعات کو روشنی کی شکل میں وصول کر کے نتائج اخذ کر لینا ہی چھٹی حس کہلاتا ہے۔

۹۔ حس خود تشخیصی

Self diagnosis/ Sense of I'm ness:

ہر انسان میں حس خود تشخیصی پائی جاتی ہے یعنی ہر انسان کے اندر اپنے ہونے کا احساس موجود ہوتا ہے وہ اپنے آپ کو جانتا ہے اپنے نام سے واقف ہے اپنی شخصیت کی اچھائیوں اور برائیوں کو بھی جانتا اور سمجھتا ہے اس حس کو Sense of I'm ness بھی کہا جاتا ہے دنیا بھر کے اہل علم اور فلاسفہ نے حس خود شناسی کو بہت اہمیت دی اور اس پر بہت کلام کیا ہے کیونکہ اپنے آپ کو تلاش کرنا یا Self discovery جیسا موضوع ہمیشہ سے ہی اہل علم کے لئے توجہ کا مرکز رہا۔

حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی فرماتے ہیں! میں ایک دبیز سیاہ پردہ ہے نفس اس پردے کا رہنما ہے جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے حقیقت کو پالیا نفس کیا ہے؟ یہ ایک علم ہے جس کے لئے استاد کی ضرورت ہے۔۷۶

اہل علم اور فلاسفہ کے نزدیک خودی، انا یا میں کے تین درجات، مراتب یا Phases ہیں

جو درج ذیل ہیں۔

ا۔خودی،انایامیں کا پہلادرجہ انفرادی درجہ یاجبری درجہ کہلاتا ہے یعنی میں یعنی پہلے درجے میں خودی ایک احساس ہے جو انسان،جانور،پودوں،پرندوں حتیٰ کے کل اشیاء کائنات میں پایا جاتا ہے یعنی اپنے ہونے کا احساس ہر مخلوق میں پایا جاتا ہے۔

۲۔خودی،انایامیں کا دوسرا درجہ ہم ہے۔

ہم سے قبل کا میں سے ہم سے بعد کے میں تک پہنچنے کے لئے بڑی کٹھن ریاضت،تپسیااور تربیت کی ضرورت ہوتی ہے قدرت کبھی بھی بنا بنایا ہم نہیں تراشتی ہے بلکہ مختلف عبادات اور کڑی ریاضت کے بعد انسان میں سے ہم کا سفر اور اس کے بعد پھر میں تک رسائی حاصل کرتا ہے اور یہ عمل بتدریج واقع ہوتا ہے۔

۳۔خودی،انایامیں کا تیسرا درجہ میں ہے یہ میں دراصل خود شناسی ہے اور اپنی ذات کے عرفان کا نام ہے اس دوسری میں کو جاننے کے بعد انسان اپنی روحانی سکت کے مطابق کائنات کے اسرار ورموز کو سمجھنے کے قابل ہوتا ہے یعنی ہم سے قبل کا میں اور ہم سے بعد کا میں۔

رومی کہتے ہیں ہر انسان کے اندر دو خودی پائی جاتی ہے جب وہ پہلی خودی کو قربان کرتا ہے تو پھر دوسری خودی (میں) تک پہنچتا ہے یعنی پہلی خودی کی قربانی دوسری خودی کی زندگی پر موقوف ہے۔

میں کے بھی تین زمانے ہیں۔ا۔ماضی۔۲۔حال۔۳۔مستقبل۔

ا۔ماضی۔میں ماضی میں تاریخی ہے یعنی (ایک تجربہ) ہے۔

۲۔حال۔میں حال میں روحانی یا نفسیاتی ہے۔

۳۔مستقبل۔میں مستقبل میں عرفانی ہے۔

رومی کا زیادہ تر کلام میں کے مستقبل سے متعلق ہے یعنی وہ میں کے عرفانی زاویے پر زیادہ توجہ اور زور دیتے ہیں۔

رومی کے یہاں میں وجودی تسلسل کا ایک استعارہ ہے۔

خودی کے تینوں مراحل اور درجات کی سب سے بہترین اور فنکشنل روایت اور مثال حضرت عمرؓ فاروق کی جاتی ہے۔

خودی کے پہلے درجے میں۔ حضرت عمر قبل از اسلام ایک منتقم المزاج اور سخت گیر انسان تھے یعنی وہ ایک Individual man تھے۔

خودی کے دوسرے درجے میں۔ حضرت عمرؓ اسلام لانے کے بعد ہم ہوئے یعنی اسلام میں ہم کا صیغہ حضرت عمرؓ سے ہی شروع ہوا ان کے اسلام لانے سے قبل مسلمان ڈر اور خوف سے چھپ کر نماز اور دیگر عبادات کیا کرتے تھے لیکن جیسے ہی حضرت عمرؓ مسلمان ہوئے مسلمانوں میں ایک خوشی اور اطمینان کی لہر دوڑ گئی اور اب وہ بے خوف ہو کر اپنی نمازیں اور عبادات کرنے لگے۔

خودی کے تیسرے درجے میں۔ حضرت عمرؓ جب خلیفۃ المسلمین اور امیر المومنین کے منصب پر فائز ہوئے تو پھر وہ اپنی ذات سے لاتعلق ہو کر صرف اور صرف کل انسانیت کی فلاح و بہبود کے کاموں میں لگ گئے۔ آپ نے نا صرف مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے بے شمار کام کئے بلکہ ذمیوں اور غیر مسلموں کے لئے بھی بہت کام کیا۔

ابدال حق حضور قلندر بابا اولیاء فرماتے ہیں! خدمت خلق کے ذریعے انسان محدودیت کے دائرے سے نکل کر نوعی شعور اور کائناتی شعور حاصل کر لیتا ہے اور یوں وہ اللہ کا پسندیدہ بندہ بن جاتا ہے آدم زاد کو بلا تخصیص مخلوق کی خدمت اس لئے کرنی چاہئے کیونکہ مخلوق کی خدمت کرنا خالق کا پسندیدہ عمل ہے اور اس عمل کے ذریعہ ہی بندہ خالق کی قربت اور محبت کو حاصل کر سکتا ہے۔ ۲۲

خواجہ شمس الدین عظیمی فرماتے ہیں ! جب کوئی شخص انفرادی سوچ سے نکل کر اجتماعی یا نوعی طرز فکر اور سوچ کو اپناتا ہے تو اس شخص کے اندرون میں اخلاص کا ایک سرچشمہ ابل پڑتا ہے اور

اس شخص کی فہم و فراست، انفرادیت سے نکل کر اجتماعیت کی جانب گامزن ہو جاتی ہے چنانچہ اس طرز فکر کے حامل افراد اپنی نوع سے نکل کر کائنات کے اندر تمام انواع کے بارے میں تفکر و تدبر کرتے ہیں جس کے نتیجے میں اس شخص کا اخلاص تمام انواع پر محیط ہو جاتا ہے پھر ایسے تمام افراد کی طرز فکر کائناتی ہو جاتی ہے تاہم جیسے جیسے یہ طرز فکر مستحکم ہوتی جاتی ہے ویسے ویسے اس فرد کا رشتہ کائنات سے مستحکم ہوتا جاتا ہے۔

۱۰۔ حس تناسب: Sense of Proportion:

ہر انسان کے جسمانی نظام میں ایک مخصوص تناسب بھی پایا جاتا ہے جو پیدائش سے لے موت تک قائم اور برقرار رہتا ہے جسمانی ظاہری اعضاء کے تناسب کے ساتھ ساتھ جسم کے اندرونی نظام میں بھی تناسب پایا جاتا ہے مثلاً دل کی دھڑکن، سانس کی رفتار، پھیپھڑوں، گردوں، جگر، اعصاب کی مناسب کارکردگی اس کے علاوہ دوران خون، خون کے اجزاء ترکیبی اتناسب ، دماغی و ذہنی کارکردگی، جسم کی حرکات و سکنات وغیرہ اگرچہ یہ ایک طویل بحث ہے لیکن یہاں مختصراً اس کا ذکر کیا گیا ہے ارشادات خداوندی:

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى وَ الَّذِيْ قَدَّرَ فَهَدٰى۔ ۷۸؎

ترجمہ۔ اے نبیؐ اپنے رب برتر کے نام کی تسبیح کرو جس نے پیدا کیا اور تناسب قائم کیا جس نے تقدیر بنائی پھر راہ دکھائی۔

وَ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ۔ ۷۹؎

ترجمہ۔ اس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور پھر اس کو مقررشدہ اندازے پر رکھا۔

وَ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ۔ ۸۰؎

ترجمہ۔ اس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور پھر اس کو مقررشدہ اندازے پر رکھا۔

وَكَانَ اَمْرُ اللّٰـهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا۔۸۱؎

ترجمہ۔اللہ کا کام مقرر شدہ اندازے پر ہے۔

اِنَّا كُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ۔۸۲؎

ترجمہ۔ہم نے ہر چیز کو اندازے سے پیدا کیا ہے۔

وَاللّٰـهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ۔۸۳؎

ترجمہ۔حالانکہ اللہ ہی نے تمہیں پیدا کیا اور جو تم بناتے ہو۔۔

امیرالمومنین حضرت علیؓ کا قول:

اللہ تعالیٰ نے ہر شے کے لئے مقدار اور ہر مقدار کے لئے ایک معین وقت اور ہر وقت کے لئے حساب و کتاب قرار دیا ہے۔

اللہ نے جو چیز بھی پیدا کی اس کا ایک اندازہ رکھا یہ اندازہ مضبوط اور مستحکم ہے اللہ کا انتظام عمدہ اور پاکیزہ ہے تاہم مخلوقات کو جب اللہ کے حکم پر چلنے کا حکم دیا گیا تو انھوں نے اس کے حکم سے سرتابی نہیں کی۔۔۔اللہ نے اپنی قدرت سے متضاد چیزوں میں ہم رنگی اور ہم آہنگی پیدا کی اور نفسوں کے رشتے کو جسموں سے جوڑ دیا یہ سب اشیاء کائنات اپنی حدود اور افتاد طبع اور شکل و صورت میں ایک دوسرے سے جدا ہیں اگرچہ تمام مخلوقات منفرد اور یکتا ہیں جن کی ساخت مضبوط ہے۔۸۴؎

۱۱۔حس توازن Sense of Balance:

زمین کی کشش ثقل انسان کے جسمانی توازن کے قیام میں نہایت اہم کردار ادا کرتی ہے کشش ثقل کو Gravitational Force کہتے ہیں انسان اسی کشش ثقل کی وجہ سے زمین پر چلتا، پھرتا، دوڑتا، بھاگتا ہے اونچے اور بلند و بالا پہاڑوں کو سر کرتا ہے اور اس کشش کی بدولت وہ اپنا ایک قدم اٹھا کر دوسرا زمین پر رکھنے کے قابل ہوتا ہے اوپر کی جانب پھینکی ہوئی کوئی بھی شے زمین

کی جانب لوٹتی ہے کیونکہ زمین میں ارضیاتی کشش پائی جاتی ہے۔

تمام اشیاء کے درمیان موجود قوت جو ایک دوسرے کو اپنی جانب کھینچتی ہے وہ کشش ثقل کہلاتی ہے یہ بڑے سے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے تمام اجسام، مادے کی تمام اشکال اور ہر قسم کی توانائی پر اثرانداز ہونے والی ایک ہمہ گیر قوت ہے لہٰذا اگر آسمان پر نظر دوڑائیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کے آسمان پر موجود تمام اجسام فلکی جن میں شامل سورج، چاند، ستارے، کہکشانی نظام اور بہت کچھ ہے ان سب پر بھی کشش ثقل کی ہی مکمل حکمرانی ہے یہی وہ کشش ہے جو چاند کو کرہ ارض کے گرد اور دیگر سیاروں کو سورج کے گرد مدار میں رکھتی ہے یہی نہیں بلکہ ستاروں سیاروں اور تمام کائنات پر اسی کشش کی حکومت قائم ہے کیونکہ تمام کہکشاں ایک دوسرے کے لئے اندرونی کشش رکھتی ہیں اگرچہ یہ اصطلاح صرف کرہ ارض کی تجاذبی کشش کے حوالے سے ہی استعمال ہوتی ہے لیکن اس کا دائرہ کار اور اثرات کی رینج بہت وسیع ہے کشش ثقل فطرت کی چار بنیادی قوتوں میں سے ایک عظیم قوت ہے۔

توازن (برابری): Balance:

کائنات میں جابجا توازن یعنی برابری کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے جبکہ یہ برابری کسی شے کی تخلیق کا بنیادی فارمولہ بھی ہو سکتا ہے۔

ارشادات خداوندی ہیں!

وَمِنْ كُلِّ شَىْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۔۸۵؎

ترجمہ۔ ہم نے ہر شے کا جوڑ پیدا کیا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

وَخَلَقْنَاكُمْ اَزْوَاجًا ۔۸۶؎

ترجمہ۔ ہم نے ہی نر اور مادہ پیدا کئے ہیں۔

مندرجہ بالا آیات کی روشنی میں ہم اس نتیجے پر پہنچے کے کل کائنات میں ہر شے کا ایک جوڑا ہے چاہے وہ انسان، جنات، جانور، پرندے، پودے، درخت، دن، رات، سیاہ،

سفید، ستارے، سیارے، ہوا، فضاء، مشرقین، مغربین یہاں تک کے آیات قرآنی اور سورتیں بھی جوڑے کی شکل میں اللہ نے تخلیق فرمائی ہیں۔

ارشادات خداوندی!

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ سَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ وَ الْفُلْکَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِہٖ وَ یُمْسِکُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَی الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِہٖ اِنَّ اللّٰہَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ

ترجمہ۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے زمین کی سب چیزوں اور کشتیوں کو تمہارے تابع کر دیا ہے جو دریا میں اس کے حکم سے چلتی ہیں، اور آسمان کو زمین پر گرنے سے تھامے ہوئے ہے مگر اس کے حکم سے، بے شک اللہ لوگوں پر نرمی کرنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے۔۸۷؎

اِنَّ اللّٰہَ یُمْسِکُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا وَ لَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَکَھُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِہٖ۔۸۸؎

ترجمہ۔ بے شک اللہ آسمان اور زمین کو تھامے ہوئے ہے وہ موجود حالت کو نہ چھوڑیں اگر وہ چھوڑ بھی دیں تو پھر اللہ کے سوا ان کو کوئی تھام نہیں سکتا۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَھَا۔۸۹؎

ترجمہ۔ ہم نے آسمان کو بغیر ستونوں کے کھڑا کیا۔

وَ ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ الَّیْلَ وَ النَّھَارَ وَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ کُلٌّ فِیْ فَلَکٍ یَسْبَحُوْنَ۔۹۰؎

ترجمہ۔ وہ قادر مطلق ہے جس نے رات اور دن، سورج اور چاند کو پیدا کیا وہ سب ایک ایک دائرے میں تیر رہے ہیں۔

لَا الشَّمْسُ یَنْبَغِیْ لَھَآ اَنْ تُدْرِکَ الْقَمَرَ وَ لَا الَّیْلُ سَابِقُ النَّھَارِ وَ کُلٌّ فِیْ فَلَکٍ یَّسْبَحُوْنَ۔۹۱؎

ترجمہ۔ نہ سورج کی مجال ہے کے وہ چاند کو پکڑ سکے اور نہ رات دن سے آگے بڑھ سکتی

ہے اور یہ سب ایک دائرے میں تیر رہے ہیں۔

يُوْلِجُ الَّيْلَ فِى النَّـهَارِ وَيُوْلِجُ النَّـهَارَ فِى الَّيْلِۙ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِىْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ ذٰلِكُمُ اللّٰـهُ رَبُّكُمْ لَـهُ الْمُلْكُ ۚ وَالَّـذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُـوْنَ مِنْ قِطْمِيْـرٍ ۔۹۲؎

ترجمہ۔ وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے، اور اسی نے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے، ہر ایک وقت مقرر تک چل رہا ہے، یہی اللہ تمہارا رب ہے اسی کی بادشاہی ہے، اور جنہیں تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ ایک گٹھلی کے چھلکے کے مالک نہیں۔

درختوں کا نظام تولید خاندان، اور ان کے جوڑے

Life cycle of plants/ propagation

classification of plant:

درختوں میں بھی افزائش نسل کا سلسلہ کامیابی سے جاری ہے تاہم درختوں میں بھی نر اور مادہ دونوں جنس پائی جاتی ہیں جبکہ ان کی Fertilization اور Polination بھی ہوتی ہے جب ہی ان کی افزائش ممکن ہے اگرچہ کچھ پھولوں کے اندر ہی Male,Female sex organs پائے جاتے ہیں، کچھ درخت کی شاخیں اور کچھ درخت تنہا Male یا Female ہوتے ہیں تاہم یہ حیران کن نظام فطرت ہے جو عقل انسانی کو حیران کرنے کے لئے کافی ہے اگرچہ انسانوں اور دیگر جانداروں کی طرح سے درختوں اور پودوں کے جوڑے اور پھر ان جوڑوں سے ان کی اولاد، خاندان، عزیز و اقارب اور دوست احباب کا ہونا اللہ کی شان کریمی ہے۔ اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

الَّـذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّسَلَكَ لَكُمْ فِيْـهَا سُبُلًا وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۗ فَاَخْرَجْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰـى ۔۹۳؎

ترجمہ۔ (اللہ) نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا اور تمہارے لیے اس میں راستے بنائے اور آسمان سے پانی نازل کیا، پھر ہم نے اس میں طرح طرح کی مختلف سبزیاں نکالیں۔

وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ جَعَلَ فِيْـهَا زَوْجَيْنِ ۔ ۹۴؎

ترجمہ۔ اللہ نے ہر قسم کے پھلوں میں دو قسم کے جوڑے پیدا کر دئے ہیں۔

سائنسی تحقیقات کے مطابق کچھ درختوں، پھلوں، پودوں اور اناج میں کروموسومز کے جوڑے بھی پائے جاتے ہیں ذیل میں مختلف پھلوں اور سبزیوں کے Diploid chromosomal numbers بیان کئے گئے ہیں یعنی Full set of chromosomes جو male and female سے حاصل کئے گئے ہیں تاہم اس کا haploid number بھی با آسانی معلوم کیا جا سکتا ہے مثلاً اگر Potato کا ٹوٹل کروموسومز نمبر 48 ہے تو اس کا 24 haploid number ہو گا یعنی 24 male کا اور 24 female کا یہی قانون کل انسان، حیوانات، پرندے، حشرات والارض اور بہت سے درخت اور پودوں پر بھی لاگو ہوتا ہے۔

۱۲۔ حسِ خیال: Sense of Imagination:

حضور قلندر بابا اولیاء فرماتے ہیں! جب ذہن میں کوئی خیال آتا ہے تو اس کا کوئی نا کوئی کائناتی سبب ضرور ہوتا ہے خیال کا آنا اس بات کی دلیل ہے کے ذہن کے پردوں میں حرکت ہوئی ہے یہ حرکت ذہن کی ذاتی حرکت نہیں ہو سکتی اس کا تعلق کائنات کے ان تاروں سے ہے جو کائنات کے نظام کو ایک خاص ترتیب میں حرکت دیتے ہیں۔ ۹۵؎

آپ مزید فرماتے ہیں کے دماغ کے خلیات میں برقی رو گھومتی رہتی ہے اور اسی کے ذریعہ خیالات ایک ذہن سے دوسرے ذہن میں منتقل ہوتے ہیں ایک خیال ہو یا مختلف خیالات کا مجموعہ سب اسی برقی رو کے ذریعے احساسات میں ٹرانسفر ہوتے ہیں اس کا مطلب یہ ہوا کے مادہ (خلیہ) کوئی حقیقت نہیں رکھتا بلکہ خلیات کے اندر موجود برقی رو اہمیت کی حامل ہے۔

ابدال حق حضور قلندر باباؔ اولیاؒ فرماتے ہیں!جب انسان اپنی روح کا عرفان حاصل کر لیتا ہے تو اس کی رفتار کے آگے بجلی کی رفتار صفر ہو جاتی ہے اور ہزاروں اور لاکھوں برس قبل اور بعد کی باتیں اس کے سامنے آ جاتی ہیں۔۹۶؎

زمین پر کہیں بھی کسی پیغام کا ابتدائی سگنل وصول کرنے کے لئے انسان کو صرف 1/8 سیکنڈ درکار ہوتا ہے یعنی ایک سیکنڈ میں وہ خبر تقریباً (آٹھ) مرتبہ ہمارا جسم وصول کرتا ہے رفتار کی اس نہایت تیزی سے ہم کسی حد تک خیال کی رفتار کا اندازہ قائم کر سکتے ہیں۔

ماہرین کے مطابق روشنی کی رفتار کے اندر اندر اگر کوئی شے روشنی کی رفتار سے بھی زیادہ تیز چلے تو سائنس دانوں کے مطابق وقت اس شے کے لئے Reverse ہو جاتا ہے یعنی نتیجہ عمل سے پہلے ہی واقع ہو جاتا ہے نتیجے کی خبر قبل از وقت پالینا مستقبل بینی کہلاتا ہے

ابدال حق حضور قلندر باباؔ اولیاؒ فرماتے ہیں!انسان خیالات کی لہریں ایک ترتیب میں جمع ہو جانے کا نام ہے۔۹۷؎

حضرت شمس الدین عظیمی فرماتے ہیں!یہ ایک عجیب سربستہ راز ہے کہ پوری کائنات کے افراد اطلاعات اور خیالات میں ایک دوسرے سے ہم رشتہ ہیں البتہ اطلاعات میں معنی پہنانا الگ الگ وصف ہے مثلاً بھوک کی اطلاع شیر اور بکری دونوں میں موجود ہے لیکن بکری اس اطلاع کی تکمیل میں گھاس کھاتی ہے اور شیر بھوک کی اس اطلاع کو پورا کرنے کے لئے گوشت کھاتا ہے بھوک کے معاملے میں دونوں کے اندر قدر مشترک ہے لیکن بھوک کی اطلاع کو الگ الگ معنی پہنانا دونوں کا جداگانہ وصف ہے۔۹۸؎

رئیس امروہوی اپنی کتاب نفسیات و مابعد النفسیات میں لکھتے ہیں تمام انسانوں کے خیالات کی رو کائناتی شعاعوں سے زیادہ طاقتور اور ماورائے بنفشی امواج سے کہیں زیادہ پر اسرار اور حیرت انگیز ہیں خیالات کی لہریں روشنی کی رفتار یعنی ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سکینڈ کی رفتار سے زیادہ تیز ترین سفر کرتی ہیں انسان بے پناہ قوتوں کا مجموعہ ہے لیکن ان میں سے کوئی قوت

'قوت خیال' کامقابلہ نہیں کر سکتی تاہم وجود انسانی کی ہر قوت کا سرچشمہ اس کا خیال ہے یعنی خیال اور محض خیال، روشنی اور آواز کی لہروں کی طرح خیالات کی لہریں بھی وزن رکھتی ہیں ہر خیال کا ایک مخصوص رنگ و روپ بھی ہوتا ہے بعض خیالات کا رنگ سفید، سیاہ یا سرخ ہوتا ہے خیالات کی لہریں ہمارے دماغ سے نکلنے کے بعد خلاء میں پھیلے ہوئے لطیف نادیدہ مادے میں تموج اور ارتعاش پیدا کر کے اس مادے کو ایک خاص سانچے میں ڈھال دیتی ہیں۔ ایک افسردہ انسان پورے ماحول و انجمن کو افسردہ کر دیتا ہے۔

۱۳۔ حس بھوک: Hunger pangs:

بھوک کی اطلاع بھی خیالات کے ذریعے ہی انسانی ذہن وصول کرتا ہے اگر یہ اطلاع موصول نہ ہو تو انسان کھانے کی جانب متوجہ نہ ہو حس بھوک سے انسان کا تعلق انسان کی پیدائش سے لے کر موت تک قائم رہتا ہے۔

۱۴۔ حس پیاس: Sense of Thirst:

حس پیاس بھی دراصل اطلاع کی ایک قسم ہے اگر یہ حس متحرک نہ ہو تو انسان پانی پینے کی جانب کبھی متوجہ نہ ہو لیکن جسمانی نظام کی درست کارکردگی کے لئے کھانے اور پینے کی ضرورت رہتی ہے دوسری جانب جسم سے فاضل اور زہریلے اجزاء کا اخراج پیشاب اور پسینے کی صورت میں ہوتا ہے چنانچہ پانی ان زہریلے مادوں کے اخراج میں ایک اہم کردار ادا کرتا ہے اسی لئے انسان کو اطلاع موصول ہوتی ہے کہ اب پانی پینا چاہئے اگر یہ اطلاعات موصول نہ ہوں تو انسان کی زندگی اور صحت کو بے شمار خطرات لاحق ہو سکتے ہیں۔

۱۵۔ حس مدافعت: Sense of Defence:

فضاء میں بے شمار صحت بخش اور مضر صحت جراثیم بیکٹریاز اور وائرس ہر وقت موجود رہتے ہیں اس کے علاوہ کچھ متعدی بیماریاں بھی ہیں جو انسانوں اور جانوروں سے صحت مند انسان کے

جسم میں منتقل ہو جاتی ہیں لیکن اللہ تعالی نے ہر انسان کے جسم میں ایک نہایت مضبوط دفاعی نظام پیدا فرمایا ہے جو ہمہ وقت سر گرم عمل رہتا ہے اس موثر دفاعی نظام کو قدرت کا ایک کرشمہ بھی کہا جا سکتا ہے یعنی جسم کا مضبوط دفاعی نظام نا صرف اچھے اور برے جراثیم، بیکٹریاز اور وائرس میں نا صرف فرق کرنا جانتے ہیں بلکہ نقصان دہ اور صحت کے دشمن جراثیموں کو کس طرح سے جسم سے دور یا انھیں ختم کرنا ہے وہ یہ بھی اچھی طرح سے جانتے ہیں اس مدافعتی نظام کی perfaction کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ کبھی غلطی سے بھی یہ صحت قائم رکھنے والی مدافعاتی جسمانی نظام کی فوج کو کچھ نہیں کہتے اور نا ہی انھیں نقصان پہنچاتے ہیں ان کا اولین ہدف صرف انسانی جسم کو نقصان پہنچانے والے اجزاء اور جراثیم ہیں۔

۱۶۔حس داخلی درجہ حرارت:

Internal perception of heat:

ایک نارمل انسانی جسم کا درجہ حرارت 98.6ڈگری فارن ہائیٹ یا 37 ڈگری سینٹی گریڈ ہوتا ہے حس داخلی درجہ حرارت نا صرف انسان کے اندرونی جسمانی نظام اور اس کی ایک مخصوص حرارت کو متوازن رکھتی ہے بلکہ یہ حس انسان کے دماغ کے داخلی درجہ حرارت پر بھی نظر رکھتے ہوئے اسے بھی متوازن رکھتی ہے اکثر جب انسان کو بخار ہو جاتا ہے تو یہی حس انسان کو مطلع کرتی ہے تا کہ انسان فوری طور پر اس بخار کا سدباب کرتے ہوئے علاج کی جانب متوجہ ہو سکے یہی نہیں بلکہ اکثر جاڑا دے کر بخار آتا ہے چنانچہ یہی حس انسان کو یہ اطلاع فراہم کرتی ہے کے اپنے جسم کو گرم کپڑے سے لپیٹا جائے اور بخار کا تدارک کیا جائے گر یہ حسیات اپنا کام کرنا چھوڑ دیں تو انسانی زندگی کو شدید خطرات لاحق ہو سکتے ہیں۔

۱۷۔وزن کا اندازہ کرنے والی حس:

Perception of weight:

ہرانسان میں وزنی چیز کو دیکھ کر اس کے ممکنہ وزن کے تعین کی حس بھی موجود ہوتی ہے یعنی اشیاء کو اٹھائے بغیر محض دیکھ کر ہی انسان اس شے کے وزن کا اندازا قائم کر لیتا ہے یہ حس انسان کو اطلاع فراہم کرتی ہے۔ جس کی بناء پر وہ اندازا قائم کرتا ہے۔

۱۸۔ حس زمان: Time perception:

تمام اشیاء کائنات میں حسیات پائی جاتی ہیں تاہم ہر شے کی حس یا کل حسیات دو رخوں پر قائم ہیں۔

۱۔ظاہری رخ۔۲۔باطنی رخ۔

۱۔ظاہری رخ کو مکانیت کہتے ہیں۔

۲۔باطنی رخ کو زمانیت کہتے ہیں۔

جب بھی کسی شے کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس سے مراد اس کے دو رخوں کا تذکرہ ہے یعنی ایک باطنی رخ جو زمانیت ہے جب کے ظاہری رخ مکانیت کو ظاہر کرتی ہے زندگی کا کوئی عمل، کوئی نقش اور کوئی حرکت زمانیت کے بغیر ممکن نہیں لیکن زمانیت مادی آنکھ سے اوجھل ہے زمانیت کو روحانی اصطلاح میں نسمہ کہا جاتا ہے تاہم نسمہ ایک روشنی ہے جو دو رخوں میں سفر کرتی ہے اس کا ایک رخ گریز جبکہ دوسرا رخ کشش کہلاتا ہے انسانی ذات چونکہ روشنیوں کا مجموعہ ہے تاہم انسانی ذات میں موجود یہ روشنیاں اسے مسلسل دو جانب حرکت دیتی ہیں

۱۔ایک حرکت کشش ہے یعنی انسان اپنی بساط کی جانب کھنچ رہا ہے یہ حرکت (ہستی کی جانب کھنچاؤ ہے یعنی نسان اپنی صل کی جانب کشش محسوس کرتا ہے یہ ایک ملکوتی صفت ہے۔

۲۔دوسری حرکت انسان اپنی زندگی کے مسلسل قیام کے لئے روشنیوں کے ذخائر کو اپنے اندر ہمہ وقت جذب کر رہا ہے یہ حرکت صفت بشری کہلاتی ہیں جو گریز کی شکل میں انسان کو انوار سے دور کرتی ہیں اگرچہ یہ دونوں حرکات مکمل ضابطہ اور قاعدے کی پابند ہیں۔

سائنسدان ابھی تک وقت کی درست، حتمی اور دوٹوک تعریف بیان کرنے سے قاصر ہیں

اگرچہ وقت کو مدت کا شعوری تجربہ کہاجائے تو بے جانہ ہو گا کیونکہ یہ وہ عرصہ ہے جس میں کوئی فعل یا واقعہ رونما ہوتا ہے گو کہ وقت طبعی دنیا کی اساسی مقداروں میں سے ایک ہے تاہم جدید طبعیات میں وقت کو چوتھی جہت بھی کہاجاتا ہے کیونکہ وقت مختلف افعال و رواقعات کے ایک لامتناہی سلسلے کی نمائندگی کرتا ہے جس کی کڑیاں آپس میں پیوست ہیں جبکہ وقت کو مختلف اور متنوع واقعات کی وقوع پذیری کا تسلسل بھی کہاجاتا ہے لیکن ماہرین طبعیات اور دیگر سائنسدانوں نے نہایت عرق ریزی سے وقت کی فلکیاتی اور ایٹمی تعریف کرنے کی بھی کوشش کی ہے جبکہ ان کا یہ بھی ماننا ہے کے کائنات کو درست انداز سے سمجھنے کے لئے وقت ایک اہم اور مشکل خواص کی حیثیت رکھتا ہے۔

وقت کا سائنسی مطالعہ:

Time - Space continuum:

وقت کا سائنسی مطالعہ سولہویں صدی میں ایک اطالوی طبعیات دان اور ماہر فلکیات گلیلو گلیلی نے شروع کیا اس نے اپنی تحقیق میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کے زمین اور دیگر سیارے سورج کے گرد گھومتے ہیں یہی نہیں بلکہ اس نے ۱۵۸۰ء میں پنڈولیم والی ایک گھڑی بھی ایجاد کی جس نے بعد کی گھڑیوں کے لئے ایک بنیاد فراہم کی لیکن گلیلیو کی یہ تحقیق چونکہ کیتھو لک چرچ کے عقائد کی خلاف ورزی تھی چنانچہ چرچ کی جانب سے گلیلیو پر کفر کا فتویٰ عائد کیا گیا اور ۱۶۳۳ء میں اسے مستقل طور پر قید کر دیا گیا جہاں طویل قید و بند کی صعوبتوں کو سہتے ہوئے ۱۶۴۲ء میں اس کا انتقال ہو گیا یہ الگ بات کے ساڑھے تین سو سال کے بعد خود کیتھو لک چرچ نے گلیلیو کے نظریات کی نا صرف تصدیق کی بلکہ انھیں تسلیم بھی کیا لیکن گلیلیو کے انتقال کے بعد اس کے بیٹے Vincenzo نے اپنے باپ کے کام کو آگے بڑھاتے ہوئے اس کے کام کو پایہ تکمیل تک پہنچایا بعدازاں سترہویں صدی عیسوی میں انگریز ریاضی دان اور طبعیات دان سر آئزک نیوٹن نے وقت کے حوالے سے اپنی تحقیق کو آگے بڑھایا جبکہ اسی ضمن میں بیسویں صدی کے اوائل میں جرمن سائنسدان البرٹ آئین اسٹائین نے پہلی مرتبہ وقت کی ایک جامع تعریف پیش کرنے کی

کوشش کی گرچہ آئین اسٹائین نے ہی وقت کو چوتھی جہت کے طور پر متعارف کروایا۔

وقت کی پیمائش کا طریقہ:

Understanding the passage of time:

ارشادِ خداوندی ہے!

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِیْ كِتَابِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۚ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ۔۹۹؎

ترجمہ۔ حقیقت یہ ہے کے مہینوں کی تعداد جب سے اللہ نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا ہے اللہ کے نوشتے میں بارہ (۱۲) ہی ہیں ان میں سے چار مہینے حرام (محترم) ہیں۔

قدیم ادوار اور تہذیب میں بھی وقت کو جاننے کے طریقے رائج تھے قصص الانبیاء میں ہے کے حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی اولاد کو صبح و شام کی عبادات تعلیم فرمائیں چونکہ ہر عبادت پابندی وقت کے ساتھ مشروط ہے چنانچہ لازمی وہ لوگ بھی وقت کی پابندی اور اس کو دیکھنے جاننے اور سمجھنے کے اصول سے واقف تھے بعد از اں یہ علم ان کی نسلوں میں بھی منتقل ہوا جبکہ اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام علوم اسمائے عطا فرمائے لہٰذا وقت جاننے کا علم بھی یقینی طور پر وہ جانتے تھے یعنی اللہ تعالی نے سورج کو گھڑی اور چاند کو کلینڈر بنایا ہے جب ہی ہم سورج کو دیکھ کر صبح، دوپہر، سہ پہر اور رات کا اندازہ قائم کرتے ہیں جبکہ نئے چاند کو دیکھ کر مہینے کی ابتداء اور چودہویں کے چاند کو دیکھ کر مہینے کے وسط کا اندازہ قائم کیا جاتا ہے۔

اسی حوالے سے ارشادِ خداوندی ہے!

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَه مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ۚ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْاٰيَاتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ۔۱۰۰؎

ترجمہ۔ (اللہ) نے سورج کو ذریعہ روشنی اور چاند کو نور بنایا اور چاند کے لئے منزلیں مقرر

کیں تا کہ تم اس سے برسوں کی تعداد اور حساب معلوم کر سکو، اللہ نے اس کو بغیر کسی مصلحت کے پیدا نہیں کیا وہ ان لوگوں کے لئے جو علم رکھتے ہیں تفصیل سے اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے۔

قدیم تہذیب میں وقت کے تعین کا کوئی باقاعدہ آلہ نہ تھا لیکن یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ ہزاروں برس قبل مشرق وسطیٰ اور شمالی فریقہ میں آباد تہذیبوں نے وقت کا حساب رکھنا شروع کر دیا تھا بعد ازاں ۵۰۰ ق م میں اہل مصر نے پتھر کی لوح کی صورت میں وقت کی پیمائش کے طریقے کو ایجاد کر لیا تھا وہ پتھر کی تراشیدہ لوح کے سایے سے وقت کا تعین کرتے پھر اسی دور میں شمسی گھڑیاں بھی ایجاد ہوئیں اگرچہ یہ گھڑیاں آج کی گھڑیوں سے مختلف تھیں لیکن ان کا اندرونی میکنزم کسی حد تک آج کی گھڑیوں سے مماثل تھا پھر آبی گھڑیاں وران کی باقیات بھی فرعون آمن حوتپ اول کے مقبرے سے دستیاب ہوئیں ۱۲۸۵ء میں ٹک ٹک کرنے والی گھڑیاں بھی ایجاد کی گئیں اگرچہ وقت کی پیمائش کی مختلف کوششیں عرصہ دراز سے جاری تھیں جس میں بلا آخر ۱۶۸۰ء میں کافی پیش رفت ہوئی چنانچہ اب سائنسدان منٹوں اور سیکنڈز کے حساب کو بھی درست بنیادوں پر استوار کرنے میں کامیاب ہوئے بعد ازاں میگنڈر ائفلر نے ۱۸۸۹ء میں پنڈولیم کلاک تیار کی جو ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصے کو بھی درست بتاتی۔۱۰۱؎

وقت کی روحانی تفسیر: Meta physics of time:

جہاں تک قرآن کریم اور احادیث نبوی ﷺ کی روشنی میں وقت کی روحانی تفسیر کی وضاحت ہے تو وہ کچھ اس طرح ہے کہ علمائے باطن یہ کہتے ہیں کہ جب ہم کائنات کی تخلیق سے پہلے کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو اس کا مطلب صرف اور صرف ماضی ہے بالفاظ دیگر ماضی کے سوا کچھ نہیں تاہم یہی تشخص حقیقی ہے جس کی وضاحت میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو کچھ ہونے والا ہے اسے قلم لکھ کر خشک ہو چکا یعنی اگر اس حدیث نبوی ﷺ کا تجزیہ کیا جائے تو ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ماضی کے سوا اور کوئی زمانہ نہیں جبکہ حال اور مستقبل بھی اسی ماضی کے اجزاء ہیں چنانچہ یہیں سے کائنات کی ابتداء اور اس کی ساخت کا سراغ ملتا ہے اس کی مزید

وضاحت اس طرح سے بھی کی جاسکتی ہے کے جب کوئی شخص فلم دیکھتا ہے تو وہ اسے ابتداء سے اختتام تک نہایت توجہ سے دیکھتا ہے تاکہ اسے معلوم ہو سکے کے اس کا انجام کیا ہے؟ لیکن اس فلم کے ڈائریکٹر کو اس فلم کی ابتدا اور انتہا دونوں کا علم ہوتا ہے لیکن فلم بین اس کے ایک ایک منظر کو انہماک سے دیکھتے ہیں بالکل اسی طرح سے اس کائنات کے ڈائریکٹر نے بھی ایک مکمل فلم بنائی جس میں مختلف کردار ہیں جو اپنا اپنا رول پلے کر کے پردے سے غائب ہوتے چلے جارہے ہیں یعنی قلم لکھ کر خشک ہو چکا یعنی فلم بن چکی ہے اور اس کا انجام بھی ڈائریکٹر کو معلوم ہے۔

حضرت علی ؓ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ ایک جنازے میں تھے اور آپ ﷺ ایک تنکے سے زمین کو کریدر ہے تھے پھر آپ ﷺ نے فرمایا! تم میں سے ہر شخص کا جنت یا دوزخ میں ٹھکانہ لکھ دیا گیا ہے، صحابہ نے کہا! یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہم اس لکھے ہوئے پر اعتماد نہ کرلیں ؟ اور عمل کو چھوڑ دیں تو آپ ﷺ نے فرمایا! عمل کرتے رہو، ہر شخص کے لئے اسی عمل کو آسان کر دیا گیا ہے جس کے لئے اس کو پیدا کیا گیا ہے سو جو اہل سعادت میں سے ہیں ان کے لئے اہل سعادت کے اعمال کو آسان کر دیا گیا ہے اور جو بھی اہل شقاوت ہیں ان کے لئے اہل شقاوت کے اعمال کو آسان کر دیا گیا ہے پھر آپ ﷺ نے ان آیات کی تلاوت کی!

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَ اتَّقٰی وَ صَدَّقَ بِالْحُسْنٰی فَسَنُیَسِّرُہ لِلْیُسْرٰی وَ اَمَّا مَنْ م بَخِلَ وَ اسْتَغْنٰی وَ کَذَّبَ بِالْحُسْنٰی فَسَنُیَسِّرُہ لِلْعُسْرٰی ۔ ۱۰۲

ترجمہ ۔ پس جس نے اللہ کی راہ میں دیا اور اللہ سے ڈر کر گناہوں سے بچتا رہا اور نیک باتوں کی تصدیق کرتا رہا پس ہم اس کو عنقریب آسانی (جنت) مہیا کریں گے اور جس نے بخل کیا اور اللہ سے بے پرواہ رہا اور نیک باتوں کی تکذیب کرتا رہا پس ہم اس کو عنقریب دشواری (جہنم) مہیا کریں گے ۔

حضرت ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تم میں سے کوئی شخص موت کی تمنا نہ کرے اور نہ موت کے آنے سے پہلے اس کی دعا کرے کیونکہ جب تم میں سے کوئی

شخص مر جاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے اور مومن کی عمر اس میں نیکی کے سوا کسی اور چیز کو زیادہ نہیں کرتی۔ ۱۰۳؎

:Biological Clock

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان میں ایک Biological Clock نصب کر رکھی ہے اس قدرتی گھڑی میں (چوبیس گھنٹوں) کا شیڈول ریکارڈ ہوتا ہے اس حس کو روشنی اندھیرے، سورج چاند، ستاروں کی لہروں اور زمین کی مقناطیسی فیلڈ سے تحریک حاصل ہوتی ہے۔ انسان اگر سوتے وقت اپنے آپ کو مخاطب کر کے یہ کہے کے مجھے اتنے بجے اٹھا دینا تو یہ حس زمان اس شخص کو ٹھیک اسی وقت پر اٹھا دیتی ہے یہ بات بے شمار تجربات سے ثابت ہے اور اس کے کئی افراد بھی گواہ ہیں۔

۱۹۔ حس مکان: Perception of Space:

انسان، مکان یا Space کی جتنی بھی جہات سے واقف ہیں وہ صرف اور صرف اسی حس کی وجہ سے ہے ہر انسان کے اندر حس مکان موجود ہوتی ہے اشیاء کائنات کی لمبائی، چوڑائی، موٹائی و روزن کا تعین کے ساتھ ہی کسی بھی کام میں اندازاً کتنا وقت سرف ہو گا اور کسی جگہ جانے میں کتنا وقت لگے گا وغیرہ اگرچہ ترقی یافتہ ممالک میں اس پر بہت کام ہوا ہے یعنی جہاز یا ٹرین میں آمد و رفت کا درست وقت پھر کتنی اسپیڈ سے یہ سفر کیا جائے گا تو اس پر کتنا وقت صرف ہو گا وغیرہ۔

اس دنیا میں نظر آنے والی کسی چیز کا تعلق اس دنیا سے نہیں ہر چیز کہیں ریکارڈ ہے اس ریکارڈ پر سے روشنی گزرتی ہے تو اس کا عکس جس اسکرین پر پڑتا ہے۔

تصویر اس کے مطابق نظر آتی ہے اگر ریکارڈ کی اسپیس معلوم ہو جائے تو تخلیقی نظام پر سے پردہ اٹھ جائے۔

۲۰۔ سمت معلوم کرنے کی حس:

Sense of direction:

تمام انسانوں میں سمت معلوم کرنے کی حس بھی موجود ہوتی ہے انسان دیکھے بغیر سمت کا تعین کر لیتا ہے مثلاً نابینا افراد بغیر کسی مدد کے سمت کا درست اندازہ لگا لیتے ہیں انسانوں کے علاوہ جانوروں اور پرندوں میں بھی پائی جاتی ہیں خصوصاً ہجرت کرنے والے پرندوں پہ آکسفورڈ یونیورسٹی میں ایک حالیہ تحقیق سے یہ ثابت ہوا ہے کے کرپٹو کرومز (Cryptochromes) نامی پروٹین جو کے نباتات، جانوروں اور پرندوں میں پائی جاتی ہے، روشنی کے لئے بہت حساس ہے Cryptochrome نامی پروٹین خاص طور پر ہجرت کرنے والے پرندوں کی آنکھوں میں پائی جاتی ہے جو انھیں مقناطیسی میدان کو محسوس کرنے اور درست سمت کے تعین میں مدد فراہم کرتی ہے جب ہی بغیر کسی نقشے کے ہزاروں میل کے سفر محض درست اندازے پر کامیابی سے طے کرتے ہیں۔

۲۱۔ حس قربت: Sensing a presence:

یہ بات انسانی تجربات اور مشاہدے میں ہے کے اگر کسی جگہ کوئی شخص دبے قدموں آ یا یا وہ پہلے سے موجود ہے لیکن چھپا ہوا ہے تو آنے والے شخص کو بغیر کسی جسمانی رابطے یا تعلق کے اس شخص کی موجودگی کا احساس ہو جائے گا تاہم نابینا افراد کی حس قربت کافی تیز ہوتی ہے جبکہ جانوروں کی حس قربت تو انسانوں سے بھی زیادہ بیدار اور تیز رفتار ہوتی ہے۔

۲۲۔ اضافی حواس: Extended sensory system:

کچھ غیر معمولی ذہین یا پھر معذور افراد میں اضافی حواس کی حسیات عام لوگوں سے کہیں زیادہ ہوتی ہے یعنی عام انسان کے مقابلے میں ایسے افراد زیادہ زود حس ہوتے ہیں لیکن اس کے لئے یکسوئی، توجہ، مستقل مزاجی اور ارتکاز بے حد ضروری ہے۔

۲۳۔حس ریڈیائی:

Electromagnetic hypersensitivity (EHS):

کائنات سے ہمہ وقت روشنیوں کا اخراج ہوتا ہے یہ روشنیاں اشیاء کائنات لہروں کی شکل میں وصول کرتے ہیں ان ہی لہروں میں پیغامات اور اطلاعات بھی موجود ہوتی ہیں اور ان ہی لہروں کے ذریعے مخلوقات اپنے خیالات کو دوسروں تک منتقل بھی کرتے ہیں۔

طبی اور نفسیاتی ماہرین کے مطابق ! چڑھتے چاند کی تاریخوں بالخصوص (۱۴) تاریخ کو ذہنی اور نفسیاتی مریضوں کے مرض میں اضافہ نوٹ کیا گیا ہے یہی نہیں بلکہ چاند کی (۱۴) تاریخ کو لوٹ مار، قتل و غارت گری، فسادات، خودکشی، پاگل پن میں اضافے اور ڈپریشن میں اضافہ بھی دیکھا گیا ہے اسی طرح سے چاند گرھن اور سورج گرھن کے بھی اثرات انسانوں، جانوروں اور پودوں پر نوٹ کئے گئے ہیں مندرجہ بالا مثالوں سے ماہرین اس نتیجے پر پہنچے کے انسان اور دیگر مخلوقات پر ریڈیائی لہریں اثرانداز ہوتی ہیں اور چونکہ ہر مخلوق بہ شمول انسان کے اندر بھی ریڈیائی حسیات پائی جاتی ہیں چنانچہ ان لہروں کے اثرات انسانوں پر بھی نظر آتے ہیں۔

۲۴۔حس خواب: The ability to dream:

انسان اپنی ساری زندگی صرف دوہی کام کرتا ہے ا۔سوتا ہے۔۲۔جاگتا ہے۔

ان دوہی کیفیات میں اس کی تمام زندگی بسر ہوتی ہے انسانی روح کی ساخت میں مسلسل حرکت پذیری پائی جاتی ہے ہر انسان بیداری کی طرح عالم خواب میں بھی کچھ نہ کچھ کرتا ہے لیکن اسے اس بات کا شعور نہیں ہوتا یا یہ بھی کہا جاسکتا ہے کے اسے عالم خواب میں اپنے کئے گئے اعمال یاد نہیں رہتے اگر کسی طرح سے حافظہ کی قوت اور جسمانی عادتوں میں ردوبدل کر کے اس کو اس قابل بنالیا جائے تو انسان عالم خواب کے اعمال کو بھی یاد رکھ سکے گا۔

حضور قلندر بابا اولیاء فرماتے ہیں ! روحانی لوگوں کے اندازے کے مطابق انسان بحالت

خواب ایک گھنٹے میں (ایک لاکھ اسی ہزار میل) کا سفر طے کرتا ہے۔ ۱۰۴؎

حضور قلندر بابا اولیا فرماتے ہیں! خاکی دنیا کے ساتھ ایک دوسری دنیا بھی آباد ہے اس دوسری دنیا کو مذہب کی زبان میں عالم اعراف یا عالم برزخ کہتے ہیں اس دوسری دنیا میں انسان کا ہر روز آنا جانا لگا رہتا ہے اگرا س روز کے آنے جانے کے کئی حقائق انسان کی آنکھوں سے پوشیدہ اور مستور ہیں تاہم دوسری دنیا میں انسان کی یہ آمدورفت غفلت کی حالت میں واقع ہوتی ہے یعنی جب انسان گہری نیند سو جاتا ہے تو اس کا وجود خاکی دنیا ملکوتی میں داخل یا منتقل ہو جاتا ہے جہاں وہ چلتا پھرتا، کھاتا پیتا اور کئی لوگوں سے ملاقاتیں کرتا ہے انسان نے اس کیفیت کا نام خواب رکھ دیا ہے تاہم انسان نے کبھی یہ جاننے کی کوشش نہیں کی کے خواب بھی زندگی کا ایک جز ہے ۔۱۰۵؎

حضرت شمس الدین عظیمی فرماتے ہیں! خواب دراصل ایک مخفی زبان ہے جبکہ خواب کی تعبیر کا علم "علم لدنی" کا ایک باب ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت خصوصی کی وجہ سے کسی کو نصیب ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے ۔۱۰۶؎

لیکن اس بات کا یہ ہر گز مطلب نہیں کے خواب کی تعبیر بتانے والا شخص پیغمبر یا نبی ہے یہ اللہ کا خاص کرم ہے کے اللہ تعالیٰ جس کو چاہے یہ انعام عطا فرمادے۔

حضرت شاہ ولی اللہ جسم مثالی کو نسمہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں نسمہ فارسی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہوا کے ہیں آپ کہتے ہیں نسمہ ایک لطیف ترین جسم ہے جو انسان کے نفس ناطقہ یعنی (روح) سے اس طرح متصل اور جسم عنصری میں جاری و ساری ہے جس طرح پھول میں اس کی خوشبو بسی ہو تمام افعال اور قوتوں کا حامل بھی نسمہ ہی ہے تاہم اس دنیا سے الگ ایک اور دنیا بھی ہے جو عالم مثال ہے خواب میں ہمارا نسمہ اسی عالم میں چلا جاتا ہے ۔۱۰۷؎

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد:

حضرت ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! جب زمانہ قریب ہو گا تو

مسلمانوں کے خواب کم جھوٹے ہوں گے تم میں سے جو جتنا سچ بولے گا اس کے خواب اتنے ہی سچے ہوں گے اور مسلمان کا خواب نبوت کے ۴۵ حصے میں سے ایک حصہ ہے۔

خواب کی تین اقسام ہیں۔

۱۔نیک خواب اللہ کی طرف سے بشارت ہے۔

۲۔اور ڈرانے والا خواب شیطان کی طرف سے ہے۔

۳۔اور بعض خواب انسان کے دل میں آنے والی باتوں کے موافق ہوتے ہیں اگر تم میں سے کوئی شخص بھی ڈراؤنا خواب دیکھے تو کھڑا ہو کر نماز پڑھے اور لوگوں کو نہ بتائے۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا! میں پاؤں میں بیڑیوں کو پسند کرتا ہوں اور طوق کو ناپسند کرتا ہوں پاؤں میں بیڑیوں سے مراد دین میں ثابت قدمی ہے۔۱۰۸؎

ایک شخص نے حضرت عمرؓ سے اپنا خواب بیان کیا اس نے خواب میں ہری بھری گھاس دیکھی اور پھر سوکھی ہوئی گھاس دیکھی تو حضرت عمرؓ نے کہا پہلے پہل تو تمھیں ایمان کی تازگی نصیب ہو گی اس کے بعد آخر میں تم کفر اختیار کرو گے اور تیرا خاتمہ کفر پر ہو گا یہ سن کر وہ شخص کہنے لگا کہ میں نے تو یہ خواب یونہی جھوٹا بیان کیا تھا اس پر حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ جو کچھ میں نے کہا وہ منجانب اللہ ہے اور اسی طرح کا فیصلہ ہو گا۔۱۰۹؎

حضرت عمرؓ نے فرمایا علم نجوم کہانت کے لئے نہیں بلکہ قبلہ وسمت وسفر معلوم کرنے کے لئے سیکھو۔۱۱۰؎

روحیں خواب میں دوسری روحوں سے ملاقاتیں کرتی ہیں۔

رات کے حواس:

حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی فرماتے ہیں! نیند کی دنیا رات کے حواس ہیں ہر فرد اپنی زندگی میں سچے خواب دیکھتا ہے اور آنے والے حالات وواقعات سے متعارف ہوتا ہے رات کے حواس میں انسان، برزخ، عالم اعراف، ملائکہ اور ملاءِ اعلیٰ کا عرفان حاصل کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات عطا فرمائی اس تورات کے عطا کئے جانے میں رات کا ذکر موجود ہے۔

رسول اللہ ﷺ معراج کروائی گئی تو یہاں بھی رات کے حواس موجود تھے جب انسان سوتا ہے تو اس کا مادی جسم بے حس و حرکت ہو جاتا ہے لیکن وہ نیند کی حالت میں اپنے آپ کو چلتا پھرتا، کھاتا، پیتا اور دیگر تقاضے ادا کرتا دیکھتا ہے نیند کی حالت میں انسان مظاہراتی بندشوں اور پابندیوں سے آزاد ہوتا ہے۔

شاہ ولی اللہ مزید فرماتے ہیں اللہ تعالی نے انسان کو دو قوتیں ودیعت کی ہیں ایک قوت ملکیہ (ملکوتی) اور دوسری قوت بہیمیہ (حیوانی)۔نسمہ روح ہوائی سے عبارت ہے اور روح ہوائی جسم میں طبعی عناصر کے عمل اور رد عمل کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے لیکن نسمہ سے اوپر انسان میں ایک اور نفس ناطقہ بھی ہوتا ہے جو کے نسمہ پر تصرف کرتا ہے اس تصرف کے دو رجحانات ہوتے ہیں ایک رجحان انسان کو بھوک، پیاس، شہوت، غضب، حسد، غصہ اور خوشی کے جبلی تقاضوں کی طرف مائل کر دیتا ہے جس کی وجہ سے انسان، انسان نہیں بلکہ حیوان بن جاتا ہے جبکہ دوسرا رجحان جو کے نفس ناطقہ کی وجہ سے ہوتا ہے یہ رجحان انسان کو فرشتوں کی صف میں کھڑا کر دیتا ہے چنانچہ اس حالت میں وہ حیوانی تقاضوں سے رہائی حاصل کر لیتا ہے جس کے نتیجے میں انسان پر اس مادی عالم سے اوپر موجود عالم تجرد سے انس و سرور کا نزول ہوتا ہے اور ملاء اعلیٰ کے وہ افراد جو اہل دنیا کو فیوض و برکات پہنچانے کا ذریعہ ہیں وہ اس شخص کے ہم آواز ہو جاتے ہیں۔[111]

نیند کی اہمیت: Importance of sleep:

جدید تحقیق کے مطابق آج کا انسان ماضی کے انسان کی بہ نسبت ایک گھنٹہ کم سوتا ہے انسانی دماغ کسی کارخانے کی مانند ہے جس میں ضروری اور بے ضروری کئی خیالات اور رجحانات پائے جاتے ہیں لہٰذا جب انسان گہری نیند سوتا ہے تو دوران نیند اس کے دماغ میں پائے جانے والے کھربوں نیورانز (Neurons) مضر صحت خیالات اور ان کے اثرات کو ختم یا صاف کرتے

ہیں ایک اچھی نیند کسی بھی انسان میں یکسوئی، قوت ارتکاز، ذہانت بہترین یادداشت اور جسمانی کارکردگی کو بڑھانے میں معاون ثابت ہوتی ہے اور کئی قسم کے موذی امراض جن میں ذیابطیس، ہائی بلڈ پریشر، ڈپریشن، انگزائٹی، امراض قلب، کینسر، ہڈیوں کی بوسیدگی، بغیر وجہ کی تھکن، چڑچڑاپن، موٹاپا، معدے کے متعدد امراض اور الزائیمر کے شدید خطرات سے انسان کو بچاتی ہے جبکہ کئی قسم کے جسمانی ذہنی و نفسیاتی امراض سے محفوظ و مامون بھی رکھتی ہے۔

امریکی سائنسدانوں کی ایک تحقیق کے مطابق اگر انسان مسلسل جاگتا رہے یا اپنی مطلوبہ نیند کو پورا نہ کرسکے تو ایسی صورت میں اس کے دماغی خلیات کو شدید نقصانات پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ہے نیز وہ اعصابی و دماغی تھکن کا شکار ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے دماغی خلیات کی ٹوٹ پھوٹ کا بھی شکار ہوتا ہے کیونکہ ایسی صورت حال میں دماغی خلیات سے

Free Radicals کا اخراج شروع ہو جاتا ہے جو دماغی صحت مند خلیات پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ میڈیکل سائنس کے حوالے سے یہ صورت حال انسان کے لئے انتہائی مضر اور خطرناک ہے۔

کینیڈا کے ایک ماہر امراض دماغ ڈاکٹر اسٹینلے کارین کے مطابق اگر کوئی شخص رات میں ایک گھنٹہ کم سوئے تو اگلے دن اس کی ذہانت کے ایک آئی کیو پوائنٹ میں کمی واقع ہو جائے گی اس کے برعکس اگر انسان اپنی مطلوبہ نیند کو پورا کرے تو ایسی صورت میں اس کے دماغ میں

Anti Oxidant Chemicals بنتے ہیں جو انسانی صحت کے لئے انتہائی سودمند تصور کئے جاتے ہیں۔

سائنسی تحقیق کے مطابق انسانی جسم کا ہر عضو ہر نو سال کے بعد نیا بن جاتا ہے لیکن اس کے دماغ میں قطعاً کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی کیونکہ اگر دماغ میں خلیاتی تبدیلی واقع ہو گی تو انسان کی پرانی یادداشت ختم ہو جائے گی لہٰذا کم نیند کے شکار شخص کے دماغی نیورانز بری طرح سے تباہ ہو جاتے ہیں جن کی واپسی کسی بھی صورت میں ممکن نہیں یعنی یہ ایک ناقابل تلافی نقصان ہے جو

کے کسی بھی صورت میں پورا نہیں کیاجا سکتا نیند کی کمی کے شکار افراد دکھ سکھ کے مواقع پر انتہائی شدید جذبات کا اظہار کرتے ہیں تاہم اگر ان سے مذاق کیاجائے تو وہ مشتعل ہو کر مرنے مارنے پر تل جاتے ہیں۔

معمر افراد عام طور پر نیند کی کمی کا شکار ہوتے ہیں لہٰذا ان کی دماغی کار کردگی شدت سے متاثر ہوتی ہے کیونکہ مناسب نیند کی بدولت ہی دماغی فضلے کی صفائی ممکن ہے اگر فضلہ دماغ میں موجود رہے گا تو ایسی صورت میں بے شمار جسمانی، ذہنی اور نفسیاتی عوارض کے لاحق ہونے کے قوی امکانات ہیں لہٰذا ایک اچھی نیند کسی بہترین ٹانک سے کم نہیں۔

لاہور کے ایک ممتاز معالج ڈاکٹر کامران شمس کہتے ہیں کہ نیند کی کمی کا مسئلہ آج کے انسان کا خود پیدا کردہ ہے ،اسے کب اور کتنی نیند لینی ہے؟ یہ بات وہ نہیں جانتا کام کے دباؤ کی وجہ سے وہ جسمانی اور دماغی Stress لیتا ہے جس کی وجہ سے اس کے جسم میں Cortisol Harmones وافر مقدار میں جنم لیتے ہیں پھر مصنوعی روشنیوں کی چکا چوند اور غیر فطری طرز زندگی کے سبب اس کے جسم کی حیاتیاتی گھڑی یعنی (Biological Clock) کا توازن بھی بگڑ جاتا ہے جس کے نتیجے میں وہ یہ جان ہی نہیں پاتا کہ آیا اس کو کتنا سونا ہے؟ ایک مشہور امریکی نیورو سائنٹسٹ ڈاکٹر میکس نیدرگارڈ انسانوں اور جانوروں پر کی گئی اپنی ایک طویل تحقیق کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ انسانی جسم میں دماغ کی حیثیت ایک حاکم کی ہے جسے اپنی بہتر کار کردگی کے لئے بے حد طاقت اور توانائی کی ضرورت ہے باقی انسانی جسم کے فضلے کا اخراج تو مختلف طریقوں سے ہو ہی جاتا ہے لیکن دماغی فضلے جس میں ٹینشن، ڈپریشن، خوف، نفسیاتی الجھنیں، بیماریاں، غم، مایوسی، اضطراب، بے چینی، مایوسی، تھکن، کمزوری، ناقص کار کردگی، گھریلو الجھنیں ورنا مساعد حالات شامل ہیں ان کی صفائی کے لئے صرف اور صرف مکمل ور مسلسل نیند ہی کی ضرورت اور اہمیت ہے جاگتے اور سوتے ہوئے دماغی ذمہ داریاں بالکل مختلف ہیں۔ ماہرین اس کی مثال اس طرح سے دیتے ہیں کہ جاگتے

ہوئے ایک انسانی دماغ کی مصروفیات اور ذمہ داریاں ایک مصروف ترین ائیرپورٹ کی ہے جبکہ بحالت نینداس کے وہی دماغی خلیات کسی سپرمین کا روپ دھار کرنہایت تیزی سے دماغی کونوں کھدروں کی صفائی کے اہم کاموں میں لگ جاتے ہیں، ڈاکٹر میکس نیدر گارڈ نے انسانی دماغ میں کام کرنے والے ایک مخصوص خلیے گلیال(Gilal) پر ایک طویل تحقیق کی ہے اور یہ ثابت کیا ہے کے گلیال نامی خلیہ ہی دوران نیندانسانی دماغ کی صفائی کے اہم ترین فرائض کو انجام دیتا ہے دماغ کے برقی رو کے مطالعے سے (Electro Encephalographic) سے یہ پتا چلتا ہے کے نیند کے دو نمایاں مراحل ہیں۔

۱۔ نیند کا پہلا مرحلہ Non.REM جب انسان نیند کے لئے بستر پر جاتا ہے تو وہ نیند کے پہلے مرحلے یعنی Non REM میں داخل ہوتا ہے یہاں اس کی جسمانی اور دماغی خلیاتی کارکردگی سست پڑنا شروع ہو جاتی ہے۔

۲۔ پھر وہ بتدریج نیند کے دوسرے حصے یعنی

Rapid Eye Movement (REM) میں داخل ہو جاتا ہے ماہرین کے مطابق نیند کے اس حصے میں انسانی دماغ کے خلیات کی کارکردگی تقریباً تھم جاتی ہے جبکہ ساری رات وہ وقفے وقفے سے نیند کے پہلے اور دوسرے مراحل سے گزرتا رہتا ہے اسی طرح سے دماغی سرگرمیاں جب حد درجہ ماند پڑجاتی ہیں تو گلیال اپنے بے شمار مددگاروں کے ساتھ دماغ کے کونے کونے میں پہنچ کر صاف صفائی کے کام کو انجام دیتا ہے جس کی وجہ سے انسان بے شمار تفکرات، خوف ڈیپریشن، ٹینشن، مایوسی، اضطراب اور بے چینی سے نجات حاصل کر لیتا ہے بصورت دیگر انسانی دماغ میں Molecular فضلہ جمع ہوتا رہتا ہے جو صحت مند خلیات کو بھی شدت سے متاثر کرتا ہے ماہرین کا یہ بھی ماننا ہے کے نیند کی دواؤں سے دی جانے والی مصنوعی نیند انسانی دماغ کے محض ایک حصے کو تو سلا سکتی ہیں لیکن قدرتی نیند جیسی دماغی کارکردگی و راس کے بہترین نتائج کسی طور بھی حاصل نہیں کئے جا سکتے ہیں ایک اچھے ڈاکٹر کی یہ پہچان ہے کے وہ اپنے مریضوں سے ان

کی نیند کے بارے میں ضرور سوالات کرتا ہے امریکہ کے Sleep Disorder Centre کے ڈائریکٹر اور ماہر اعصاب ڈاکٹر مارک ماہووالڈ یہ کہتے ہیں نیند کی کمی سے نوجوان نسل کی اکثریت میں بد مزاجی اور چڑچڑا پن پیدا ہو رہا ہے جبکہ لوگ اندھا دھند زندگی کی بھاگ دوڑ میں بھاگتے ہی چلے جا رہے ہیں اگرچہ یہ ذہانت نہیں بلکہ انتہائی درجے کی حماقت ہے ان نوجوانوں کو مناسب اور مکمل نیند کی انتہائی ضرورت ہے لیکن بد قسمتی سے ہم ایک ایسے سماج میں رہتے ہیں جہاں پر سکون نیند کی اچھی اقدار ختم ہو گئی ہیں لوگوں کی کثیر تعداد بڑے فخر سے اپنی بے خوابی اور نیند کی کمی کے قصے کو بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں کیونکہ ان کے خیال میں نیند کی کمی شاید کوئی معمولی مسئلہ ہے لیکن وہ اس حقیقت سے بے خبر ہیں کے نیند کی یہ کمی جان لیوا بھی ثابت ہو سکتی ہے۔

اسی حوالے سے National Sleep Foundation نے مختلف عمروں میں کچھ اوقات وضع کئے ہیں جو عمر کے ساتھ ساتھ بدلتے رہتے ہیں مثلاً:

۱۔شیر خوار بچوں میں نیند کا کل وقفہ ۱۶ گھنٹے اور اس میں مزید دو گھنٹے ہلکی نیند کے بھی شامل کئے جا سکتے ہیں۔

۲۔اسکول جانے سے قبل کے بچوں کے لئے روز آنہ ۱۱۔۱۲ گھنٹوں کی نینداور ایک آدھے گھنٹے کی ہلکی نیند بھی اس میں شامل کی جا سکتی ہے۔

۳۔اسکول جانے والے بچوں کی ایک دن میں اوسط نیند تقریباً ۱۰ گھنٹے۔

۴۔نوعمر افراد کی ایک دن میں اوسط نیند تقریباً ۹ گھنٹے۔

۵۔بالغ افراد کی ایک دن کی اوسط نیند ۸ گھنٹے یا اس سے کچھ زائد جبکہ اکثر لوگ عام راتوں میں اوسطاً ۶ گھنٹے ۱۵ منٹ اور تعطیل کی شب ۷ گھنٹے ۴ ۳ منٹ سو سکتے ہیں۔

اچھی نیند کے لئے کچھ کہاوتیں:

sayings/ quotes of sleep:

ا۔ نیند کے دو بڑے فوائد ہیں۔

ا۔اس سے جسمانی اعضاء ذہن اور دماغ کو راحت و سکون میسر آتا ہے۔

۲۔اچھی نیند کی وجہ سے نظام انہضام کی کارکردگی نہایت بہترین ہوتی ور انسان کو معدے کے متعدد امراض سے نجات حاصل ہوتی ہے۔ ۱۱۲

۲۔ نیند لینا ایک فن ہے کیونکہ اسے پانے کے لئے انسان کو سارا دن جاگنا پڑتا ہے۔ ۱۱۳

۳۔اچھا قہقہہ اور اچھی نیند یہ دونوں ہی تندرستی کے عظیم نسخے ہیں۔ ۱۱۴

۴۔نیند وہ رقم ہے جو ہم موت کو خود سے دور کرنے کے لئے ادا کرتے ہیں یہ رقم جتنی زیادہ اور باقاعدہ ہو گی ،موت بھی ہم سے اتنی ہی دور ہو گی۔ ۱۱۵

۵۔پوری نیند لینا انتہائی ضروری ہے اگر انسان ورزش کرے اور اچھی غذا کھائے لیکن پوری نیند نہ لے تو وہ تندرست نہیں کہلا سکتا۔ ۱۱۶

۶۔ آپ کا پورا دن کتنا ہی برا اور تباہ حال کیوں نہ گزرے رات کی نیند زندگی کو قابل برداشت بنا دیتی ہے۔ ۱۱۷

۷۔ پریشانی اور امید کے درمیان نیند کو ایک بہترین پل کی حیثیت حاصل ہے۔ ۱۱۸

reasons for insomnia: نیند کی کمی کی وجوہات:

نیند کی کمی کی بے شمار وجوہات ہو سکتی ہیں جن میں شامل ۔ا۔ کیفین ۲۔شام کی ورزش (جس کی وجہ سے جسم کا درجہ حرارت بڑھ جاتا ہے اور رات کو سونے میں مشکلات ہو سکتی ہیں) ۳۔ کمپیوٹر اسکرین اور موبائل فونز سے خارج ہونے والی خطرناک شعاعیں۔ ۴۔ایک

خواب آور کیمیاوی مادہ یاہارمون جس کا نام Melatonin ہے یہ جسم میں بنتا ہے اس کے اخراج میں کمی کی ایک وجہ نیلی روشنی بھی ہے جس کی وجہ سے اس ہارمون کی جسم میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔

۵۔جسم میں پانی کی کمی سے اعصابی دباؤ پیدا ہو سکتا ہے۔۶۔ذہنی مسائل۔۷۔اعصابی کھنچاؤ۔۸۔فکر مندی۔۹۔ گھریلو اور ذاتی مسائل۔۱۰۔معاشی مسائل۔۱۱۔الکوحل کا استعمال ۔۱۲۔شورشرابہ وغیرہ۔

نینداللہ کی ایک نعمت عظیم ہے جس کے بارے میں قرآن کریم میں متعدد مقامات پر ارشادات موجود ہیں۔

ترجمہ۔وہی ہے جس نے تمھارے لئے رات بنائی تا کہ تم اس میں آرام پاؤ۔۱۱۹؎

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا۔۱۲۰؎

ترجمہ۔وہی تو ہے جس نے تمھارے لئے رات کو اوڑھنا اور نیند کو آرام بنایا۔

قُلْ اَرَاَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَنْ اِلٰـهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ۗ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۔۱۲۱؎

ترجمہ۔کہہ دو بھلا اگر اللہ قیامت کے دن تک ہمیشہ کے لئے تم پر دن رکھے، تو اللہ کے سوا کون ہے جو تم کو رات لا دے جس میں تم آرام حاصل کرو کیا تم یہ نہیں دیکھتے ہو؟

وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۔۱۲۲؎

ترجمہ۔رات کو ہم نے لباس ٹھہرایا اور دن کو ہم نے کمانے کے لئے بنایا۔

وَمِنْ اٰيَاتِهٖ مَنَامُكُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَسْمَعُوْنَ ۔۱۲۳؎

ترجمہ۔اور اس کی نشانیوں میں سے تمہارا رات اور دن میں سونا اور اس کے فضل کا تلاش کرنا ہے، بے شک اس میں سننے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

اَللّٰہُ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ اللَّیْلَ لِتَسْکُنُوْا فِیْہِ وَالنَّھَارَ مُبْصِرًا اِنَّ اللّٰہَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَی النَّاسِ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْکُرُوْنَ ۔۱۲۴؎

ترجمہ۔ اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی تا کہ اس میں آرام کرو اور دن کو ہر چیز دکھانے والا بنایا، بے شک اللہ لوگوں پر بڑے فضل والا ہے لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشادات:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سوتے وقت سیدھی کروٹ سوتے جبکہ اپنے سیدھے ہاتھ کو سیدھے کان کے نیچے رکھتے تھے طبی اعتبار سے آج کی موجودہ تحقیق بھی اسی طریقے کو درست جانتے ہوئے اس کی سفارش کرتی ہے کیونکہ اس طریقے سے انسان کے اندر سکون و اطمینان کی کیفیات کے ساتھ ہی ہاضمے کی درست کارکردگی بھی سامنے آئی ہے تاہم سیدھا سونا مضر صحت اور نیند کے لئے بدترین قسم تصور کی جاتی ہے البتہ کچھ دیر کے لئے سیدھے لیٹنے میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن اس کو عادت بنا لینا ٹھیک نہیں اسی طرح سے منہ کے بل سونا (الٹا سونا) یہ بھی نیند کی انتہائی بدترین قسم مانی جاتی ہے۔

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس طرح سے سونے سے منع فرمایا ہے ایک جگہ اس طریقے کو شیطان کا طریقہ اور دوسری جگہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس طریقے کو جہنمیوں کا طریقہ بیان فرمایا حضرت ابوامامہ ؓ سے روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک شخص کو مسجد میں اوندھے منہ سوتے دیکھا تو اس کو اٹھا دیا اور اس سے فرمایا! تم کھڑے ہو جاؤ یا بیٹھ جاؤ کیونکہ یہ انداز جہنمیوں کے سونے کا ہے۔۱۲۵؎

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دوپہر کے وقت قیلولہ فرماتے جو محض چند منٹوں کا آرام ہو تا جدید تحقیق کے مطابق انسانی صحت پر قیلولہ کے انتہائی اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں جبکہ باقاعدگی سے قیلولہ کرنے والے قابل رشک صحت اور لمبی عمر کے مالک ہوتے ہیں۔

ماہرین کے مطابق دس منٹ کی ہلکی نیند (Nap) اگلے چار گھنٹوں تک کے لئے انسان کو تروتازہ و رچوکنا رکھتی ہے جبکہ اس کی توجہ اور ارتکاز پر بھی اس کے اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں تاہم اسی نیند کے دورانیہ کو اگر بیس منٹ تک بڑھالیا جائے تو اس سے انسانی یادداشت پر نہایت مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں ہلکی نیند کے دوران انسانی دماغ میں برقی سرگرمیوں کی زبردست لہریں وجود میں آتی ہیں جنھیں Sleep Spindle کہتے ہیں یہ انسان کے سیکھنے اور بہتر یادداشت کے عمل کے لئے اضافے کا سبب ہے اور اس کے لئے نہایت مجرب بھی ہے دوپہر میں کھانے کے بعد لئے گئے قیلولے سے بلڈ پریشر اور انسان کا قلبی نظام یعنی (Cardiovascular System) بھی بالکل ٹھیک رہتا ہے۔

محمد احمد ذہبی کے مطابق تلسی (ریحان) کو اگر پانی میں پکا کر اس میں شہد شامل کر کے پیا جائے تو بے خوابی دور ہو جاتی ہے۔

احادیث مبارکہ میں کھجور اور دودھ کے استعمال کی ہدایات بھی کی گئی ہے، کم خوابی کے تمام مریض اپنی غذا میں باقاعدگی سے کھجور اور دودھ کو بھی شامل رکھیں کچھ اطباء تو یہ بھی کہتے ہیں کے تلسی کے پتوں کی خوشبو کو اگر سوتے وقت سونگھا جائے تو بھی بڑی اچھی نیند آتی ہے۔

یونانی مفکر بقراط اس حوالے سے اپنی کتاب 'تقدمہ' میں لکھتا ہے کے اگر کوئی شخص اوندھے منہ سونے کا عادی ہے تو یقیناً یہ اختلاط عقل اور معدے کی بے شمار امراض کا سبب ہو سکتا ہے ایک مشہور روایت کے مطابق دن کی نیند تین طرح کی ہوتی ہے۔

ا۔عمدہ عادت۔۔ عمدہ عادت میں قیلولہ اور گرمیوں کی دوپہر میں آرام کرنا شامل ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی یہ ثابت ہے۔

۲۔سوزش۔۔۔ چاشت کے وقت سونا سوزش والی نیند کی علامت ہے کیونکہ اس وقت سونا دنیاوی اور آخروی کاموں سے غفلت کی نشانی ہے نیز اس سے روزی بھی کم ہو جاتی ہے

۳۔حماقت۔۔۔ عصر کے وقت سونے والوں کے لئے بزرگوں کا یہ قول ہے کہ اس وقت کی

نیند سے عقل ختم ہو جاتی ہے۔

۲۵۔ حس بیداری:

wakefulness and alertness:

ابدال حق حضور قلندر بابا اولیاءؒ نے فرمایا ہے!

ارشاد خداوندی ہے!

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ ۔۱۲۶؎

ترجمہ۔ اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی تا کہ اس میں آرام کرو اور دن کو ہر چیز دکھانے والا بنایا۔ بے شک اللہ لوگوں پر بڑے فضل والا ہے لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔

رات اور دن میں جو کچھ رہتا اور بستا ہے وہ سب اللہ کی ملکیت ہے انسان کے ادراک و حواس میں جو کچھ ہے اسے اللہ نے دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔

۱۔ ایک حصے کا تعلق رات سے ہے۔ ۲۔ دوسرے حصے کا تعلق دن سے ہے۔

یہ دونوں سطح مختلف حواس کا سرچشمہ ہیں یہی وجہ ہے کے اللہ تعالی نے قرآن کریم میں لیل و نہار کی اصطلاح استعمال کی ہے۔۱۲۷؎

۲۶۔ حس امید اور راحت یعنی (خوشی):

hopefulness and optimism:

نیورولوجسٹ کی تحقیقات سے یہ بات ثابت ہے کے ہر انسان کے دماغ میں کچھ حصے ایسے بھی پائے جاتے ہیں جو کے اس کو امید، خوشی اور راحت کا احساس دلاتے ہیں جب دماغ کے یہ حصے متحرک ہوتے ہیں تو انسان سکون اور راحت محسوس کرتا ہے اور اس کے وجود میں خود اعتمادی کی مثبت لہریں دوڑ کرتی ہیں امید، خوشی اور راحت ایمان کی نشانی ہیں اور یہ اہل جنت کا وصف اور

عادت ہے جبکہ ناامیدی، اضطراب، بے یقینی اور شک و شبہات ایمان کی انتہائی کمزوری کی علامت ہے اور اہل جہنم کا وصف اور خصوصیت ہے۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

وَلَا تَيْاَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ اِنَّه لَا يَيْاَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُوْنَ۔۱۲۸؎

ترجمہ۔اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو،اس کی رحمت سے تو صرف کافر ہی مایوس ہوا کرتے ہیں۔

حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی فرماتے ہیں!خوش مزاجی کا مطلب ہے کہ بندہ کا جنت کی لہروں سے رابطہ ہو گیا خوشی کی لہریں جذب ہونے سے خوشی کی لہریں خارج ہوتی ہیں جن کو ماحول میں ہر شخص محسوس کرتا ہے عبادات کے نتیجے میں ہونے والی خوشی جو فرمابرادری کے نتیجہ میں ملتی ہے۔۱۲۹؎

کفر کی دوسری قسم یہ بھی ہے کے انسان اپنی ذات اور اس میں موجود بے شمار صفات اور صلاحیت سے انکار کرے۔

کفر کی تیسری قسم یہ بھی ہے کے انسان اللہ کی ذات اور صفات کا بھی انکار کرے یعنی اللہ نے جب انسان کو تخلیق کیا ہے تو وہ ہی اس کے رزق، صحت، اسباب و وسائل، آسانیاں اور خیر و برکت کا ضامن ہے دنیا چونکہ ایک قیدخانہ ہے لہذا قیدخانہ یا جیل کبھی بھی آئیڈیل نہیں ہوتی اور نہ ہی انسان کی خواہش کے مطابق اس میں تمام اسباب و آسائشات ہو سکتی ہیں چنانچہ دنیا میں یکے بعد دیگرے مسائل اور پریشانیاں انسان کا مقدر رہیں کامیاب انسان وہی ہے جو ان مشکلات میں اپنی سے بھرپور کوشش کر کے نتیجہ اللہ پر چھوڑ دے۔حضور قلندر بابا اولیاء فرماتے ہیں!اس دنیا سے جب بھی کوئی جاتا ہے تو وہ اپنے ساتھ کچھ بھی نہیں لے جاتا دوسری دنیا میں جو چیز انسان کے ساتھ جاتی ہے وہ ہے خوشی اگر انسان اس دنیا میں خوش ہے تو یقیناً یہی خوشی دوسری دنیا میں بھی اس کا

استقبال کرے گی تاہم خوشی انسان کو اس وقت حاصل ہوتی جب انسان ہر حال میں اللہ کا شکرادا کرے جو چیز حاصل ہے اس پر شکر کرے اور جو حاصل نہیں ہے اس پر صبر کرے اور اس کا شکوہ نہ کرے اور ہر حال میں قناعت کی صفت کو اپنائے۔ اللہ کی نعمتوں کے حصول کے لئے بھرپور جدوجہد کرے ہر حال میں خوش رہنے والا بندہ راضی بہ رضا ہو جاتا ہے۔ ۱۳۰

اس خیال کو رومی اس طرح سے بیان کرتے ہیں کے اسلام کا لب لباب یہ ہے کے مومن کسی بھی حالت میں مایوس نہیں ہوتا' رجاء' یعنی امید ایمان کا ثبوت ہے جبکہ مایوسی کفر ہے آپ مزید یہ کہتے ہیں کے ہر مصیبت پر یہ یقین رکھو کے یہ مصیبت کسی عظیم تر مصیبت کو ٹالنے کا ایک سبب ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کا مفہوم ہے کے اس عالم ناسوت کا ہر بشر اپنے ساتھ جنت یا دوزخ لئے پھرتا ہے۔

یعنی ہر نیکی ثواب اور جنت کا راستہ ہے جو اپنے کرنے والے کے اندر خوشی، اطمینان، مسرت و انبساط اور سکون آفرین احساسات کو پیدا کرتی ہے اس کے برعکس ہر برائی گناہ اور جہنم کا راستہ ہے جو اپنے کرنے والے کے قلب و ذہن پر رنج و غم، احساس ندامت، افسوس، مایوسی اور شدید اضطراب کے احساس کو پیدا کرتی ہے۔

اس اعتبار سے ہر انسان جو نیکی، راحت، سکون اور اطمینان قلب میں مبتلا ہے وہ اپنے ساتھ اپنی جنت لئے ہوئے ہے تاہم جو گناہ، معصیت، ظلمت اور ذہنی و قلبی اضطراب میں مبتلا ہے وہ دراصل اپنے کندھوں پر جہنم کا بوجھ اٹھائے پھر رہا ہے جنت اور جہنم کا ذکر قرآن کریم میں نہایت صراحت سے موجود ہے، جنت وہ مقام ہے جہاں تجلی کا ظہور، جمال خداوندی کا دیدار اور بے شمار ایسی نعمتوں کا حصول ہے جو نہ کسی آنکھ نے اس سے پہلے دیکھا اور نہ ہی کسی دل پر ان کا خیال گزرا لیکن اگر دیدار خداوندی کی طلب نہ ہو تو پھر جنت کا مصرف کیا ہے؟ جنت اللہ کی قربت، محبت، مدحت اور اس کی خوشنودی کے حصول کا دوسرا نام ہے تاہم جو شخص دنیا میں رہتے ہوئے اللہ کے

قرب سے آشنا ہو جائے تو وہ یقیناً راحت ومسرت وفرحت اور مستقل انبساط و سکون سے واقف ہو جاتا ہے یعنی دنیا میں رہتے ہوئے وہ جنت کے حواس میں داخل ہو جاتا ہے اور یہ سب اسی وقت ممکن ہے جب وہ اپنی روحانی صلاحیتوں سے واقف ہو کر اس پر دسترس حاصل کر لے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد پاک ہے کے مر جاؤ مرنے سے پہلے یعنی اس دنیا میں رہتے ہوئے اس دنیا کا ادراک حاصل کر لو جہاں تمھیں مرنے کے بعد جانا ہے۔

جنت کے حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۔ ۱۳۱

ترجمہ۔ اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔

حضور قلندر بابا اولیا فرماتے ہیں! مرنے کے بعد دوسری دنیا میں جو چیز انسان کے ساتھ جاتی ہے وہ خوشی ہے اگر انسان اس دنیا میں خوش ہے تو دوسری دنیا میں بھی خوشی اس انسان کا ستقبال کرے گی اور خوشی انسان کو اس وقت حاصل ہوتی ہے جب وہ ہر حال میں اللہ کا شکر گزار بندہ بنتا ہے یعنی جو حاصل ہے اس پر شکر کرے جو نہیں ہے اس پر صبر کرے اور جو چاہئے اس کو حاصل کرنے کے لئے جدوجہد کرے اور ہر حال میں راضی برضا رہنے کی کوشش کرے ۔ ۱۳۲

رئیس امروہوی کہتے ہیں مسکراہٹیں بکھیرنے والا انسان پورے ماحول کو خوشگوار بنا دیتا ہے ایسے خیالات جن میں محبت، اعتماد، بے غرضی، ایثار اور زندہ دلی پائی جاتی ہو نا صرف فرد کو بلکہ پورے ماحول کو روشنی قوت محبت اور خوشیوں سے معمور کر دیتے ہیں تاہم یہ سفر اگلی نسلوں اور بے شمار صدیوں تک بھی منتقل ہوتے ہوئے انسانی ذہن اور دماغ کو متاثر اور مسخر کر سکتے ہیں یہ ایک حقیقت ہے کے سچ ہمیشہ جھوٹ پر اور روشنی ہمیشہ تاریکی پر غالب آتی ہے۔ ہم کمزور اور بیمار خیالات پر طاقتور اور درخشاں تصورات کی برتری ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ ۱۳۳

واصف علی واصف کہتے ہیں خوشی روح کا وہ مقام ہے جہاں آپ ہر چیز سے مطمین

ہو جائیں۔

ماہرین نفسیات کے مطابق انسانی جسم میں چار ایسے ہارمونز پائے جاتے ہیں جن کے اخراج سے انسان کوخوشی، راحت، امیداور اطمینان کااحساس ہو تاہے یہ چارہارمونزدرج ذیل ہیں۔

1. Endorphins. 2. Dopamine.

3. Serotonin. 4. Oxytocin.

۱۔Endorphins یعنی(اینڈورفنس):

جب انسان ورزش کر تاہے تواس کے جسم سے اس ہارمون یعنیEndorphins کا اخراج ہو تاہے تاہم ماہرین کے مطابق روز آنہ کم از کم(۲۰)منٹ ورزش اورزیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ ورزش کے جسمانی صحت پراچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں تاہم کامیڈی فلم یالطیفے سننے کے دوران بھی یہ ہارمون خارج ہو تاہے۔

۲۔ Dopamineیعنی(ڈوپامائین):

ہر انسان اپنی زندگی میں کچھ مقاصد کے لئے تگ ودواور محنت ومشقت کر تاہے جب یہ چھوٹے بڑے مقاصد کامیاب ہوتے ہیں اوروہ انھیں حاصل کر لیتاہے تواس کے جسم سے Dopamineہارمون کااخراج ہو تاہے بسااوقات اس ہارمون کااخراج کامیابی کی صورت میں تعریف کے بعد بھی ہو تاہے۔

۳۔ .Serotoninیعنی(سیروٹونائین):

خلق خدا کی بے لوث خدمت،ان کے کام آنا،ان کی مدد کرنااورانھیں کسی مشکل سے نکالنے کی صورت میں اس ہارمون کااخراج ہو تاہے۔

۴۔ .Oxytocinیعنی(آکسیٹوسین):

دوستوں،رشتےداروں اور عزیزواقارب سے ملنے اور مصافحہ کرنے کے بعد اس ہارمون کا اخراج ہوتا ہے۔

حضور قلندر باباؒ اولیاء فرماتے ہیں! اگر خوش رہنا، جنت میں واپس جانا اور دنیاوی پریشانیوں سے آزاد ہونا چاہتے ہیں تو آپ چاہے کتنے بھی بڑے ہو جائیں اللہ کے سامنے آپ کی کیفیت ایک سات آٹھ سال کے بچے سے زیادہ کی نہیں ہونی چاہئے۔ ۱۳۴

حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی فرماتے ہیں! خوش رہنا دوسروں کو خوش رکھنا مسلمانوں کا اخلاقی کردار ہے، مسلمان کی یہ شان ہے کہ وہ خوشی میں بھی اسلامی و روحانی ذوق و رحفظ مراتب کا خیال رکھتا ہے۔ ۱۳۵

۲۷۔ حس خوف اور ذہنی دباؤ:

Phobias and internal pressures:

دنیا کے ہر انسان کے اندر کوئی نا کوئی ڈر یا خوف چھپا ہوتا ہے کچھ خوف ایسے ہوتے ہیں جنھیں حقیقی خوف یا Fear کہا جاتا ہے اس قسم کے خوف کی کوئی نا کوئی معقول وجہ ہوتی ہے جیسے سانپ، موذی جانور، شیر، آگ یا پانی کا خوف وغیرہ انسانی زندگی میں کچھ بے جا خوف ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی سرے سے کوئی اہمیت یا وجہ نہیں ہوتی لیکن انسان ساری زندگی ان سے ڈرتا رہتا ہے اس قسم کے بے جا خوف کو انگریزی زبان میں Phobia کہتے ہیں بے جا خوف غیر حقیقی ہوتے ہیں لیکن اس کے باوجود انسان اپنی زندگی کے قیمتی لمحات ان کی نذر کر دیتا ہے بے جا خوف کے حوالے سے پروفیسر مورس کہتے ہیں بے جا خوف عجیب و غریب اور منجمد کرنے والا خوف ہوتا ہے۔

ماہرین کے مطابق خوف اور بے جا خوف میں واضح فرق ہوتا ہے لیکن خوف کی کوئی بھی قسم ہو اس کی بنیاد بچپن میں انسان کے لاشعور میں جڑ پکڑ چکی ہوتی ہے۔

ماہر نفسیات وڈزورتھ کے مطابق خوف ایک جبلت ہے جو فرد کو خطرے کا احساس دلاتی ہے

پھر فرد میں اس خوفناک صورت حال سے گریز کی خواہش جنم لیتی ہے جب یہ صورت حال ختم ہو جاتی ہے تو فرد کا خوف خود بخود ختم ہو جاتا ہے لیکن یہ تعریف حقیقی خوف یا Fear کی ہے، بے جا خوف یا Phobia میں فرد اس وقت تک خوفزدہ رہتا ہے جب تک کے اس کی وجہ کو دور نہ کر دیا جائے اگرچہ بے جا خوف کو مکمل طور پر نقصان دہ نہیں کہا جا سکتا ہے کیونکہ اس کی وجہ سے بعض اوقات فرد اپنا دفاع اور خطرات سے نپٹنے کے قابل ہو جاتا ہے لیکن حد سے بڑھا ہوا خوف بعض اوقات انسان کو ایب نارمل کر دیتا ہے۔ ماہرین نفسیات تحلیل نفسی جیسے انگریزی میں Phychoanalysis بھی کہتے ہیں کے ذریعے سے مریض کے لاشعور سے خوف یا Phobia کو شعور میں لا کر ختم کر دیتے ہیں۔

ماہرین کے مطابق خوف کی بھی دو اقسام ہیں۔

۱۔ سادہ خوف یا Simple Phobia۔

۲۔ پیچیدہ خوف یا Complex Phobia

سادہ خوف کی بہ نسبت پیچیدہ خوف زیادہ تکلیف دہ اور انسانی زندگی میں زیادہ مداخلت کا سبب ہوتے ہیں اس قسم کے پیچیدہ خوف کے لئے مریض کو کسی ماہر نفسیات کی مدد کی ضرورت پڑتی ہے لیکن سگمنڈ فرائیڈ خوف کی تین اقسام بیان کرتا ہے۔

۱۔ ان تمام چیزوں سے خوف جو چند حالتوں میں نقصان دہ ہو سکتی ہیں جیسے ہوائی جہاز، ریل ،بس یا گاڑی کا سفر وغیرہ جس میں حادثات کے امکانات پائے جاتے ہیں۔

۲۔ ایسی چیزوں کا خوف جو نقصان دہ ہوں جیسے بم، گولی، اسلحہ، زہر، خطرناک گیسیز، ریزیا پھر خونخوار جانور شیر، مگرمچھ، سانپ اور بچھو وغیرہ۔

۳۔ ان چیزوں کا خوف جو کبھی بھی خطرناک نہیں جیسے کے ہجوم، اونچائی، پہاڑ، تنہائی وغیرہ۔

رئیس امروہوی کہتے ہیں ہم وہی ہیں جو ہم سوچتے ہیں چنانچہ یہ سوچ ہی تو ہے جو شخص میں شخصیت، آدمی میں آدمیت اور فرد میں انفرادیت پیدا کرتی ہے ،انسانی شعور صرف کائنات کو ہی

وجود میں نہیں لاتا بلکہ نئے انسانوں اور نئے آدمیوں کو بھی وجود میں لاتا ہے انسان کے تمام اقوال واعمال اس کی طرز فکر کے آئینہ دار ہیں جبکہ تمام انسانوں کے خیالات کی روکائناتی شعاعوں سے زیادہ طاقتور اور ماورائے بنفشی امواج سے کہیں زیادہ پر اسرار اور حیرت انگیز ہیں خیالات کی لہریں روشنی کی رفتار یعنی ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سکینڈ کی رفتار سے زیادہ تیز ترین سفر کرتی ہیں انسان بے پناہ قوتوں کا مجموعہ ہے لیکن ان میں سے کوئی قوت 'قوت خیال' کا مقابلہ نہیں کر سکتی تاہم وجود انسانی کی ہر قوت کا سرچشمہ اس کا خیال ہے یعنی خیال اور محض خیال۔

روشنی اور آواز کی لہروں کی طرح خیالات کی لہریں بھی وزن رکھتی ہیں ہر خیال کا ایک مخصوص رنگ وروپ بھی ہوتا ہے بعض خیالات کا رنگ سفید، سیاہ یا سرخ ہوتا ہے خیالات کی لہریں ہمارے دماغ سے نکلنے کے بعد خلاء میں پھیلے ہوئے لطیف نادیدہ مادے میں تموج اور ارتعاش پیدا کر کے اس مادے کو ایک خاص سانچے میں ڈھال دیتی ہیں ایک افسردہ انسان پورے ماحول اور انجمن کو افسردہ کر دیتا ہے ۱۳۶؎

اعصابی اور ذہنی دباؤ کا شکار دنیا کا ہر انسان ہی کسی نہ کسی حد تک ہوتا ہے لیکن اس دباؤ کو مسلسل نہیں رہنا چاہیئے کیونکہ اس دباؤ کے تسلسل سے انسان کئی دوسری جسمانی بیماریوں کا با آسانی شکار ہو سکتا ہے روزمرہ کے اعصابی دباؤ سے تو ہر انسان کا واسطہ رہتا ہے جیسے ٹریفک کا شدید دباؤ اور بروقت آفس یا یونیورسٹی پہنچنا، کاروبار میں نقصان، ناپسندیدہ حالات یا افراد کے ساتھ تعلقات، سخت گرمیوں میں پانی یا بجلی کی بندش، مہنگائی، ضروریات زندگی کی عدم فراہمی، بے روزگاری، گھریلو الجھنیں وغیرہ لیکن اللہ تعالی نے انسانی جسمانی نظام کو یہ صلاحیت عطا فرمائی ہے کہ وہ ان نامساعد حالات سے بہتر انداز سے نبٹ سکے لیکن کمزور قوت ارادی سے تعلق رکھنے والے افراد جلد ان حالات سے گھبرا جاتے ہیں اور ان پریشانیوں سے نکلنے کے بجائے وہ اس کا با آسانی شکار ہو جاتے ہیں۔

بقول شاعر!

اےُ شمع تیری عمر طبعی ہے ایک رات
ہنس کر گزاردے یا کہ رو کر گزاردے

انسان کی انھی کیفیات اور تکالیف پر رومی کہتے ہیں! بعض اوقات انسان کی جلد میں بہت ہی بار یک کانٹا چبھ جاتا ہے جو بسا اوقات نظروں سے بھی اوجھل ہوتا ہے لیکن اس کی چبھن سے انسان مسلسل اذیت میں رہتا ہے بالکل اسی طرح سے بعض انسانوں کی نفسی زندگی کے تحت الشعور میں بھی کچھ نا قابل اظہار آرزوؤں کے بار یک کانٹے چبھ جاتے ہیں جو انھیں مستقل بے چین اور مضطرب رکھتے ہیں تاہم انسان جس قدر ان کانٹوں کی چبھن سے بے چین ہوتا ہے مرض بھی اتنا زیادہ فزوں تر ہوتا جاتا ہے لہٰذا کسی حازق طبیب نفسی ہی اس کا تسلی بخش علاج کر سکتا ہے۔ ۱۳۷ے

۲۸۔حس محبت: Empathy and Love:

حب۔عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معانی محبت اور عشق کے ہیں۔

محبت۔ ذات باری تعالی کی ایک ایسی صفت ہے جو روح کو ذات کی جانب متواتر اور مسلسل کھینچتی ہے محبت کی معرفت لا محدود ہے جبکہ لا محدودیت صفت باری تعالی بھی ہے۔روح کے اندر ذات کی اسی کشش کے ادراک اور احساس کا نام عشق ہے جو اس کائنات کی سب سے بڑی و اٹل حقیقت ہے جیسے بجا طور پر روح کائنات بھی کہا جا سکتا ہے۔

محبت کائنات کی رگ و پے میں مسلسل جاری و ساری ہے یہاں کی کل کاری گری و حرکات و سکنات و عوامل اسی کے مرہون منت ہیں یہ ایک عطیہ خداوندی اور نعمت ازلی ہے کیونکہ یہی اصل زندگی ہے اس قوی جذبے سے انسان کا تعلق روز الست سے قائم اور استوار ہے کے جب خالق کائنات نے بنی نوع انسان کو پکارا اور کہا کے الست بربکم جواب میں تمام انسانوں نے بیک وقت کہا قالو بلی تو دراصل تعارف، عرفان ذات، آگہی، پہچان یا معرفت کی ابتداء تو اسی دن سے ہی ہو گئی۔

بقول ابو محمد روسیم معرفت کو اللہ تعالی نے سب سے پہلے تمام انسانوں پر فرض کیا۔

حدیث قدسی ہے میں چھپا ہوا خز آنہ تھا تو میں نے یہ چاہا کے میں پہچانا جاؤں تو میں نے انسان کو پیدا کیا۔

یہ پہچان اور معرفت دراصل جذبہ محبت ہی ہے جو خالق اپنی مخلوق سے کرتے ہیں محبت اللہ کی صفت ہے زبان و قلم دونوں ہی اس کی تعریف سے عاجز و قاصر ہیں جبکہ عقل سے بھی اس کی تشریح ممکن نہیں کیونکہ محبت کی تعریف صرف اور صرف محبت ہی بیان کر سکتا ہے جیسے چاند کی دلیل خود چاند ہے۔ اہل علم حضرات تو یہاں تک کہتے ہیں عشق جان میں ہوتا ہے جبکہ نسب جسم میں لہٰذا اس اعتبار سے عشق کا رشتہ نسب کے مقابلے میں زیادہ محکم اور مستحکم تر ہے۔

حس محبت تمام انسانوں، جانوروں، پودوں اور پرندوں میں پائی جاتی ہے یہ ایک نہایت طاقتور حس ہے جبکہ کائنات کے کل نظام میں یہ جذبہ نہایت گہرائی میں موجود اور مستور ہے، خواجہ شمس الدین عظیمی فرماتے ہیں! زندگی میں خوشی اور غم دونوں متوازی ہوتے ہیں خوشی کے بغیر غم نہیں ہوتا اور غم کے بغیر خوشی نہیں۔ ۱۳۸

حب قرآن کریم کی نظر میں:

Love and affection/ attachment in the light of the Quran:

الحب اور المحبۃ ۔کے معنی کسی کو لازم پکڑنے کے ہیں اس مادہ کے بنیادی معنی لزوم اور ثبات کے ہیں یعنی کسی شے کو لازمی پکڑلینا اور مستحکم طور پر رہنا۔

محبت۔ کے معنی اس چیز کو چاہنا جیسے اچھا اور مفید پایا جائے اس کے تین پہلو ہیں۔

۱۔لذت کے لئے (جیسے مرد و عورت کی محبت)۔

۲۔مفید اور نفع بخش مادی اشیاء اور چیزوں کو چاہنا۔

۳۔فضل و شرف یعنی معنوی امور سے محبت رکھنا۔

راغب اصفہانی مزید کہتے ہیں کبھی محبت کے معنی ارادہ کے بھی کئے جاتے ہیں لیکن محبت میں ارادہ سے زیادہ زور قوت پایا جاتا ہے۔۱۳۹

قرآن کریم میں حب کا لفظ کرہ کے مقابلے میں آیا ہے جہاں اس کے معنی پسند دید گی کے ہیں۔

حضور قلندر بابا اولیاء فرماتے ہیں! جنت اس کی میراث ہے جو خوش رہتا ہے جبکہ ناخوش آدمی جنت میں داخل نہیں ہو سکتا ہے۔۱۴۰

اللہ کی محبت: Divine Love:

اللہ کی محبت کے حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ۔۱۴۱

ترجمہ۔اللہ محسنین (احسان کرنے والوں) سے محبت کرتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَھِّرِیْنَ۔۱۴۲

ترجمہ۔بے شک اللہ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے اور پاکیزگی حاصل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

فَاِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ۔۱۴۳

ترجمہ۔بے شک اللہ، متقین سے محبت کرتا ہے۔

وَاللّٰہُ یُحِبُّ الصَّابِرِیْنَ۔۱۴۴

ترجمہ۔اللہ صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَوَکِّلِیْنَ۔۱۴۵

ترجمہ۔اللہ توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ۔۱۴۶

ترجمہ۔اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِہٖ صَفًّا کَاَنَّھُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ

ترجمہ۔ بے شک اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح صف بستہ کھڑے ہو کر لڑتے ہیں۔ ۱۴۷؎

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَنْدَادًا یُّحِبُّوْنَھُمْ کَحُبِّ اللّٰہِ ؕ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ۔ ۱۴۸؎

ترجمہ۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ کے سوا دوسروں کو اس کا ہمسر اور مد مقابل بناتے ہیں وہ لوگ ان کی محبت میں ایسے مبتلا ہیں جیسی محبت انھیں اللہ سے ہونی چاہئے حالانکہ ایمان والے سب سے بڑھ کر اللہ کو محبوب رکھتے ہیں۔

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ ؕ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْم قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْکَافِرِیْنَ ۱۴۹؎

ترجمہ۔ اے نبی ﷺ لوگوں سے یہ کہہ دیجئے اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمھاری خطاؤں سے در گزر فرمائے گا وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحیم ہے ان سے کہو کے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کریں پھر اگر وہ تمھاری دعوت قبول نہ کریں تو پھر یہ یقیناً ناممکن ہے کے اللہ ایسے لوگوں سے محبت کرے جو اس کی اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت سے انکار کرتے ہیں۔

حب ۔کے معنی کسی چیز پر ثابت قدمی سے جمے رہنا ہے لہٰذا خدا کے ساتھ انسان کی محبت کے معنی انتہائی ثابت قدمی، استقامت اور خلوص نیت سے احکامات خداوندی کی اطاعت کرنا رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث پاک کا مفہوم کچھ اس طرح سے ہے کے بے شک پرہیز گار اللہ سے تعلق جوڑتا ہے جس کے نتیجے میں خدا اسے اپنا بنا لیتا ہے جو شخص اللہ کی جانب ایک بالشت آگے بڑھتا ہے تو خدا اس کی جانب ایک بازو (نیزہ) آگے بڑھتا ہے اللہ کی رحمتیں اور مہربانیاں ہمہ

وقت اس کی مخلوق پر آسمان سے برس رہی ہیں لیکن ان مہربانیوں سے وہی لوگ محروم ہیں جن کے دل گناہ گار ہیں اگر انسانی قلوب پر شیاطین کا بسیرا نہ ہو تا تو انسان آسمانی بادشاہت کی نشانیاں ضرور بہ ضرور دیکھ لیتا چنانچہ انسان کی فضیلت رحمانی صفات و کمالات میں پوشیدہ ہیں جبکہ یہی اس کی تکمیل بھی ہے جس کے سبب وہ خدا کے یہاں مستحق کرام ٹھہرتا ہے۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِى اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِيْنَ ۡ يُجَاهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ۚ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۔۱۵۰؎

ترجمہ۔ اے ایمان والو! جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے گا تو عنقریب اللہ ایسی قوم کو لائے گا کہ جن کو اللہ چاہتا ہے اور وہ اس کو چاہتے ہیں، مسلمانوں پر نرم دل ہوں گے اور کافروں پر زبردست، اللہ کی راہ میں لڑیں گے اور کسی کی ملامت سے نہیں ڈریں گے یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دیتا ہے، اور اللہ کشائش والا جاننے والا ہے۔

معروف پیراسائیکلوجسٹ رئیس امروہوی اس حوالے سے کہتے ہیں!

عاشق اور معشوق کے درمیان ایک رمز اور ایک بھید ہوتا ہے یہ وہ راز ہے جس سے کراماً کاتبین تک بے خبر ہوتے ہیں۔

حب احادیث صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں:

Love in the Light of Hadith:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بے شمار ارشادات بھی محبت کے حوالے سے موجود ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! جس کا دل صالح ہو اللہ اس کے ساتھ محبت کرتا ہے۔۱۵۱؎

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! اللہ فرماتا ہے کے جو

لو گ میر ی ذات سے محبت کر نے والے ہیں ان کے لئے نور کے منبر ہوں گے جس کی تحسین انبیاء اور اولیاء بھی کریں گے۔ ۱۵۲؎

حضرت ابوذر غفاری ؓ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! میں ایک ایسی آیت جانتا ہوں کہ اگر تمام لوگ اس پر عمل کریں تو وہ آیت انھیں کافی ہو گی صحابہ کرام نے پوچھا! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ کون سی آیت ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے نجات کی راہ پیدا کر دیتا ہے۔ ۱۵۳؎

حضرت عمران بن حصین ؓ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! جو شخص سب سے منقطع ہو کر اللہ کی جانب متوجہ ہو گا اللہ اس کی ہر مہم میں اس کے لئے کافی ہے اور اس کو وہاں سے رزق دے گا جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہو گا اور جو شخص سب سے منقطع ہو کر دنیا کی طرف متوجہ ہو گا تو پھر اللہ اس کو دنیا کے سپرد کر دے گا۔ ۱۵۴؎

لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کچھ ارشادات عشق مجازی سے متعلق بھی موجود ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! کسی چیز کی محبت تمھیں (اس کا عیب دیکھنے سے) اندھا کر دیتی ہے اور (اس کا عیب سننے سے) بہرہ کر دیتی ہے۔ ۱۵۵؎

حضرت انس ؓ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! دنیا کی چیزوں میں سے عورتوں اور خوشبو کی محبت میرے دل میں ڈال دی گئی ہے اور نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ ۱۵۶؎

حب سے متعلق حضرت علی ؓ کرم اللہ وجہ الکریم کے اقوال:

Love in the Sight of Imam Ali RA:

نفع بخش ترین خزانوں میں دلوں کی محبت ہے۔

جو اللہ کا تقوی اختیار کرتا ہے لوگ اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔

بلاشبہ محبت کا پتہ زبان دیتی ہے جبکہ محبت کا اظہار مشاہدے سے ہوتا ہے۔

تین چیزیں محبت کا باعث ہوتی ہیں۔ ا۔ دین ۔ ۲۔ تواضع ۔ ۳۔ سخاوت ۔

ہر وہ محبت جس میں لالچ ہو اس کا اختتام مایوسی پر ہوتا ہے۔ ۱۵۷

روح کی غذا: **nourishment for the soul:**

خواجہ شمس الدین عظیمی فرماتے ہیں اللہ کی محبت روح کی غذا ہے اور جب تک روح کو غذا میسر نہیں آتی، آدم زاد سب کچھ ہوتے ہوئے بھی بے چین رہتا ہے۔

۲۹۔ حس غم **grief:**

بے شمار حسیات کے ساتھ ساتھ حس غم بھی پائی جاتی ہے کسی بھی مشکل، پریشانی، بیماری، قرضہ، دکھ درد، مال یا کسی عزیز کی موت پر وہ غمگین ہو جاتا ہے تاہم غم کی دو اقسام ہیں۔

ا۔ طبعی غم۔ ۲۔ کسبی غم۔

ا۔ طبعی غم:

طبعی غم کی مدت بہت مختصر اور کم ہوتی ہے اور انسان بہت جلد اس کیفیت سے باہر نکل جاتا ہے چونکہ طبعی غم غیر اختیاری ہوتا ہے چنانچہ شریعت نے اس غم کی مدت محض تین دن رکھی ہے۔

۲۔ کسبی غم:

کسبی غم سے مراد انسان از خود کسی وجہ سے افسردہ اور غمگین رہے اس کی منفی سوچ، منفی رویہ اور دینی تعلیمات کی کمی اس غم کے بڑھاوے میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں تاہم اس غم کی شدت میں اضافہ بھی دیکھا گیا ہے اور اضافہ بھی فرد کی اپنی کوششوں سے ہی عمل میں آتا ہے یعنی وہ اپنے غم کو دوسروں سے بڑھا چڑھا کر بیان کرے۔

اسی حوالے سے حضرت علیؓ کا قول ہے جو شخص چھوٹی چھوٹی مشکلات کی شکایت کرتا ہے اللہ اس کو بڑی مشکل میں مبتلا کر دیتا ہے دنیا چونکہ مقام آزمائش یا مومن کا قید خانہ ہے لہٰذا کمرہ امتحان میں فرد کو نامساعد حالات کا سامنا کرنا پڑے گا چنانچہ اس مقام پر بار بار صبر کی تعلیم دی گئی

ہے لیکن کچھ سطحی ذہنیت کے لوگ اپنی مشکلات کو بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہوئے لوگوں کی توجہ حاصل کرنا چاہتے ہیں لہٰذا اس غیر اخلاقی رویہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو بڑی مشکلات میں مبتلا کر دیتا ہے۔

۳۰۔ حسِ یکسوئی striving for equilibrium

حضرت شمس الدین عظیمی فرماتے ہیں! یکسوئی کا تعلق باہر کی خاموشی سے نہیں بلکہ انسان کے اندر کے سکوت سے ہے انسان جب کسی خیال میں ڈوب جاتا ہے تو پھر باہر کا شور مغلوب ہو جاتا ہے اور اندر کا سکوت غالب آ جاتا ہے آپ مزید کہتے ہیں! جب کوئی انسان تفکر کو اپنا شعار بنالیتا ہے تو اس کے اندر کی تجلی کا علم متحرک ہو جاتا ہے۔ ۱۵۸؎

رئیس امروہوی لکھتے ہیں دنیا کے ہر انسان کو اللہ تعالیٰ نے شعور برتر سے نوازا ہے حالت بیداری میں تو انسان کی شعوری سرگرمیاں ہمہ وقت جاری رہتی ہیں لیکن جیسے ہی وہ سوتا ہے اس کے شعور کا نچلا حصہ بیدار ہو جاتا ہے شعور کا یہ نچلا حصہ بھی پیہم مختلف خیالات کی زد میں رہتا ہے شعور کی سرگرمیوں کو دھم کرنے پر کنٹرول حاصل کرنے اور نفس کی اندرونی تہوں (تحت الشعور اور لاشعور) کی قوتوں کو بروئے کار لانے کے لئے فطرت نے نیند کو پیدا کیا ہے اگرچہ عالم خواب میں انسانی شعور کی سرگرمیاں مدھم پڑ جاتی ہیں لیکن وہ معطل نہیں ہوتی ہیں لیکن اگر حالت بیداری میں توجہ کسی ایک نکتے پر مرکوز کر لی جائے تو کافی حد تک شعوری آوارہ گردیوں پر قابو پایا جا سکتا ہے جب انسانی ذہن کی تمام تر طاقت اور توجہ کو کسی ایک نکتے اور ہدف پر مرکوز کر دیا جائے تو ذہن رفتہ رفتہ شعور کی سطح سے اٹھ کر شعور برتر کی سطح پر پہنچ جاتا ہے پھر آہستہ آہستہ اس میں محویت بھی پیدا ہو جاتی ہے جبکہ مکمل محویت اور استغراق اس وقت پیدا ہوتا ہے جب ذہن کسی ایک نکتے پر آ کر جم جائے۔

کتب تاریخ میں یہ درج ہے کہ آشوریوں کے عہد سے اب تک فوق العادہ قوتوں کو بیدار کرنے کے لئے صرف اور صرف ایک ہی طریقہ کار یعنی ارتکاز توجہ پر مسلسل عمل درآمد کیا جا رہا ہے

اگرچہ یہ طریقہ ہزاروں سال پرانا ہے لیکن اس کے باوجود نہایت کامیابی سے جاری ہے تین ہزار سال قبل بابل مصر اور آشور کے کاہن اور غیب دان شیشے یا ہیرے (چمکدار چیز) پر نظریں جما کر عالم غیب سے اپنے تعلق کو استوار کیا کرتے تاہم اس مسلسل جہد کے نتیجے میں وہ ذہنی طور پر وہ طاقت حاصل کرتے ہوئے مستقبل سے متعلق کئی پیشن گوئیاں بھی کر لیتے جن میں سے بیشتر درست بھی ہو جایا کرتیں کیونکہ آشوری کاہن 'بلوربینی' کے فن کے استاد تھے انھی سے یہ فن مصریوں ، رومیوں اور یونانیوں تک پہنچا بعد میں ہندوستانی یوگیوں، چینی راہبوں اور تبت کے لاماؤں نے غیب دانی اور مستقبل بینی کے لئے دیگر طریقے بھی وضع کئے یہی نہیں بلکہ یہ علم تو ہمیں بڑے بڑے اور جید صوفیاء کرام کے یہاں بھی ملتا ہے صوفیانہ تعلیمات تو راہ سلوک کے مسافروں کے لئے تصور اور توجہ کی مشقوں کو ہی تسخیر نفس کا پہلا معرکہ قرار دیتے ہیں اس میں کچھ شک نہیں کے ہر جذبے اور خیال میں توانائی کی قوت بخش لہریں پائی جاتی ہیں لیکن توانائی کی شدت اور وسعت کا انحصار اس آنے والے خیال کی قوت میں مضمر ہے تاہم خیالات کی یہی قوت دوسروں کو متاثر کرنے کا ایک اہم سبب ہے۔

توانائی کا قانون یہ ہے کے وہ گرد پیش میں پھیل کر فضاء میں اپنا اثر اور قوت پیدا کرتی ہے جیسے جلتا ہوا کوئلہ یا ائے سی کی ٹھنڈک ماحول کو متاثر کرتی ہے بالکل اسی طرح سے توانائی کی لہر اپنا دائرہ بناتی اور فضاء میں پھیلاتی ہے جبکہ یہ توانائی ہر اس شخص کو بھی متاثر کرتی ہے جو اس دائرہ خیال میں قدم رکھے لے یہ قانون خیال اور عمل دونوں ہی مقامات پر اثر انداز ہوتا ہے چونکہ ہر لمحہ دماغ سے خیالات کی مقناطیسی لہریں نشر ہوتی ہیں لہٰذا اطراف واکناف میں رہنے والے افراد لازماً اُن سے متاثر ہوتے ہیں اب یہ ایک الگ موضوع ہے کے آیا دماغ سے نشر کیا ہو رہا ہے؟ پیار، محبت، ہم آہنگی، ایثار، نرمی، تحمل، شکر گزاری احسان و مروت یا پھر تکبر، جھوٹ، نفرت، غم و غصہ، جلن حسد، عداوت و کینہ وغیرہ یہ ایک طے شدہ قانون ہے کے تعمیری یا تخریبی لہروں کا اخراج ماحول پر اپنے گہرے اثرات مرتب کرتے ہیں۔ توانائی (اچھی یا بری) فضاء اور ہوا میں تحلیل تو ہو جاتی

ہے لیکن وہ کبھی بھی فنا نہیں ہوتی، جس طرح سے افراد کا دائرہ خیال ہوتا ہے بالکل اسی طرح سے کسی جگہ، مقام، گھر یا شہر کا بھی دائرہ خیال ہوتا ہے اگر کوئی گھر، شہر یا مقام کسی نا گہانی حادثے کے سبب غم میں ڈوبا ہے اور وہاں کسی نووارد کا گزر ہو جیسے اس واقعے کا سرے سے علم ہی نہ ہو لیکن اس کے باوجود وہ فضاء کی افسردگی اور سوگواری کو فوری طور پر محسوس کر لے گا۔ ایسا ہر انسان کے ساتھ ہوتا ہے یعنی اکثر مقامات سے گزرتے ہوئے فرد خوشی، سرشاری یا غم کو وضاحت کے ساتھ محسوس کرتا ہے بالکل اسی طرح سے دن کے اوقات میں بارونق مقامات رات کی تاریکی میں بھی بارونق لگتے ہیں لیکن اس کے برعکس کچھ مقامات ایسے بھی ہوتے ہیں جہاں لوگوں کی موجودگی کے باوجود اداسی، بےرونقی، غم، اجنبیت، بےگانگی، خوف یا مجرمانہ خیالات کے احساسات فضاء میں گھلے ملے ہوتے ہیں جہاں طبیعت مغموم اور رنڈھال ہو جاتی ہے چنانچہ خوشی یا غم کے اثرات ماحول کے علاوہ مکان و مقام کی اینٹ اور ذرات میں بھی شامل اور پیوست ہوتے ہیں۔

انسان جب خالی گھروں کے سناٹوں کا بند آنکھوں اور ذہن کے کھلے کانوں سے بغور مطالعہ کرتا ہے تو اس مقام کی لہریں اپنی زبان سے اپنی آپ بیتی سناتی ہیں پھر رفتہ رفتہ اس مقام کی روح، اس کی تاریخ، شخصیت اور ضمیر انسان پر منکشف ہونا شروع ہوتا ہے یعنی ہر انسان مقام و مکان کے گرد موجود ہالہ (اوراء یا نسمہ) کا مطالعہ کر سکتا ہے تاہم ایسا مسلسل مشق اور یکسوئی کے ذریعے ہی ممکن ہے

غور طلب امر یہ ہے کے سنسان و ویران گزر گاہوں کے سناٹے، جنگلات کی ہیبت ناک خاموشی اور خونخوار درندوں کا انجانا خوف، تند و تیز ہواؤں کی سائیں سائیں وغیرہ بھی انسانی مشاہدے میں آنے والی مختلف کیفیات ہیں جن کے اثرات کو انسان کی طبیعت قبول کرتی ہے۔

خیالات میں حرارت، حرکت، رنگ اور آواز بھی پائی جاتی ہے اگرچہ ہر قسم کے جذبات اپنی ایک الگ شناخت اور رنگ لئے ہوتے ہیں۔ جیسے:

۱۔ غم و غصہ:

سیاہی مائل سرخ رنگت کی۔

۲۔ محبت:

لطیف سنہری رنگت کی۔

۳۔ ڈر و خوف:

زرد اور سیاہ رنگت کے۔

۴۔ روحانیت:

نیلے رنگت کی۔

۵۔ شفقت:

سبز رنگت کی۔

۶۔ حسد:

گہرے زرد رنگت کی۔

۷۔ نفرت و عداوت:

سرخ و سیاہ رنگت کی۔

۸۔ جنسی جذبات:

سرخ اور گلابی رنگت کے۔

جو شخص مسلسل مشق اور اپنی ذہنی اور روحانی استعداد میں وسعت پیدا کر کے اس فریکوئنسی کو جو کائناتی نظام میں جاری ہے کو حاصل کر لیتا ہے وہ با آسانی ان خیالی رنگوں، آوازوں اور حرکت و حرارت کو بغیر کسی زبان کے جان اور سمجھ لیتا ہے بالفاظ دیگر اس شخص پر غیب کے حقائق کھل جاتے ہیں اور یہ تمام ماورائے عقل مناظر اور باتیں اس کے روزمرہ کے مشاہدے میں داخل ہو جاتی ہیں

لیکن اس کے لئے خود شناسی پہلی سیڑھی ہے۔۱۵۹؎

یکسوئی یا ارتکاز توجہ وہ انسانی حواس ہیں جن کے یکجا ہونے سے کئی بکھری ہوئی صلاحیتیں طاقتور ہو جاتی ہیں۔

اسی حوالے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشادات ہیں!

دین ایسی یکسوئی کا نام ہے جس میں کشادگی اور گہرائی ہو۔۱۶۰؎

اللہ تعالیٰ کو ایسی یکسوئی پسند ہے جس میں گہرائی ہو یعنی اللہ کے نزدیک دین گہری یکسوئی کا دوسرا نام ہے قرآن کریم میں لفظ ’حنیف‘ مختلف شکلوں میں ۱۲ مرتبہ آیا ہے اس کے لغوی معنی مائل ہونا، ایک طرف ہونا یک رخا ہونا یا کسی جانب یکسو ہونا ہے۔

قرآن کریم میں کئی مقامات پر یہ لفظ حضرت ابراہیم کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِىْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۚ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔۱۶۱؎

ترجمہ۔ تم یکسو ہو کر دین کی طرف رخ کر لو، یہ اللہ کی فطرت ہے جس پر انسانوں کو پیدا کیا گیا اللہ کی تخلیق میں تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا ہے یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ ۔۱۶۲؎

ترجمہ۔ یکسو ہو کر اللہ کے بندے بنو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔

انسان بنیادی طور پر حنیف ہے جبکہ اللہ کی جانب یکسوئی پر قائم رہنا فطرت کے عین مطابق ہے لیکن یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ لوگوں کی اکثریت کو عالم نزع میں بھی یکسوئی حاصل نہیں ہوتی ورنہ ہی لوگوں کی اکثریت کو عالم یکسوئی میں موت آتی ہے۔

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کا فرمان ہے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نبوت سے قبل چھ سال تک غار حرا میں مختلف شغل و رسلطان الاذکار میں مستغرق رہے۔۱۶۳؎

مولانا شیخ محمد اکرم صابری مصنف الانوار میں تحریر کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ غار حرا میں کئی سالوں تک آواز مستقیم اور سلطان آلافہ (سلطان الاذکار یا اسم اعظم) کی مشق یا مراقبے میں محو مشغول رہے۔ ۱۶۴

سیرت رسول ﷺ پر تفکر سے یہ عقدہ کھلا کے رسول اللہ ﷺ نبوت سے قبل دنیاوی معاملات سے علیحدہ ہو کر غار حرا میں ذہنی یکسوئی کے غرض سے کئی کئی روز قیام فرمایا کرتے اور اپنے ساتھ حسب ضرورت پانی اور ستو بھی لے جایا کرتے پھر کچھ وقت اپنے اہل خانہ کے ساتھ بھی بسر کرتے اور دوبارہ کچھ عرصے کے لئے غار حرا تشریف لے جاتے (اکثر روایات میں یہ بھی آتا ہے کے آپ ﷺ غار حرا کے دہانے پر تشریف فرما ہو جاتے اور دور سامنے خانہ کعبہ کو محویت کے عالم میں گھنٹوں تکا کرتے یعنی دنیا میں رہتے ہوئے دنیاوی علائق سے اپنے ذہن کو پاک کر لینا کے اطراف کا ہوش بھی نہ رہے) لیکن آپ ﷺ نے کبھی بھی غار حرا میں مستقل قیام نہیں فرمایا اگرچہ یہ سلسلہ کافی عرصے تک جاری رہا لیکن آپ ﷺ کبھی بھی دنیا سے قطعاً تعلق نہیں ہوئے بلکہ آپ ﷺ اپنے اہل و عیال کے درمیان بھی وقت گزارا کرتے رسول اللہ ﷺ کی اس اولین سنت کے نتیجے میں جب آپ ﷺ کو مکمل ذہنی یکسوئی حاصل ہو گئی یعنی (یہ تصور قائم ہو گیا کے ہر شے منجانب اللہ ہے) تو اس کے نتیجے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ تعالی کا خاص پیغام آپ ﷺ کے پاس لے کر آئے۔

رسول اللہ ﷺ کی اس سنت میں امت کے لئے یہ پیغام ہے کے جب مسلسل یکسوئی کے ذریعے انسانی ذہن اللہ کی جانب متوجہ اور مرکوز ہو جاتا ہے تو پھر مراقبے کی ضرورت نہیں رہتی گویا یہ مشق (مراقبہ) ذہنی یکسوئی اور ارتکاز توجہ کے لئے کی جاتی ہے۔

روحانی یکسوئی کو علمائے باطن 'سمادھی کی اوستھا' بھی کہتے ہیں اسی کو کثیف اور لطیف کی گانٹھ کھولنے کا عمل بھی کہا جاتا ہے اس کو یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے کے روحانی ریاضت کے ذریعے روح کو من اور حواس سے الگ کرنا کیونکہ جب تک ان میں علیحدگی نہیں ہو گی اس وقت تک روح اپنے

اصل یعنی اللہ کی ذات میں سمانہیں سکے گی لہٰذا روح کو جسم اور من سے الگ ہونے پر اپنے آپ کی پہچان ہو جاتی ہے اور یہی خدا کی پہچان کا وسیلہ بھی ہے مکمل یکسوئی کو کامل فقیری میں 'جیتے جی مر جانے' کو کہتے ہیں کیونکہ اس میں سالک باہر کی دنیا کے لئے مردہ جبکہ باطنی دنیا کی جانب زندہ ہو جاتا ہے موت کے وقت جوں جوں روح جسم کے نچلے حصے سے اوپر کی طرف سمٹتی ہے جسم کا نچلا حصہ بے حس و حرکت یعنی مردہ ہو جاتا ہے بلا آخر روح آنکھوں تک پہنچ کر جسم سے الگ ہو جاتی ہے اور انسان کی موت واقع ہو جاتی ہے اسی کیفیت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا ہے ، حضرت عبداللہ بن بریدہؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! مومن کی موت کے وقت اس کی پیشانی پر پسینہ ہوتا ہے جبکہ وہ اپنی روح کو نکلتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے جب ہی مرتے وقت انسان کی آنکھیں کھلی اور اوپر کی جانب دیکھ رہی ہوتی ہیں۔ ۱۶۵

روحانی مشاغل میں سالک جب چاہے اپنی روح کو جسم سے سمیٹ کر دنیاوی اعتبار سے مردہ لیکن باطنی دنیا میں زندہ ہو جاتا ہے تاہم سالک جب بھی چاہے دنیا کی زندگی میں دوبارہ وارد ہو سکتا ہے۔

سائیں بلھے شاہ ایک مقام پر فرماتے ہیں میری زندگی میں جیتے جی مرنے کا شغل پختہ اور میری زندگی کا لازمی حصہ بن چکا ہے میں روز جیتا اور روز مرتا ہوں۔

کبیر جی کہتے ہیں جیتے جی مرنے کا شغل کرنے والے لوگ مایا میں رہتے ہوئے بھی اس سے بے داغ رہتے ہیں وہ ہمیشہ کے لئے جنم مرن کے بندھنوں سے آزاد ہو جاتے ہیں اولیاء اللہ اس فکر کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کے جس جگہ مر کر جانا ہے انسان کو وہاں جیتے جی مر کر پہنچ جانا چاہئے ، اس مشق سے انسان کے اندر سے موت کا خوف دور ہو جاتا ہے اور اسے ابدی اور نجات یافتہ زندگی حاصل ہو جاتی ہے۔

حضرت شمس تبریز کہتے ہیں جیتے جی مرنے کی مشق کرنے والے انسان اپنے معشوق کے

روبروپرلطف اور خوشگوارانداز سے اپنی جان دیتے ہیں تاہم ان کا آخری وقت نہایت پر سکون اور یکسو ہوتا ہے کیونکہ مرشد کریم اس کی غیب کی آنکھ کھول دیتا ہے لہٰذا ایسے لوگ عام افراد کی طرح اندھوں کی طرح موت کو گلے نہیں لگاتے بلکہ پورے ہوش و حواس اور پر سکون انداز سے دنیا سے جاتے ہیں۔

اسی خیال کی وضاحت رومی کچھ اس انداز سے کرتے ہیں کے یہ ایسی موت نہیں جس میں انسان کو قبر میں جانا پڑے بلکہ یہ ظلمت سے نور کی طرف لے جانے والی موت ہے جس میں سالک ایک روحانی مسرت کو اپنے گوشے میں محسوس کرتا ہے۔

آپ مزید کہتے ہیں جیتے جی مرنے سے نہ ڈرو کیونکہ اس جسم کے علاوہ بھی تمھارا ایک اور جسم ہے۔

موت تو ہر بشر کو آنی ہے لیکن اصل میں مرنا کوئی نہیں جانتا لیکن جو اس راز کو جان جاتا ہے اس کو لازوال سرور اور لذت میسر آجاتی ہے لیکن یہ کام صرف سچے عاشقوں کے بس کا ہے جو اپنا تن، من اور ہوش کو گنوا کر اس سچے کا دیدار کرتے ہیں جب تک انسان اپنے آپ کو نہیں کھوتا اس وقت تک وہ خدا کی درگاہ میں داخل نہیں ہو سکتا۔۱۶۶؎

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد پاک ہے!

موتوا قبل ان تموتوا یعنی مر جاؤ مرنے سے پہلے۔

اس حدیث پاک ﷺ کو کسی مرشد کامل کے بغیر سمجھنا ناممکن ہے اور جو سالک اس کو جان گیا گویا یہی وصال خدا کا اصل راز ہے ایسے سالکوں کو حساب کتاب، دوزخ، عذاب قبر سے نہیں گزرنا پڑتا بلکہ وہ مکمل یکسوئی یا سمادھی کی حالت میں چشم غیب سے خدا کے جمال کے دیدار سے مشرف ہو جاتے ہیں۔

خواجہ معین الدین چشتیؒ کہتے ہیں جب میں اس میں جذب ہو گیا تو نہ کوئی گناہ رہا اور نہ کوئی ثواب اور میری حالت ایسی ہو گئی کے میں وہ ہو گیا اور وہ میں ہو گیا۔۱۶۷؎

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے! اگر قیامت کی گھڑی آن پہنچے اور تم میں سے کسی کے ہاتھ میں کوئی پودا ہو جیسے وہ زمین میں لگانا چاہتا ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اس پودے کو (پورے اطمینان کے ساتھ زمین میں) لگا دے۔۱۶۸

اس حدیث پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یہ بتایا جا رہا ہے کہ جب کسی انسان کا آخری وقت آ جائے تو وہ دن اس کے لئے قیامت کا ہی دن ہو گا کیونکہ دنیا کے سارے انسانوں کے لئے قیامت تک تو زندہ رہنا ناممکن ہے لہٰذا اگر وہ کوئی نیکی کا کام اپنے مرنے سے پہلے انجام دے رہے تھے تو انھیں چاہئے کہ وہ اسے مکمل یکسوئی و رتوجہ کے ساتھ انجام دے دیں اور قیامت یا موت سے قبل افراتفری کا شکار ہو کر وہ اپنے آخری نیک عمل کو ہر گز ضائع نہ کریں کیونکہ ان کا خاتمہ خیر کے کام پر ہو نا ہی بہتر ہے۔

کچھ اہل علم کا یہ ماننا ہے کہ جسم سے روح کے نکلنے کا تجربہ نہایت مسحور کن ہے یا اتنا باعث طمانیت ہے جس کی مثال بیان کرنا مشکل ہے تاہم اس سرور میں لذت ہے اس میں ہلکی ہلکی سنسناہٹ ہوتی ہے جبکہ روح نکلنے کی کیفیت میں انسان یہ محسوس کرتا ہے کہ وہ آہستہ آہستہ فضاء میں اوپر کی جانب اٹھ رہا ہے اور اس کے چاروں اطراف گہر اسناٹا چھا رہا ہے۔۱۶۹

واصف علی واصف کہتے ہیں! محویت، خیال کا وہ نام ہے جہاں غم اور خوشی دونوں بے معنی ہو جاتے ہیں۔

یکسوئی حاصل کرنے کے طریقے (مراقبہ):

Obtaining Equilibrium through Meditation:

یکسوئی حاصل کرنے کے بے شمار طریقے صوفیاء کرام نے تعلیم کئے ہیں لیکن ان سب میں سب سے زیادہ مستند اور آسان طریقہ مراقبہ یا Meditation ہے مراقبہ اس تفکر کا نام ہے جس سے انسان اپنی انا، ذات، شخصیت یا روح کا علم حاصل کر لیتا ہے اس علم کے حصول کے بعد کوئی بھی شخص اپنی انا یا روح سے واقف ہو جاتا ہے بظاہر ایسا لگتا ہے کہ مراقب آنکھ بند کر کے اور

گردن جھکا کر بیٹھا ہوا ہے لیکن مراقبہ ایک طرز فکر کا نام ہے جس میں مراقب خود کو ظاہری حواس سے لاتعلق اور آزاد کر کے باطنی حواس میں سفر کرتا ہے انسان اپنی ساری زندگی خواب (نیند) یا بیداری کی کیفیت میں ہی بسر کرتا ہے، بیداری کی صورت میں وہ زمان اور مکان میں مقید ہوتا ہے جبکہ خواب میں وہ زمان و مکان کی قید سے آزاد ہو جاتا ہے مراقبہ میں بھی خواب کو بیداری میں منتقل کر کے زمان و مکان کی حدبندیوں اور گرفت سے آزادی حاصل کرنے کی مشق کی جاتی ہے باالفاظ دیگر مراقبہ نیند کو بیداری میں منتقل کرنے کا دوسرا نام ہے جس میں کم و بیش وہ تمام حالتیں انسان کے اوپر وارد ہوتی ہیں جس کے نتیجے میں وہ سوتا یا خواب دیکھتا ہے یہ بات درست نہیں ہے کہ خواب کی حیثیت محض خیالی ہے کیونکہ تمام آسمانی کتب اور قرآن کریم میں خوابوں کے حوالے سے کئی آیات موجود ہیں جب کوئی انسان مراقبہ کے ذریعے خود کو خواب کی کیفیات میں منتقل کرتا ہے تو اس پر سے زمان و مکان کی گرفت ٹوٹ جاتی ہے جبکہ متواتر مشق سے وہ خواب کی کیفیات میں اسی طرح سے سفر کرتا ہے جس طرح بیداری کی کیفیات اور واردات میں روحانیت میں مراقبہ ایک ایسا عمل ہے جس کے ذریعہ اس بات کی کوشش کی جاتی ہے کہ انسان کے اندر لہروں کا ذخیرہ زیادہ سے زیادہ محفوظ رہ سکے اور اس ذخیرے کی طاقت سے اس کا اپنا اختیار اور ارادہ اس طرف سفر کرنے لگے جہاں سکون اور راحت کی زندگی موجود ہے ہم نے جس طاقت کو لہروں کا نام دیا سائنسدان ان لہروں کو کیلوریز کہتے ہیں۔ ۱۷۰؎

ابدال حق حضور قلندر بابا اولیاءؒ فرماتے ہیں: تفکر کرنا، کسی ایک نقطے پر اپنے ذہن کو مرکوز کرنا اور یکسوئی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں پر غور کرنا مراقبہ ہے انسان کے اندر ساڑھے گیارہ ہزار صلاحیتیں موجود ہیں کسی ایک صلاحیت پر بھی ذہن کو مرکوز کرنا اور اللہ تعالیٰ کی صفات کو ڈھونڈنا اور تلاش کرنا مراقبہ ہے۔ ۱۷۱؎

مراقبے کو سمجھنے کے لئے درج ذیل نکات ہمیشہ ذہن نشین رکھنا چاہئے۔

کسی ایک نکتے پر توجہ قائم رکھنا دیگر خیالات کو غیراہم جانتے ہوئے اس پر توجہ نہ کرنا گرچہ

دیگر خیالات کی کثرت ممکن ہے۔

گہرا سانس لینا یعنی ناک سے سانس اندر لینا اسے کچھ دیر روکنا اور پھر اسے منہ کے ذریعے خارج کر دینا کیونکہ گہرا سانس انسان کو اس کے Inner باطن سے قریب کرتا ہے مراقب آنکھیں بند کر کے کسی ایک نکتے پر اپنی پوری توجہ قائم رکھنے کی پریکٹس کرتا ہے جبکہ اس کو اپنے جسمانی طور پر موجود ہونے کا مکمل احساس بھی ہوتا ہے اگرچہ وہ جسمانی طور پر زمین پر ہوتا ہے لیکن روحانی طور پر وہ مختلف جہانوں کی سیر کرتا ہے یعنی زمان و مکان کی قید سے آزاد بہت طویل اور دشوار گزار سفر کو لمحوں کے ہزارویں حصے میں طے کرتا ہے۔ مراقبے کو خواب کا پہلا درجہ قرار دیا جا سکتا ہے یعنی ایسا خواب جس میں مراقب کے اوپر نیند کا غلبہ نہ ہو اور اس پر مکمل بیداری طاری ہو اور وہ اس بیداری میں زمان و مکان کی جکڑ بندیوں سے آزاد بھی ہو یہ صورت حال روح حیوانی کے اعمال و حرکات پر قائم ہے۔ روح حیوانی دو نقطوں سے مرکب ہے۔ ایک نقطے کا نام نفس اور دوسرے کا نام قلب ہے۔

شعور انسانی جب تک نفس کے اندر دنیا کا مشاہدہ کرتا ہے یا دنیا دیکھتا ہے تو یہ زمان و مکان میں پابند رہتے ہوئے بیداری میں دیکھنا ہے۔ اس سے ترقی کر کے جب انسان روح حیوانی سے قلب میں دیکھتا ہے تو درمیان سے زمان و مکان حذف ہو جاتا ہے اور یہ دیکھنا خواب ہے، ان دو سیڑھیوں سے گزر کر جب انسان تیسری سیڑھی پر قدم رکھتا ہے یعنی لطیفہ روحی میں دیکھتا ہے تو یہ دیکھنا مراقبے میں دیکھنا ہے کیونکہ مراقبے میں بیدار رہتے ہوئے شعور و حواس کے ساتھ زمان و مکان کی پابندی کے برخلاف کھانا پینا، چلنا پھرنا، دوڑنا بھاگنا حتیٰ کے بسا اوقات اڑنا بھی تصوف میں اس صورت کو بیداری میں خواب دیکھنا کہتے ہیں جبکہ اصطلاحاً اس کیفیت کو 'غنود' بھی کہا جاتا ہے۔ دوسری کیفیات میں انسان کا مکمل ہوش و حواس کے ساتھ بند آنکھوں سے کسی چیز کو دیکھتے ہوئے ایک جھٹکا لگنا اور ذہن میں اس بات کا آنا کہ میرا وجود تو موجود ہے تاہم وجود کے ساتھ دیکھی گئی چیز یا تو یاد رہ جاتی ہے یا انسان اسے بھول جاتا ہے چنانچہ اس کیفیت کو اصطلاحاً 'ورود'

کہتے ہیں۔

بیداری کے حواس میں کسی چیز کو دیکھنا اس کو یاد رکھنا اس کے معانی و رمفاہیم کو بھی ذہن نشین رکھنا اس کے ساتھ ساتھ مراقب کا اپنے وجود کا مکمل احساس ہونا جس میں زمان ومکان کی نفی بھی پائی جاتی ہو اس کیفیت کو مراقبہ کہتے ہیں۔

روحانی طرزوں میں اندرونی دنیا کو دیکھنے کا عمل ابتدائی درجوں میں چار طریقوں پر قائم ہے۔

ا۔خواب۔۲۔غنود۔۳۔ورود۔۴۔مراقبہ۔

مندرجہ بالا تمام کیفیات دراصل خواب کی دنیا کا بیداری میں منتقل ہونا ہے۔۱۷۲؎

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

وَوَاعَدْنَا مُوْسٰی ثَلَاثِیْنَ لَیْلَـۃً وَّاَتْمَمْنَاھَا بِعَشْرٍ فَتَـمَّ مِیْقَاتُ رَبِّہٖٓ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَـۃً ۔۱۷۳؎

ترجمہ۔ہم نے موسیٰ سے تیس رات کا وعدہ کیا اور دس زیادہ کر کے انھیں ہم نے پورا کیا تو اس کے پرودگار کی معین چالیس راتیں پوری ہو گئیں۔

یُکَوِّرُ اللَّیْلَ عَلَی النَّـھَارِ وَیُکَوِّرُ النَّـھَارَ عَلَی اللَّیْلِ ۔۱۷۴؎

ترجمہ۔وہ رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے۔

یُوْلِـجُ اللَّیْلَ فِی النَّـھَارِ وَیُوْلِـجُ النَّـھَارَ فِی اللَّیْلِ ۔۱۷۵؎

ترجمہ۔وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔

مندرجہ بالا آیات پر تفکر سے یہ بات سامنے آئی کے رات اور دن دو حواس ہیں اور انسان کی پوری زندگی ان ہی دو حواسوں میں منقسم یا محوسفر ہے۔دن کے حواس ہمارے اوپر زمان ومکان کی جکڑبندیوں کو مسلط کرتی ہیں جبکہ رات کے حواس میں انسان زمان ومکان کی قید سے آزاد ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا! ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ کیا اور دس زیادہ کر کے انھیں ہم نے پورا کیا تو اس کے پروردگار کی معین چالیس راتیں پوری ہو گئیں۔

غور طلب امر یہ ہے کے فرمان الٰہی کے مطابق! ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ کیا اور چالیس راتوں میں اسے پورا کیا یعنی موسیٰ کوہ طور پر صرف چالیس راتیں نہیں رہے بلکہ ان کا قیام وہاں چالیس دن اور چالیس راتیں رہا ایسا بھی نہیں ہوا کے وہ دن کے وقت کوہ طور سے نیچے آجاتے ہوں اور رات کو دوبارہ تشریف لے جاتے ہوں یعنی وہ مسلسل چالیس دن اور چالیس راتیں کوہ طور پر قیام پذیر رہے قابل غور نکتہ یہ ہے کے اللہ تعالیٰ دن کا تذکرہ نہیں فرمارہے ہیں بلکہ صرف رات کا ذکر کر رہے ہیں اس کا بالکل واضح مطلب تو یہ ہے کے حضرت موسیٰ پر چالیس دن اور چالیس راتیں، رات کے حواس غالب رہے، وہی رات کے حواس جو کسی بھی انسان کو زمان و مکان کی حد بندیوں سے آزاد کرتے ہیں۔

لہٰذا قانون یہ بنا کے اگر کوئی انسان اپنے او پر رات اور دن کے وقفے میں رات کے حواس غالب کرے تو وہ زمان و مکان کی قید سے آزاد ہو جاتا ہے اور زمان و مکان سے آزادی دراصل غیبی انکشافات کا ذریعہ ہیں۔ قرآن پاک نے اس پروگرام اور اس عمل کا نام 'قیام صلوۃ' رکھا ہے جس کے ذریعے دن کے حواس سے آزادی حاصل کر کے رات کے حواس میں سفر کیا جا سکتا ہے بالفاظ دیگر نماز قائم کرنے کا لازمی نتیجہ دن کے حواس کی نفی اور رات کے حواس کی مرکزیت کو حاصل کرنا ہے۔ صلوۃ کے ساتھ قائم کرنا یعنی 'واقیموا الصلوۃ' کا ذکر کیا گیا چنانچہ اگر کوئی شخص اپنی نماز اس بنیادی شرط پر قائم کرتا ہے کہ وہ رات کے حواس سے متعارف ہو جائے گا تو پھر اس کی نماز حقیقی نماز کہلائے گی۔

کسی جنگ میں حضرت علی ؓ کی پشت پر ایک تیر پیوست ہو گیا جب اس تیر کو نکالنے کی کوشش کی گئی تو آپ کو تکلیف کا احساس ہوا آپ نے فرمایا میں صلوۃ قائم کرتا ہوں، اسی وقت تم اس تیر کو نکال لینا لہٰذا جیسے ہی آپ نے نیت باندھی آپ کی پشت سے تیر کو کھینچ کر نکال لیا گیا اور

مر ہم پٹی کر دی گئی اور آپ کو ذرا برابر بھی تکلیف کا حساس نہیں ہوا۔

اس واقعہ سے یہ بات پوری طرح سے واضح ہو جاتی ہے کے قیام صلوۃ میں ان حواس کی نفی ہو جاتی ہے یعنی جب حضرت علی ؓ نے نماز کی نیت باندھی تو آپ کا ذہن دن کے حواس سے نکل کر رات کے حواس میں پہنچ گیا اور جیسے ہی ان کے ذہن نے رات کے حواس میں مرکزیت حاصل کی ویسے ہی پابندی اور تکلیف کا احساس مٹ گیا روحانیت کی بنیاد اسی حقیقت پر قائم ہے کے انسان میں دو حواس، دو دماغ اور دو زندگیاں تا عمر ہمہ وقت سر گرم عمل رہتی ہیں جیسے ایک ورق کے دو صفحات انھی دو زندگیوں میں سے ایک کا نام پابندی اور بیداری شعور یعنی (دن) دوسرے کا نام آزادی، راحت، سکون اور اطمینان قلب یعنی (رات) ہے۔

اس زندگی کو حاصل کرنے کے لئے روحانیت میں ایک بہت آسان طریقہ مراقبہ ہے یا ایک کوشش، مشق اور طرز فکر کا نام ہے جس میں انسان بیداری کے حواس کو قائم رکھتے ہوئے رات کے حواس میں داخل ہو جاتا ہے۔ بیداری کے حواس سے رات کے حواس میں داخل ہونا اس کی عادت اور طرز فکر و ماحول کے خلاف ہے اس لئے جب وہ اس راستے پر قدم رکھتا ہے تو بیداری کے حواس اور شعور پر ضرب پڑتی ہے، بسا اوقات یہ ضرب اتنی شدید ہوتی ہے کے شعور یا شعوری توازن ہی بکھر کے رہ جاتے ہیں انسان شعوری زندگی کی کڑیوں کو آپس میں ملانے میں ناکام ہو جاتا ہے اسی کیفیت کو عرف عام میں پاگل پن کہا جاتا ہے شعور کی اسی ضرب سے محفوظ رہنے کے لئے کسی کامل استاد کی ضرورت پڑتی ہے جو صاحب نظر بھی ہو اور خود بھی اس پر پیچ راہ سے گزر چکا ہو اسی راہ سلوک سے واقف تجربہ کار استاد کو پیر یا مرشد کہا جاتا ہے اور جب کوئی شخص کسی ایسے عرفان کے قانون سے واقف استاد کے دست حق پر بیعت کرتا ہے تو وہ مرید کہلاتا ہے۔۱۷۶؎

اس حوالے سے رومی کہتے ہیں اولیاء اللہ بدرجہ کمال صفات الہیہ سے متصف ہوتے ہیں، اگر کوئی شخص نور الہی کا طالب ہے تو وہ براہ راست خدا سے نور کو حاصل کر سکتا ہے اور بذریعہ اولیاء بھی، اللہ تعالی نے رسول اللہ ﷺ کو سراج منیر کہا ہے آدم کے اندر جو ہر انسانیت میں اسماء کا علم

رکھ دیا گیا ہے ہر انسان اس جوہر کو اجاگر کر کے نور معرفت کو حاصل کر سکتا ہے اس کی مثال وہ اس طرح سے پیش کرتے ہیں کے اگر پانی کو حاصل کرنا ہو تو براہ راست اسے دریا سے بھی حاصل کیا جا سکتا ہے یا پھر اسے گھڑے یا مٹکے سے بھی حاصل کیا جا سکتا ہے جب ہی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں جن کی رہنمائی میں مسافر اپنا راستہ تلاش کر سکتے ہیں۔

انسان کو جو فیض کسی روحانی پیشوا سے حاصل ہو سکتا ہے وہ دراصل فیضان الٰہی ہی ہے جس کا سر چشمہ ذات باری تعالیٰ ہے یعنی ایک چراغ سے ہزاروں چراغ جل سکتے ہیں اب یہ تمھاری مرضی ہے کے تم پہلے چراغ سے روشنی حاصل کرو یا آخری چراغ سے کیونکہ ہر انسان کی روح کے اندر ذوق حکمت موجود ہے لیکن حرص و ہوس اور دنیا کے پیچھے بھاگتے بھاگتے وہ اپنے اصل مقصد سے غافل ہی رہتا ہے۔ انسان خارجی غذاؤں اور لذتوں سے لطف اندوز ہوتا ہے لیکن ان کا ذائقہ عارضی ہوتا ہے انسان ایسا شاید اپنی لاعلمی کی وجہ سے کرتا ہے خارجی محرکات کی شیرینی ناپائیدار اور بے اعتبار ہوتی ہے اگر روح انسانی عشق الٰہی کی تاثیر سے خود شکر بن جائے تو شیرینی اس سے کسی حالت میں بھی جدا نہ ہو سکے گی جن کیفیات کو انسان خارج میں طلب کرتا ہے ان سے کہیں زیادہ پائیدار کیفیات عشق حقیقی کی بدولت روح انسانی میں پیدا ہو سکتی ہیں۔

رومی ایک مثال دیتے ہوئے یہ کہتے ہیں جس طرح سے سورج سے ہر متنفس، انسان، جانور اور پھول پودے سب کو طاقت اور روشنی ملتی ہے بالکل اسی طرح سے غیب سے بھی انسان نئی قوتیں حاصل کر سکتا ہے جبکہ فیضان الٰہی کی کوئی حد نہیں ہے کیونکہ انسان کے مقاصد لامتناہی ہیں جبکہ منتہیٰ ذات خداوندی آپ ایک جگہ مزید کہتے ہیں ہر انسان کے شعور میں توجہ کی ایک مخصوص مقدار ہوتی ہے ایک جانب یکسو ہونے سے دوسری جانب سے توجہ ہٹ جاتی ہے لہٰذا کسی شخص کے صالح اور غیر صالح ہونے کی وجہ اس کا ارتکاز توجہ ہے کہ آیا وہ کس جانب متوجہ ہے۔ ۱۷۷

مراقبہ دراصل اس تفکر کا نام ہے جس کے ذریعے انسان اس علم کو حاصل کر لیتا ہے جو اس کی اپنی انا، ذات، شخصیت یا روح کا علم ہے۔ اور اسی علم کے حصول کے بعد انسان اپنی انا یا روح سے

وقوف حاصل کر لیتا ہے۔

اسی حوالے سے ارشادات خداوندی ہیں!

اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۔

ترجمہ۔بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

یعنی اللہ ایک دائرہ ہے اور ہر چیز اس میں بند ہے۔

لَاتُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ ۔۱۷۸؎

ترجمہ۔اسے آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں وروہ آنکھوں کو دیکھ سکتا ہے اور وہ نہایت باریک بین خبر دار ہے۔

امیرالمومنین حضرت علیؓ کے اقوال:

تمام کاموں میں سب سے اولین اور سر فہرست معرفت خداوندی ہے جبکہ اس کا ستون اطاعت خدا ہے۔

معرفت دل کا نور ہے اور معرفت کی انتہا یہ ہے کے انسان اپنے آپ کو پہچان لے۔

ہر عارف خدا شناس لیکن غم زدہ ہوتا ہے تاہم تھوڑی سی معرفت بھی دنیا زہد کا باعث ہوتی ہے۔

جس نے غور کیا اس نے عبرت حاصل کر لی عبرت حاصل کر لینے سے انسان آزمائش سے مستغنی ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو پسند فرماتے ہیں تو اس کی نصیحت عبرتوں کے ذریعے سے فرماتے ہیں۔۱۷۹؎

۱۳۔حسِ نور: Perception of Light:

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی فرماتے ہیں از مین اور آسمان کا وجود روشنی پر قائم ہے اور اس روشنی کو اللہ کا نور فیڈ کرتا ہے اگر نوع نسانی کا ذہن مادے سے ہٹ کر اس روشنی کی جانب متوجہ

ہو جائے تو انسان کے وجود میں پائی جانے والی عظیم الشان ماورائی صلاحیتیں اس پر منکشف ہو جائیں جن صلاحیتوں کے استعمال سے وہ زمین پر پھیلی ہوئی اشیا کو اپنے تصرف میں لا سکتا ہے۔ ۱۸۰؀

حضور قلندر بابا اولیاء نور کے بارے میں فرماتے ہیں! کائنات کا ہر ذرہ بصورت خلاء اللہ تعالی کے نور میں واقع ہے دیکھنے والے کو اللہ تعالی کا نور نظر نہیں آتا، صرف کائنات کا خلاء نظر آتا ہے جس کو وہ اشیاء، چاند، سورج، زمین، آسمان اور جانور وغیرہ کہتا ہے۔ ۱۸۱؀

حضور قلندر بابا اولیاء نور کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں! نور جس نے ساری کائنات کا احاطہ کیا ہوا ہے اس میں ہر قسم کی اطلاعات پائی جاتی ہیں جو کل اشیائے کائنات کے ذرے ذرے تک پہنچتی ہیں چنانچہ لوح محفوظ سے پھیلنے والا نور انسان کو اطلاعات فراہم کرتا ہے اگرچہ انسان اپنی کوتاہیوں کے سبب ۹۹۹ فی ہزار اطلاعات کو رد کر دیتا ہے اور ایک فی ہزار کو مسخ کر کے اپنے حافظے میں محفوظ کرتا ہے۔

انسان کی ذاتی مصلحتیں اپنے لئے نور کی شعاعوں کو محدود کر لیتی ہیں یہی مسخ شدہ اور بگڑے ہوئے خدوخال اس کے تجربات و مشاہدات اور عادات و حرکات کا سانچہ بن جاتے ہیں جس کے بارے میں وہ بار بار یہ کہتا ہے کہ یہ میرا تجربہ، مشاہدہ اور علم طبعی ہے۔ ۱۸۲؀

خواجہ شمس الدین عظیمی اس نکتے کی وضاحت میں مزید فرماتے ہیں! کل اشیائے کائنات کی بنیاد روشنی ہے۔

اسی حوالے سے ارشاد خداوندی ہے!

اَللّٰہُ نُـوْرُ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ۔ ۱۸۳؀

ترجمہ۔ میں (اللہ) ارض و سمٰوت کا نور ہوں۔

اللہ خود نور ہے لہذا اس کے ذہن میں موجود کائناتی پروگرام بھی نور ہی پر استوار اور قائم تھا جب 'کن' کہہ کر اس پروگرام کا اظہار ہوا تو نور کے اندر سے نکلے ہوئے الفاظ بھی نور اور روشنی ہی

تھےباالفاظ دیگراللہ کی آوازنور ہے جس کوسن کراشیائے کائنات نےاپنی مخصوص شکل وصورت اختیار کرلی قرآن کریمیہ کہتاہے!

کل کائنات نوراور روشنی ہےاس کی وضاحت میں وہ اس فارمولے کی عقدہ کشائی کرتاہے کہ روشنی کس طرح سےوجود میں آئی؟

اس کے کتنے پرت اور غلاف ہیں؟

ایک طرف روشنی گرمی ہے؟دوسری جانب اس میں ٹھنڈک کااحساس بھی پنہاں ہے؟ انسان بھی روشنی سے بناہےاوراس کی غذاجس میں گندم،چاول،جو،جوار، پھل،سبزیاں شامل ہیں وہ سب روشنی ہیں الغرض تمام اشیائے جس سے انسان کاواسطہ پڑتاہےوہ سب کی سب روشنی کےسواکچھ نہیں۔۱۸۴؎

حضرت امامہ ؓ روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نےفرمایا!مومن کی فراست سےڈرو کیونکہ وہ خداکےنور سےدیکھتاہے۔۱۸۵؎

حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی فرماتے ہیں!نوراس خاص روشنی کانام ہےجوخود بھی نظر آتی ہےاورمخلوق کودوسری روشنیاں بھی دکھاتی ہےروشنی کی کئی گوناں گوں صفات میں شامل light، لہریں،waves،رنگ،colour،ابعادیعنیDimensionsہیں نور کی ایک بڑی صفت یہ بھی ہے کےیہ بیک وقت ماضی اور مستقبل میں بھی سفر کرتی ہےجس کی وجہ سے ماضی اور حال کا ربط قائم رہتاہےجبکہ دوسری جانب حال اور مستقبل کاربط بھی قائم رہتاہےا گردرمیان میں یہ ربط نہ ہوتو کائنات کارشتہ اس کےماضی سےمنقطع ہوجائے۔

اس کی اچھی مثال انسانی حافظہ ہےانسان اپنےماضی کی باتوں کونا صرف یادرکھتاہےبلکہ ہر آن اور ہر لمحہ وہ اپنےماضی سے منسلک بھی رہتاہےانسان،جنات،فرشتےاوردیگر تمام مخلوقات کےحواس بھی نورپرقائم ہیں روحانیت میں اس نورسےتعارف کروانےکےلئےمراقبہ نور کروایا جاتاہے۔۱۸۶؎

صبر اللہ کا نور ہے:

صبر اللہ کا نور ہے جو انسان کے مادی حواس میں نورانیت کو داخل کر کے انسان کو اللہ کا مقرب کر دیتا ہے صبر اللہ کی فرمانبر داری کا ایک منظم سسٹم ہے صابر انسان پریشانیوں میں بھی مطمئن رہتا ہے اور ذہنی طور پر اللہ سے وابستہ رہتا ہے صبر کرنے سے انسان بے بس اور مجبور ہونے کے تجربے سے گزرتا ہے۔ صبر کرنے سے انسان کے اندر نور کی مقداروں میں بے حد اضافہ ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی ہر مشکل کو نا صرف آسان فرماتے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کے ایسے ہی لوگ الوالعزم ہیں۔ ۱۸۷؎

شہد میں نورانیت:

اللہ کے فرمان کے مطابق شہد میں ہر بیماری کی شفا موجود ہے رسول اللہ ﷺ شہد کو بے حد پسند فرماتے اور اس کے استعمال کا مشورہ دیا کرتے، روحانی علوم کی تحصیل کے لئے شہد کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں کیونکہ شہد میں موجود مٹھاس سے شعور انسانی کو تقویت حاصل ہوتی ہے دوسری جانب لاشعوری واردات اور کیفیات کو قبول کرنے میں انسان کو تھکن بھی نہیں ہوتی اس کے بر عکس دوسرے ذرائع سے حاصل شدہ مٹھاس سے شعور پر بوجھ پڑتا ہے اور شعور اور لاشعوری کیفیات کو قبول کرنے میں کمزوری محسوس ہوتی ہے۔

۳۲۔ حس روحانی: Spiritual Perception:

ہر انسان کے اندر حس روحانی پائی جاتی ہے اور اس سے ہر زندہ انسان اپنی طلب، شوق اور جدوجہد کے ذریعے فیض حاصل کر سکتا ہے تاوقتیکہ وہ زندہ ہے اور اس کے جسم میں روح موجود ہے لیکن جیسے ہی جسم خاکی سے روح پرواز کرے گی وہ انسان اب روحانی علوم سے مستفید اور اس کی تحصیل نہ کر سکے گا یعنی روحانی علوم کے حصول کے لئے جسم میں روح کی موجودگی شرط ہے۔

روح کی پرت در پرت صلاحیتوں کے ادراک و آگہی کے لئے ضروری ہے کہ کسی ایسے

استاد کے سامنے زانوے تلمذ طے کئے جائیں جو سالک کو اللہ سے کئے گئے وعدے کو نا صرف یاد دلا دے بلکہ اسے شعور کی بھول بھلیوں سے آزاد کراتے ہوئے اس میں ایسی طرز فکر بھی منتقل اور بیدار کر دے جو اسے لاشعور سے قریب کرتے ہوئے اپنے ازلی وعدے کو ایفائے کرنے کے قابل بنادے کیونکہ معرفت کو اللہ نے تمام انسانوں پر سب سے پہلے فرض کیا تھا اگرچہ علوم کی دو ہی اقسام ہیں۔

ا۔ علم حصولی (یہ علم وسائل کا پابند ہے جبکہ اسے وسائل کی موجودگی میں ہی سیکھا جا سکتا ہے یعنی اگر قلم ہو گا تو تحریر کاغذ پر منتقل ہو گی بالالفاظ دیگر زمان و مکان کی قید میں رہتے ہوئے استاد شاگرد کو اس کے اندر موجود صلاحیتوں کے استعمال سے واقف کرواتا ہے)

۲۔ علم حضوری (یہ علم مادی وسائل کا محتاج نہیں اور نا ہی اس کے حصول کے لئے کاغذ و قلم کی ضرورت ہے بالفاظ دیگر یہ علم زمان و مکان کی قید سے بھی آزاد ہے اس میں استاد (مراد) شاگرد (مرید) میں اپنی طرز فکر منتقل کر دیتا ہے بشرطیکہ شاگرد اپنی ذات کی نفی کرتے ہوئے اپنے آپ کو مکمل طور پر استاد کے سپرد کر دے اور یہ تصور بھی کرے کے اس کے اندر بجز مراد کے کوئی ورشے نہیں تو پھر جیسے جیسے یہ طرز فکر شاگرد میں مستحکم ہوتی جاتی ہے مراد کی طرز فکر مرید میں اسی مناسبت سے منتقل ہوتی رہتی ہے اس علم کی منتہاء یہ ہے کے مراد اور مرید یک جان دو قالب ہو جائیں یہاں تک کہ ان کی طرز فکر اور گفتگو بھی مماثل ہو جائے)۔ ارشاد خداوندی ہے!

یَآ اَیُّـھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْـھَازَوْجَھَاوَبَثَّ مِنْـھُمَارِجَالًا کَثِیْرًا وَّنِسَآءً۔۱۸۸

ترجمہ۔اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑ بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں۔

اس آیت کی تفسیر اہل باطن کے مشاہدے کی روشنی میں اس طرح ہے کے 'نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ' کو تصوف کی اصطلاح میں 'نسبت وحدت' کہا جاتا ہے جس کو ایک نقطے سے تشبیہ دی جاتی ہے لہٰذا

اس نقطے میں تمام کائنات بند ہے یعنی اس نقطے میں پوری کائنات کے ذرے ذرے کی بنیاد اور اس کا احوال ریکارڈ ہے اور ہر شے اس کے دائرے اور احاطے میں ہے قرآن کریم میں نفس انسانی کا کر(298) مرتبہ کیا گیا تاہم 298 کا عدد (ا) ہے، دلچسپ امر یہ ہے کے ہر انسان کے اندر یہ نقطہ پایا جاتا ہے اگر بصیرت انسانی اپنے اندر پوشیدہ اس نقطے کے اسرار سے واقف ہو جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق !جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا گویا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔

جو شخص اپنی روحانی صلاحیتوں سے واقفیت حاصل کر لیتا ہے اس پر غیبی علوم منکشف ہو جاتے ہیں جو کہ مبنی بر حقیقت ہیں۔

اسی حوالے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد پاک ہے !مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ خدا کے نور سے دیکھتا ہے۔

۳۳۔ حس سکون: The Sense of Tranquility:

ابدال حق حضور قلندر بابا اولیا فرماتے ہیں !سکون ایک حقیقت ہے اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس حقیقت پر پوری کائنات بندھی ہوئی ہے حقیقت فکشن نہیں ہوتی اب دیکھنا یہ ہے کے بندے کے اندر وہ کون سی طاقت ہے جو ٹوٹ پھوٹ، گھٹنے بڑھنے سے محفوظ ہے اور وہ طاقت ہر نسان کی اپنی روح ہے تاہم روح سے واقف انسان کو سکون کی دولت حاصل ہو جاتی ہے۔ ۱۸۹ ؎

حوالہ کتب:

ا۔ قلندر شعور۔ شمس الدین عظیمی۔ مکتبہ روحانی ڈائجسٹ کراچی۔ ۱۹۸۶ء۔

۲۔ سورۃ الدھر آیت۔ ا۔ ۲۔

۳۔ سورۃ السجدہ۔ آیت۔ ۹۔

۴۔ سورۃ الدھر۔ آیت۔ ا۔ ۲۔

۵۔آ گہی۔شمس الدین عظیمی۔ مکتبہ عظیمیہ۔ کراچی۔
۶۔بڑے بچوں کے لئے۔ شمس الدین عظیمی۔ مکتبہ عظیمیہ۔ کراچی۔
۷۔تذکرہ قلندر بابا اولیا۔شمس الدین عظیمی۔ مکتبہ تاج الدین اولیا۔ کراچی۔۱۹۸۲۔
۸۔کشکول۔خواجہ شمس الدین عظیمی۔مکتبہ روحانی ڈائجسٹ کراچی۔۱۹۹۰۔
۹۔مراقبہ۔شمس الدین عظیمی۔ا لکتاب پبلی کیشنز۔ کراچی۔
۱۰۔بڑے بچوں کے لئے۔شمس الدین عظیمی۔
۱۱۔سورہ آل عمران۔آیت۔۲۷۔
۱۲۔سورہ العلق۔آیت۔۳۔
۱۳۔لغات القرآن۔غلام احمد پرویز(متوفی۔۱۴۰۵ھ)۔ص۔۳۲۳۔ادارہ طلوع اسلام لاہور۔۱۹۵۹ء۔
۱۴۔سورہ طٰہٰ۔آیت۔۱۲۵۔
۱۵۔سورہ احقاف۔آیت۔۲۶۔
۱۶۔سورہ انعام۔آیت۔۵۰۔
۱۷۔سورہ السجدہ۔آیت۔۹۔
۱۸۔لوح و قلم۔حضرت قلندر بابا اولیاء۔ص۔۱۳۷۔۱۹۷۔مکتبہ تاج الدین بابا اولیاء کراچی۔سن ندارد۔
۱۹۔تشبیہات رومی۔خلیفہ عبدالحکیم۔ص۔۵۶۔ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور پاکستان۔۱۹۵۹ء۔
۲۰۔تشبیہات رومی۔خلیفہ عبدالحکیم۔ص۔۶۲۔ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور پاکستان۔۱۹۵۹ء۔
۲۱۔سورہ اعراف۔آیت۔۱۷۲۔
۲۲۔سورہ النحل۔آیت۔۷۸۔
۲۳۔تشبیہات رومی۔خلیفہ عبدالحکیم۔ص۔۲۱۔۱۴۔ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور پاکستان۔۱۹۵۹ء۔
۲۴۔سورہ المدثر۔۳۴۔/سورہ التکویر۔۱۸
۲۵۔صحیح بخاری۔امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری(متوفی۔۲۵۶ھ)۔ کتاب بدء الخلق۔ص۔۲۷۷۔مطبوعہ دارالکتاب العلمیہ بیروت۔۱۴۱۲ھ۔
۲۶۔صحیح بخاری۔امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری(متوفی۔۲۵۶ھ)۔ کتاب بدء الخلق۔ص۔۲۷۷۔مطبوعہ دارالکتاب العلمیہ بیروت۔۱۴۱۲ھ۔
۲۷۔صحیح بخاری۔امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری(متوفی۔۲۵۶ھ)۔ کتاب بدء الخلق۔ مطبوعہ

دارالکتاب العلمیہ بیروت۔ ۱۴۱۲ھ۔
۲۸۔ کشکول۔ خواجہ شمس الدین عظیمی۔ ص ۱۲۴۔ مکتبہ روحانی ڈائجسٹ کراچی۔ ۱۹۹۰ء۔
۲۹۔ کشکول۔ خواجہ شمس الدین عظیمی۔ ص ۶۷۔ مکتبہ روحانی ڈائجسٹ کراچی۔ ۱۹۹۰ء۔
۳۰۔ نفسیات و مابعد النفسیات۔ رئیس امروہوی۔ ص ۴۷۔ ویلکم بک پورٹ کراچی۔ ۲۰۱۳ء۔
۳۱۔ کلیات اقبال (اردو ترجمہ بال جبرائیل) ڈاکٹر محمد اقبال۔ ص ۲۰۔ خزینہ علم و ادب لاہور۔ ۲۰۰۶ء۔
۳۲۔ نفسیات و مابعد النفسیات۔ رئیس امروہوی۔ ص ۷۷۔ ویلکم بک پورٹ کراچی۔ ۲۰۱۳ء۔
۳۳۔ قلندر شعور شمس الدین عظیمی۔ ص ۱۴۶۔ مکتبہ روحانی ڈائجسٹ کراچی۔ ۱۹۸۶ء۔
۳۴۔ سورۃالنور۔ آیت ۳۰۔
۳۵۔ توجیہات۔ خواجہ شمس الدین عظیمی۔ ص ۲۱۲۔ مکتبہ عظیمیہ کراچی۔
۳۶۔ سورۃالحجر۔ آیت ۲۱۔
۳۷۔ سورۃالقمر۔ آیت ۴۹۔
۳۸۔ صحیح مسلم۔ امام ابوالحسین مسلم بن حجاج القشیری (متوفی ۲۶۱ھ)۔ کتاب صوم۔ مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی الباز
مکہ مکرمہ۔ ۱۴۱۷ھ۔
۳۹۔ سورۃالبقرہ۔ ۲۵۹۔
۴۰۔ سورۃاعراف۔ آیت ۱۷۹
۴۱۔ المعجم الصغیر۔ امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی (متوفی ۳۶۰ھ)۔ مطبوعہ سلفیہ مدینہ منورہ۔
۴۲۔ سورۃ آل عمران۔ ۲۷۔
۴۳۔ سورۃالنور۔ آیت ۴۴۔
۴۴۔ سورۃالفرقان۔ آیت ۶۲۔
۴۵۔ سورۃ آل عمران۔ آیت ۴۹۔
۴۶۔ حدیث صلی اللہ علیہ وسلم۔
۴۷۔ لغات القرآن۔ غلام احمد پرویز (متوفی ۱۴۰۵ھ)۔ ادارہ طلوع اسلام لاہور۔ ۱۹۵۹ء۔
۴۸۔ لغات القرآن۔ غلام احمد پرویز (متوفی ۱۴۰۵ھ)۔ ادارہ طلوع اسلام لاہور۔ ۱۹۵۹ء۔
۴۹۔ سورۃالرحمن۔ آیت ۱۔ ۴۔
۵۰۔ حدیث صلی اللہ علیہ وسلم

۵۱۔ سورۃالحدید۔ آیت۔۸۔
۵۲۔ سورۃالمائدہ۔ آیت۔۷۔
۵۳۔ سورۃبنی اسرائیل۔ آیت۔۴۴۔
۵۴۔ تفسیر صاوی۔ علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی (متوفی ۱۲۲۳ھ)۔ مطبوعہ داراحیاالکتب العربیہ۔ مصر۔ دارالفکر۔ بیروت۔ ۱۴۲۱ھ۔
۵۵۔ سورۃالبقرہ۔ آیت۔۳۰۔
۵۶۔ سورۃالبقرہ۔ آیت۔۳۰۔
۵۷۔ سورۃالبقرہ۔ آیت۔۳۰۔
۵۸۔ سورۃالبقرہ۔۳۳۔
۵۹۔ سورۃالبقرہ۔ آیت۔۳۳۔
۶۰۔ سورۃالبقرہ۔ آیت۔۳۴۔
۶۱۔ سورۃالرحمن۔ آیت۔۴۔
۶۲۔ سورۃالانبیا۔ آیت۔۶۳۔
۶۳۔ سورۃالجاثیہ۔ آیت۔۲۹۔
۶۴۔ سورۃالفصلٰت۔۲۱۔
۶۵۔ المسند۔ امام احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ)۔ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ۔ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۳ھ۔ داراحیاءالتراث العربی بیروت۔ ۱۴۱۵ھ۔
۶۶۔ سنن ابی داود۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی (متوفی ۲۷۵ھ) مطبوعہ دارالکتب العلمیہ۔
۶۷۔ سورۃبنی اسرائیل۔۴۴۔
۶۸۔ سورۃالنور۔ آیت۔۴۱۔
۶۹۔ سورۃالشوریٰ۔ آیت۔۵۔
۷۰۔ سورۃرعد۔ آیت۔۱۳۔
۷۱۔ قلندر شعور۔ شمس الدین عظیمی۔ ص۔۲۹۔ مکتبہ روحانی ڈائجسٹ کراچی۔ ۱۹۸۶ء۔۲
۷۲۔ سیرۃالنبوہ۔ محمد بن اسحاق سیارالمطلبی۔ ص۔۶۹۔
۷۳۔ سورۃابراہیم۔ آیت۔۴۔

۷۴۔ تشبیہات رومی۔خلیفہ عبدالحکیم۔ص۔۴۔۵۔ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور پاکستان۔۱۹۵۹ء۔

۷۵۔ حدیث نبوی ﷺ۔

۷۶۔ فقیر کی ڈاک۔ص۔۲۷۵۔ مکتبہ عظیمیہ کراچی۔

۷۷۔ ماہنامہ۔روحانی ڈائجسٹ۔ص۔۷۴۔اشاعت۔فروری۔۲۰۲۰ء۔

۷۸۔ سورہ الاعلیٰ۔آیت ۱۔۳۔

۷۹۔ سورہ الفرقان۔آیت ۱۔

۸۰۔ سورہ الفرقان۔آیت۔۲۔

۸۱۔ سورہ احزاب۔آیت۔۳۸۔

۸۲۔ سورہ القمر۔آیت۔۴۹۔

۸۳۔ سورہ الصّٰفّٰت۔آیت۔۹۶۔

۸۴۔ نہج البلاغہ۔حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم۔مرتب۔حجۃ الاسلام مولانا مفتی جعفر حسین۔خطبہ

۸۹۔ مکتبہ امامیہ کتب خانہ لاہور۔سن ندارد۔

۸۵۔ سورہ الذاریات۔آیت۔۴۹۔

۸۶۔ سورہ النبا۔آیت۔۸۔

۸۷۔ سورہ الحج۔آیت۔۶۵۔

۸۸۔ سورہ فاطر۔آیت ۱۔۴۔

۸۹۔ سورہ لقمان۔آیت۔۱۰۔

۹۰۔ سورہ الانبیا۔آیت۔۳۳۔

۹۱۔ سورہ یٰسین۔آیت۔۴۰۔

۹۲۔ سورہ فاطر۔آیت۔۱۳۔

۹۳۔ سورہ طٰحہ۔آیت۔۵۳۔

۹۴۔ سورہ رعد۔آیت۔۳۔

۹۵۔ لوح و قلم۔حضرت قلندر بابا اولیاء۔مکتبہ تاج الدین بابا اولیاء کراچی۔سن ندارد۔

۹۶۔ صدائے جرس۔خواجہ شمس الدین عظیمی۔اشاعت۔مراقبہ ہال ملتان۔۲۰۰۰۔

۹۷۔ ماہنامہ۔روحانی ڈائجسٹ۔ص۔۷۴۔اشاعت۔۲۰۲۰ء۔

۹۸۔ نورہدایت۔ خواجہ شمس الدین عظیمی۔ص۔۱۷۴۔ مکتبہ عظیمیہ کراچی۔

۹۹۔ سورۃالتوبہ۔آیت ۳۷۔

۱۰۰۔ سورۃیونس۔آیت ۵۔

۱۰۱۔ عالمی انسائیکلوپیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔ج۔۲۔ص۔۱۸۴۷۔ناشران لفیصل۔لاہور۔

۱۰۲۔ صحیح بخاری۔امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری(متوفی ۲۵۶ھ)۔مطبوعہ دارالکتاب العلمیہ۔

۱۰۳۔ صحیح مسلم۔امام ابوالحسین مسلم بن حجاج القشیری(متوفی۔۲۶۱ھ)۔مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ۔۱۴۱۷ھ۔

۱۰۴۔ ماہنامہ قلندر شعور۔

۱۰۵۔ لوح و قلم۔حضرت قلندر بابا اولیاء۔مکتبہ تاج الدین بابا اولیاء کراچی۔سن ندارد۔

۱۰۶۔ حدیث صلی اللہ علیہ وسلم۔

۱۰۷۔ البدر والبازغہ۔شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔مترجم ڈاکٹر مجیب الدین۔ص۔۸۵۔

۱۰۸۔ صحیح بخاری۔امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری(متوفی ۲۵۶ھ)۔مطبوعہ دارالکتاب العلمیہ بیروت۔۱۴۱۲ھ۔

۱۰۹۔ فقہ عمر۔شاہ ولی اللہ۔مترجم۔ابویحییٰ امام خان نوشہری۔ص۔۳۴۷۔ مکتبہ علم و فن پبلیشر۔۲۰۰۵۔

۱۱۰۔ فقہ عمر۔شاہ ولی اللہ۔مترجم۔ابویحییٰ امام خان نوشہری۔ص۔۳۴۶۔ مکتبہ علم و فن پبلیشرز،۲۰۰۵۔

۱۱۱۔ ہمعات۔شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔مترجم ڈاکٹر پروفیسر محمد سرور۔ص۔۱۶۱۔۱۶۲۔ناشر۔

۱۱۲۔ ابن جوزی۔

۱۱۳۔ جرمن فلاسفر۔نطشے۔

۱۱۴۔ آئرش ضرب المثل۔

۱۱۵۔ جرمن فلاسفر آرتھر شوپنہاور۔

۱۱۶۔ امریکی پادری ایڈورڈ یورٹ۔

۱۱۷۔ اردو ادیب۔نیاز فتح پوری۔

۱۱۸۔ مفکر

۱۱۹۔ سورۃیونس۔آیت ۶۷۔

۱۲۰۔ سورۃالفرقان۔آیت ۴۷۔

۱۲۱۔ سورۃ القصص۔ آیت۔ ۲۷۔
۱۲۲۔ سورۃ النبا۔ آیت۔ ۱۱۔
۱۲۳۔ سورۃ روم۔ آیت۔ ۲۳۔
۱۲۴۔ سورۃ المومن۔ آیت۔ ۶۱۔
۱۲۵۔ سنن ابن ماجہ۔ امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ (متوفی ۲۷۳ھ)۔ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔
۱۲۶۔ سورۃ انعام۔ آیت۔ ۱۲،
۱۲۷۔ لوح و قلم۔ حضرت قلندر بابا اولیاء۔ مکتبہ تاج الدین بابا اولیاء کراچی۔ سن ندارد۔
۱۲۸۔ سورۃ یوسف۔ آیت۔ ۸۷۔
۱۲۹۔ ماہنامہ قلندر شعور۔ اشاعت۔ جولائی ۲۰۱۹ء۔
۱۳۰۔ ماہنامہ قلندر شعور۔ اشاعت۔ ۲۰۲۰۔
۱۳۱۔ سورۃ یونس۔ آیت۔ ۶۳۔
۱۳۲۔ ماہنامہ قلندر شعور۔ اشاعت۔ ۲۰۲۰۔
۱۳۳۔ نفسیات و مابعدالنفسیات۔ رئیس امروہوی۔ ص۔ ۳۵۔ ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹۔ ویلکم بک پورٹ کراچی۔ ۲۰۱۳ء۔
۱۳۴۔ وقت۔ خواجہ شمس الدین عظیمی۔
۱۳۵۔ بڑے بچوں کے لئے۔ خواجہ شمس الدین عظیمی۔
۱۳۶۔ نفسیات و مابعدالنفسیات۔ رئیس امروہوی۔ ص۔ ۳۵۔ ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹۔ ویلکم بک پورٹ کراچی۔ ۲۰۱۳ء۔
۱۳۷۔ شعب الایمان۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی (متوفی۔ ۴۵۸ھ)۔ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔ ۱۴۱۰ھ۔
۱۳۸۔ آگہی۔ خواجہ شمس الدین عظیمی۔
۱۳۹۔ لغات القرآن۔ غلام احمد پرویز (متوفی۔ ۱۴۰۵ھ)۔ ص۔ ۴۶۴۔ ادارہ طلوع اسلام لاہور۔ ۱۹۵۹ء۔
۱۴۰۔ کتاب۔ خواجہ شمس الدین عظیمی۔
۱۴۱۔ سورۃ البقرہ۔ آیت۔ ۱۹۵۔

۱۴۲۔ سورہ البقرہ۔ آیت ۔۲۲۲۔
۱۴۳۔ سورہ آل عمران۔ آیت ۔۷٦۔
۱۴۴۔ سورہ آل عمران۔ آیت ۔۱۴٦۔
۱۴۵۔ سورہ آل عمران۔ آیت ۔۱۵۹۔
۱۴٦۔ سورہ المائدہ۔ آیت ۔۴۲۔
۱۴۷۔ سورہ الصف ۔ آیت ۔۴۔
۱۴۸۔ سورہ البقرہ۔ آیت ۔۱٦۵۔
۱۴۹۔ سورہ آل عمران۔ آیت ۔۳۱۔۳۲۔
۱۵۰۔ سورہ المائدہ۔ آیت ۔۵۳۔۵۴۔
۱۵۱۔ الجامع۔
۱۵۲۔ سنن ترمذی۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی (متوفی ۲۷۹ھ)۔ رقم الحدیث۔ ۲۳۹۰۔ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۱۴ھ۔
۱۵۳۔ سورہ طلاق۔ آیت ۔۲۔ سنن ابن ماجہ۔ امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ (متوفی ۲۷۳ھ)۔ رقم الحدیث ۴۲۲۰۔ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۱۵ھ۔
۱۵۴۔ تفسیر القرآن العزیز۔ امام عبدالرحمن بن محمد بن ادریس بن ابی حاتم رازی۔ (متوفی ۔۳۲۳ھ)۔ رقم الحدیث ۱۸۹۱۳۔ مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ۔
۱۵۵۔ سنن ابی داود۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی (متوفی ۲۷۵ھ)۔ ج ۔۲۔ ص ۔۳۴۳۔ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۴ھ۔
۱۵٦۔ سنن نسائی۔ امام ابو عبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی (متوفی ۔۳۰۳ھ) ۔ ج ۔۷۔ ص ۔۳۹۴۹۔ مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت ۱۴۱۲ھ۔
۱۵۷۔ تجلیات حکمت۔ مولف آیت اللہ سید اصغر ناظم زادہ قمی۔ مترجم۔ سید قمر عباس۔ ص ۔۱۲۴۔ مطبع نتشارات دفتر تبلیغات اسلامی ایران۔ ۱۴۲۴ھ۔
۱۵۸۔ بڑے بچوں کے لئے۔ خواجہ شمس الدین عظیمی۔ ص ۔۷۔
۱۵۹۔ نفسیات و مابعدالنفسیات۔ رئیس امروہوی۔ ص ۔۱۰٦،۱۰۸،۱۰۹،۱۱۱۔ ویلکم بک پورٹ کراچی ۔۲۰۱۳ء۔

۱۶۰۔ حدیث صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔
۱۶۱۔ سورۃ روم۔ آیت۔ ۳۰۔
۱۶۲۔ سورۃ الحج۔ آیت۔ ۳۱۔
۱۶۳۔ سائیں بھلے شاہ۔ جے۔ آر۔ پوری اور جے۔ آر۔ شنگاری۔ ص۔ ۱۱۳۔ فکشن ہاؤس لاہور ۔۲۰۰۰ء۔
۱۶۴۔ سائیں بھلے شاہ۔ جے۔ آر۔ پوری اور جے۔ آر۔ شنگاری۔ ص۔ ۲۱۳۔ فکشن ہاؤس لاہور ۔۲۰۰۰ء۔
۱۶۵۔ سنن ترمذی۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی (متوفی ۲۷۹ھ)۔ رقم الحدیث۔ ۹۸۲۔ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۱۴ھ۔
۱۶۶۔ سائیں بھلے شاہ۔ جے۔ آر۔ پوری اور جے۔ آر۔ شنگاری۔ ص۔ ۹۷،۹۸،۹۹،۱۰۵۔ فکشن ہاؤس لاہور۔ ۲۰۰۰ء۔
۱۶۷۔ سائیں بھلے شاہ۔ جے۔ آر۔ پوری اور جے۔ آر۔ شنگاری۔ ص۔ ۱۰۵۔ فکشن ہاؤس لاہور ۔۲۰۰۰ء۔
۱۶۸۔ المسند۔ امام احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ)۔ رقم الحدیث۔ ۱۳۰۰۴۔ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ۔ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۳ھ۔
۱۶۹۔ فقیر رنگ۔ سرفرازائے شاہ ص۔ ۱۰۴۔ جہانگیر بکس لاہور۔ ۲۰۱۱ء۔
۱۷۰۔ روح کی پکار۔ خواجہ شمس الدین عظیمی۔ ص۔ ۱۳، ۱۴، ۴۲۔ مکتبہ عظیمیہ اردو بازار لاہور۔ ۲۰۰۵ء
۱۷۱۔ روحانی ڈائجسٹ۔ اشاعت۔ جنوری ۲۰۲۱۔
۱۷۲۔ توجیہات۔ خواجہ شمس الدین عظیمی۔ ص۔ ۲۱۲۔ مکتبہ عظیمیہ کراچی۔
۱۷۳۔ سورۃ اعراف۔ آیت۔ ۱۴۲۔
۱۷۴۔ سورۃ الزمر۔ آیت۔ ۵۔
۱۷۵۔ سورۃ الحدید۔ آیت۔ ۶۔
۱۷۶۔ روح کی پکار۔ خواجہ شمس الدین عظیمی۔ ص۔ ۱۹،۲۰۔ مکتبہ عظیمیہ اردو بازار لاہور۔ ۲۰۰۵ء۔
۱۷۷۔ تشبیہات رومی۔ خلیفہ عبدالحکیم۔ ص۔ ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۹۰، ۵۰۴۔ ادارہ ثقافت اسلامیہ

لاہور پاکستان۔۱۹۵۹ء۔

۱۷۸۔ سورہ انعام۔ آیت ۔۱۰۳۔

۱۷۹۔ تجلیات حکمت۔ مولف۔ آیت اللہ اصغر ناظم زادہ قمی۔ مترجم۔ سید قمر عباس۔ ص۔ ۳۵،۳۶،۴۷،۴۴۔ مطبع۔
دفتر تبلیغات اسلامی تہران۔ ۲۰۰۳ء۔

۱۸۰۔ صدائے جرس۔ واجہ شمس الدین عظیمی۔ ص ۷۔ اشاعت۔ مراقبہ ہال ملتان۔ ۲۰۰۰۔

۱۸۱۔ لوح و قلم۔ حضرت قلندر بابا اولیاء۔ ص۔ ۱۹۷۔ مکتبہ تاج الدین بابا اولیاء کراچی۔ سن ندارد۔

۱۸۲۔ کشکول۔ خواجہ شمس الدین عظیمی۔ ص۔ ۶۷۔ مکتبہ روحانی ڈائجسٹ کراچی۔ ۱۹۹۰ء۔

۱۸۳۔ سورہ النور۔ آیت۔ ۳۰۔

۱۸۴۔ توجیہات۔ خواجہ شمس الدین عظیمی۔ ص۔ ۲۱۲۔ مکتبہ عظیمیہ کراچی۔

۱۸۵۔ المعجم الکبیر۔ امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی (متوفی ۳۶۰ھ)۔ مطبوعہ داراحیاء التراث
العربی، بیروت۔

۱۸۶۔ نور ہدایت۔ خواجہ شمس الدین عظیمی۔ ج۔ ۲۔ ص۔ ۵۰۔

۱۸۷۔ ماہنامہ قلندر شعور۔ اشاعت۔ ۲۰۱۹۔

۱۸۸۔ سورہ النسا۔ آیت۔ ۱۔

۱۸۹۔ صدائے جرس۔ شمس الدین عظیمی۔ اشاعت۔ مراقبہ ہال ملتان۔ ۲۰۰۰۔

کتابیات:

۱۔القرآن۔

۲۔تورات۔

۳۔انجیل۔

کتب احایث:

۴۔المصنف۔امام ابو بکر عبداللہ بن محمد ابی شیبہ (متوفی۲۳۵ھ)۔مطبوعہ دار القرآن کراچی۱۴۰۶ھ۔

۵۔مسند ابن ابی شیبہ۔امام ابو بکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ (متوفی۲۳۵ھ)۔مطبوعہ دار الوطن بیروت۔

۶۔المسند۔امام احمد بن حنبل (متوفی۲۴۱ھ)۔مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت۱۳۹۸ھ دارالکتب العلمیہ بیروت۱۴۱۳ھ۔

۷۔سنن درامی۔امام عبداللہ بن عبدالرحمن درامی(متوفی۲۵۵ھ)۔مطبوعہ دارالکتاب العربی۱۴۰۷ھ

۸۔صحیح بخاری۔امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری(متوفی۲۵۶ھ)۔مطبوعہ دارالکتاب العلمیہ بیروت

۹۔صحیح مسلم۔امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری(متوفی۲۶۱ھ)۔مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ۔

۱۰۔سنن ابن ماجہ۔امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ(متوفی۲۷۳ھ)مطبوعہ دارالفکر بیروت۔

۱۱۔سنن ابوداؤد۔امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی(متوفی۲۷۵ھ)مطبوعہ دارالکتب العلمیہ۔

۱۲۔سنن ترمذی۔امام ابوعیسی محمد بن عیسی ترمذی(متوفی۲۷۹ھ)۔مطبوعہ دارالفکر بیروت۱۴۱۴ھ۔

۱۳۔سنن نسائی۔امام ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی(متوفی۳۰۳ھ)مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت۔

۱۴۔سنن کبریٰ۔امام ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی(متوفی۳۰۳ھ)مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

۱۵۔معجم الصغیر۔امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی (متوفی۳۶۰ھ)مطبوعہ سلفیہ مدینہ منورہ ۱۳۸۸ھ۔مکتب اسلامی بیروت۔۱۴۰۵ھ۔

۱۶۔المعجم اوسط۔امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی(متوفی۳۶۰ھ)مطبوعہ مکتبۃ المعارف۔ ریاض ۱۴۰۵ھ۔دارالفکر بیروت۔۱۴۲۰ھ۔

۱۷۔المعجم الکبیر۔امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی(متوفی۳۶۰ھ)مطبوعہ دار احیاء التراث العربی

۱۸۔کتاب العظمۃ۔امام عبداللہ بن محمد بن جعفر المعروف بابی الشیخ(متوفی۳۹۶ھ)مطبوعہ دارالکتب۔

۱۹۔المستدرک۔امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری(متوفی۴۰۵ھ)مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ۔
۲۰۔حلیۃ الاولیاء۔امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی(متوفی۴۳۰ھ)مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت.
۲۱۔دلائل النبوۃ۔امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی (متوفی۴۳۰ھ)مطبوعہ دار النفائس بیروت۔
۲۲۔سنن کبریٰ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی(متوفی۴۵۸ھ)مطبوعہ نشر السنہ ملتان۔
۲۳۔دلائل النبوۃ۔امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی(متوفی۴۵۸ھ)مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔
۲۴۔شعب الایمان۔امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی(۴۵۸ھ)مطبوعہ داعا لکتب العلمیہ بیروت۔
۲۵۔شرح السنہ۔امام حسین بن مسعود بغوی(متوفی۵۱۶ھ)مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔۱۴۱۲ھ
۲۶۔الترغیب والترہیب۔امام زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی المنذری(متوفی۶۵۶ھ)مطبوعہ دار الحدیث قاہرہ۱۴۰۷ھ۔
۲۷۔مشکوۃ۔امام ولی الدین تبریزی(متوفی۷۴۲ھ)مطبوعہ اصح المطابع دہلی دارارقم بیروت۔
۲۸۔کنوز الحقائق۔امام عبد الرؤف بن علی المنادی(متوفی۱۰۳۱ھ)مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۲۹۔الجامع الصغیر۔حافظ جلال الدین سیوطی(متوفی۹۱۱ھ)مطبوعہ دار المعرفہ بیروت۱۳۹۱ھ۔
۳۰۔جمع الجوامع۔حافظ جلال الدین سیوطی(متوفی۹۱۱ھ)مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۱۴۲۱ھ۔
۳۱۔الخصائص الکبری۔حافظ جلال الدین سیوطی(متوفی۹۱۱ھ)مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔
۳۲۔کشف الغمہ۔علامہ عبد الوہاب شعرانی(متوفی۹۷۳ھ)مطبوعہ مطبع عامرہ عثمانیہ مصر۱۳۰۳ھ۔
۳۳۔کنز العمال۔علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری(متوفی۹۷۵ھ)مطبوعہ موسستہ الرسالہ بیروت۔

کتب تفاسیر:

۳۴۔احکام القرآن۔امام ابوعبداللہ محمد بن ادریس شافعی(متوفی۲۰۴ھ)مطبوعہ داراحیاء العلوم بیروت
۳۵۔تفسیر القرآن العزیز۔امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی(متوفی۲۱۱ھ)مطبوعہ دار المعرفہ بیروت۔
۳۶۔جامع البیان۔امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری(متوفی۳۱۱ھ)مطبوعہ دار المعرفہ بیروت۱۴۰۹ھ۔
۳۷۔احکام القرآن۔امام ابو بکر احمد بن علی رازی جصاص(متوفی۳۷۰ھ)مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور
۳۸۔احکام القرآن۔علامہ عماد الدین طبری الکیاالہراسی(متوفی۵۰۴ھ)مطبوعہ دار الکتب العلمیہ
۳۹۔معالم التنزیل۔امام ابومحمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی(متوفی۵۱۶ھ)مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۱۴۱۴ھ۔

۴۰۔الکشاف۔علامہ محمد بن عمر زمخشری(متوفی۵۳۸ھ)مطبوعہ داراحیاءالتراث العربی بیروت۔
۴۱۔احکام القرآن۔علامہ ابو بکر محمد بن عبداللہ المعروف بابن العربی مالکی(متوفی۵۴۳ھ)
مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت۔
۴۲۔تفسیر کبیر۔امام فخرالدین محمد بن ضیاءالدین عمر رازی(متوفی۶۰۶)مطبوعہ داراحیاءالتراث العربی۔
۴۳۔الجامع الاحکام القرآن۔علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی(متوفی۶۶۸ھ)مطبوعہ دارالفکر۔
۴۴۔التفسیر الکبیر۔علامہ تقی الدین ابن تیمیہ(متوفی۷۲۸ھ)مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت۔
۴۵۔تفسیر القرآن۔حافظ عمادالدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی
(متوفی۔۷۷۴ھ)۔ج۔۵۔ص۔۱۱۷۔مطبوعہ دارالفکر بیروت۔۱۳۸۵ھ۔
۴۶۔فردوس بماثورالخطاب۔امام ابوشجاع شیرویہ بن شیرویہ الدیلمی(متوفی۔۵۰۹ھ)۔
مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت۔۱۴۰۶ھ۔
۴۷۔روح البیان۔علامہ اسماعیل حقی حنفی(متوفی۱۱۳۷ھ)مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ۔داراحیاء
التراث العربی بیروت۱۴۲۱ھ۔
۴۸۔تفسیر صاوی۔علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی(متوفی۱۲۲۳ھ)مطبوعہ داراحیاءالکتب العربیہ مصر۔
دارالفکر بیروت۱۴۲۱ھ۔
۴۹۔تفسیر مظہری۔قاضی ثناءاللہ پانی پتی(متوفی۱۲۲۵ھ)مطبوعہ بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ۔
۵۰۔تفسیر عزیزی۔شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی(متوفی۱۲۳۹ھ)مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی۔
۵۱۔فتح القدیر۔شیخ محمد بن علی شوکانی(متوفی۱۲۵۰ھ)مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت۔دارالوفابیروت۔
۵۲۔تفسیر مجاہد۔ابوالحجاج مجاہد بن جبر القرشی المخزومی(متوفی۔۱۰۴ھ)۔ص۔۳۱۹۔دارالکتب العلمیہ
بیروت۔۱۴۲۶ھ۔
۵۳۔روح المعانی۔علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی حنفی(متوفی۱۲۷۰ھ)مطبوعہ داراحیاءالتراث العربی
بیروت۔دارالفکر بیروت۱۴۱۷ھ۔
۵۴۔فتح البیان۔نواب صدیق حسن خان بھوپالی(متوفی۱۳۰۷ھ)مطبوعہ مطبع میریہ کبری بولاق مصر
۵۵۔بیان القرآن۔شیخ اشرف علی تھانوی(متوفی۱۳۶۴ھ)مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور۔
۵۶۔فی ظلال القرآن۔سید محمد قطب شہید(متوفی۱۳۸۵ھ)مطبوعہ داراحیاءالتراث العربی بیروت۔
۵۷۔معارف القرآن۔مفتی محمد شفیع دیوبندی(متوفی۱۳۹۶ھ)مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی۔

۵۸۔ تفہیم القرآن۔سیدابوالاعلیٰ مودودی(متوفی۱۳۹۹ھ)مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن لاہور۔
۵۹۔ضیاءالقرآن۔جسٹس پیر کرم شاہ الازہری۔ مطبوعہ ضیاءالقرآن پبلی کیشنز لاہور۔
۶۰۔تدبرقرآن۔ شیخ امین احسن اصلاحی۔مطبوعہ۔فاران فاونڈیشن لاہور۔

کتب الغات:

۶۱۔المفردات۔ علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی(متوفی۵۰۲ھ)مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ لباز مکہ مکرمہ
۶۲۔لسان العرب۔علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی (متوفی۷۱۱ھ)مطبوعہ نشرادب الحوذۃ قم ایران۔
۶۳۔تاج العروس۔علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی(متوفی۱۲۰۵ھ)مطبوعہ المطبعہ الخیریہ مصر۔
۶۴۔المنجد۔لوئیس معلوف الیسوعی(متوفی۱۸۶۷ء)مطبوعہ المطبعہ الغاثولیکہ بیروت۱۹۲۷ء۔
۶۵۔لغات القرآن۔ شیخ غلام احمد پرویز (متوفی۱۴۰۵ھ)مطبوعہ ادراہ طلوع اسلام لاہور۔

کتب تاریخ سیرت وفضائل:

۶۶۔زادالمعاد۔ شیخ ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیۃ (متوفی۷۵۱ھ)مطبوعہ دارالفکر بیروت۔
۶۷۔البدایہ والنہایہ۔حافظ عمادالدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی (متوفی۷۷۴ھ)مطبوعہ دارالفکر بیروت۱۴۱۸ھ۔
۶۸۔تاریخ بن خلدون۔علامہ عبدالرحمن بن محمد بن خلدون(متوفی۸۰۸ھ)مطبوعہ داراحیاءالتراث۔
۶۹۔نشرالطیب۔ شیخ اشرف علی تھانوی(متوفی۱۳۶۲ھ)مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی۔
۷۰۔سیرۃالنبوہ۔ محمد بن اسحاق سیار المطلبی۔ص۔۶۹۔

کتب شیعہ:

۷۱۔نہج البلاغہ(خطبات حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم)مطبوعہ ایران ومطبوعہ کراچی۔

کتب متفرقہ:

۷۲۔قوت القلوب۔ شیخ ابوطالب محمد بن الحسن المکی(متوفی۳۸۶ھ)۔مطبوعہ مطبع میمنہ مصر۱۳۰۶ھ۔
۷۳۔احیاءعلوم الدین۔امام محمد بن محمد غزالی(متوفی۵۰۵ھ)۔ مطبوعہ دارالخیر بیروت۔۱۴۱۳ھ۔
۷۴۔ کیمائے سعادت۔امام محمد بن محمد غزالی(متوفی۵۰۵ھ)۔ مطبوعہ دارالخیر بیروت۔۱۴۱۴ھ۔
۷۵ مکتوبات ربانی۔مجدد الف ثانی حضرت شیخ سرہندی۔اسلامی کتب خانہ لاہور۔سن ندارد۔

۷۶۔تذکرۃ الروح۔علامہ جلال الدین سیوطی (متوفی۔۹۱۱ھ)۔مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۱۵ھ۔
۷۷۔نفحات الانس۔مولانا نورالدین محمد عبدالرحمن جامی۔دوست ایسوسی ایٹس الکریم مارکیٹ اردو بازار
۷۸۔ کشف المحجوب۔سید علی بن عثمان الجویری۔ترجمہ۔الحاج کپتان واحد بخش سیالوی۔ناشران الفیصل
۷۹۔التذکرہ۔علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد المالکی قرطبی(متوفی ۶۶۸ھ)مطبوعہ دارالبخاریہ مدینہ منورہ۔
۸۰۔شرح الصدور۔حافظ جلال الدین سیوطی(متوفی ۹۱۱ھ)مطبوعہ دارالکتب العلمیہ ۱۴۰۴ھ۔
۸۱۔المیزان الکبری۔علامہ عبدالوہاب شعرانی(متوفی ۹۷۳ھ)مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت۔
۸۲۔ کشف الغمہ۔علامہ عبدالوہاب شعرانی(متوفی ۹۷۳ھ)مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۰۸ھ۔
۸۳۔الطبقات الکبری۔علامہ عبدالوہاب شعرانی(متوفی ۹۷۳ھ)مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت۔
۸۴۔ تشبیہات رومی۔خلیفہ عبدالحکیم۔ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور پاکستان ۱۹۵۹ء۔
۸۵۔البدور البازغہ۔شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔مترجم۔ڈاکٹر مجیب الدین۔
۸۶۔ہمعات۔شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔مترجم۔ڈاکٹر پروفیسر محمد سرور۔
۸۷۔ابو بکر صدیق(اردو ترجمہ)۔محمد حسین ہیکل۔ص۔۵۸۳۔اسلامی کتب خانہ۔
۸۸۔لوح و قلم۔حضرت قلندر بابا اولیاء۔مکتبہ تاج الدین بابا اولیاء کراچی۔سن ندارد۔
۸۹۔محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔خواجہ شمس الدین عظیمی۔مکتبہ عظیمیہ کراچی۔
۹۰۔احسان و تصوف۔خواجہ شمس الدین عظیمی۔اشاعت۔شعبہ علوم اسلامیہ بہاءالدین زکریا یونیورسٹی
ملتان۔ ۲۰۰۴ء۔
۹۱۔روح کی پکار۔خواجہ شمس الدین عظیمی۔مکتبہ عظیمی۔اردو بازار لاہور ۲۰۰۵ء۔
۹۲۔ایک سو ایک اولیاء خواتین۔شمس الدین عظیمی۔مکتبہ عظیمیہ۔کراچی۔
۹۳۔ فقیر کی ڈاک۔خواجہ شمس الدین عظیمی۔ مکتبہ عظیمیہ۔کراچی۔
۹۴۔ آگہی۔خواجہ شمس الدین عظیمی۔ مکتبہ عظیمیہ۔ کراچی۔
۹۵۔وقت۔خواجہ شمس الدین عظیمی۔مکتبہ عظیمیہ۔ کراچی۔
۹۶۔نور ہدایت۔خواجہ شمس الدین عظیمی۔مکتبہ عظیمیہ۔کراچی۔
۹۷۔ کشکول۔خواجہ شمس الدین عظیمی۔مکتبہ روحانی ڈائجسٹ کراچی۔۱۹۹۰ء۔
۹۸۔صدائے جرس۔شمس الدین عظیمی۔مکتبہ عظیمیہ۔کراچی۔
۹۹۔ قوس قزح۔شمس الدین عظیمی۔ مکتبہ عظیمیہ۔ کراچی۔

۱۰۰۔مراقبہ۔شمس الدین عظیمی۔ا لکتاب پبلی کیشنز۔ کراچی ۔

۱۰۱۔ توجیہات۔خواجہ شمس الدین عظیمی۔مکتبہ عظیمیہ کراچی۔

۱۰۲۔ قلندر شعور۔شمس الدین عظیمی۔مکتبہ روحانی ڈائجسٹ کراچی۔۱۹۸۶ء۔

۱۰۳۔ تذکرہ خواجہ شمس الدین عظیمی۔شمس الدین عظیمی۔ مکتبہ عظیمہ۔کراچی ۔

۱۰۴۔بڑے بچوں کے لئے۔خواجہ شمس الدین عظیمی۔ مکتبہ عظیمہ۔ کراچی۔

۱۰۵۔ماہنامہ قلندر شعور۔کراچی ۔

۱۰۶۔ماہنامہ۔روحانی ڈائجسٹ۔ کراچی ۔

۱۰۷۔روزنامہ ایکسپریس کراچی ۔

۱۰۸۔ قرآنی آیات اور سائنسی حقائق۔ڈاکٹر ہلوک نور باقی۔

۱۰۹۔فقہ عمر۔شاہ ولی اللہ۔مترجم۔ابویحییٰ امام خان نوشہری۔ مکتبہ علم و فن پبلیشر۔۲۰۰۵۔

۱۱۰۔کلیات اقبال(اردو ترجمہ۔بال جبرائیل)۔ڈاکٹر محمد اقبال۔خزینہ علم و ادب لاہور۔

۱۱۱۔ فقیر رنگ۔سید سرفراز اے شاہ۔جہانگیر بکس۔لاہور۔

۱۱۲۔سائیں بھلے شاہ۔جے۔آر۔پوری اور جے۔آر۔شنگاری۔ فکشن ہاوس لاہور۔۲۰۰۰ء۔

۱۱۳۔نفسیات و مابعد النفسیات۔رئیس امروہوی۔ویلکم بک پورٹ کراچی۔۲۰۱۳ء۔

۱۱۴۔اقوال دانش کدہ۔ حضرت وارث علی شاہ مرتب مجلس ادارہ۔ثنا پبلی کیشنز۔۲۰۱۲ء۔

۱۱۵۔اردو سائنس انسائیکلوپیڈیا۔مرتب اردو سائنس بورڈ۔وزارت تعلیم۔حکومت پاکستان۔

۱۱۶۔عالمی انسائیکلوپیڈیا۔مرتب۔یاسر جواد۔ پبلیشر ۔الفیصل۔لاہور۔۲۰۱۳ء۔

117.The Reconstruction of Religious Thought in Islam,Dr Mohammad Iqbal, Publishers,Iqbal Academy Lahore Pakistan,p 9-10.

118. Aura's see then in 60 Second by Mark Smith.

ختم شد ....